معاشیاتِ نظامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

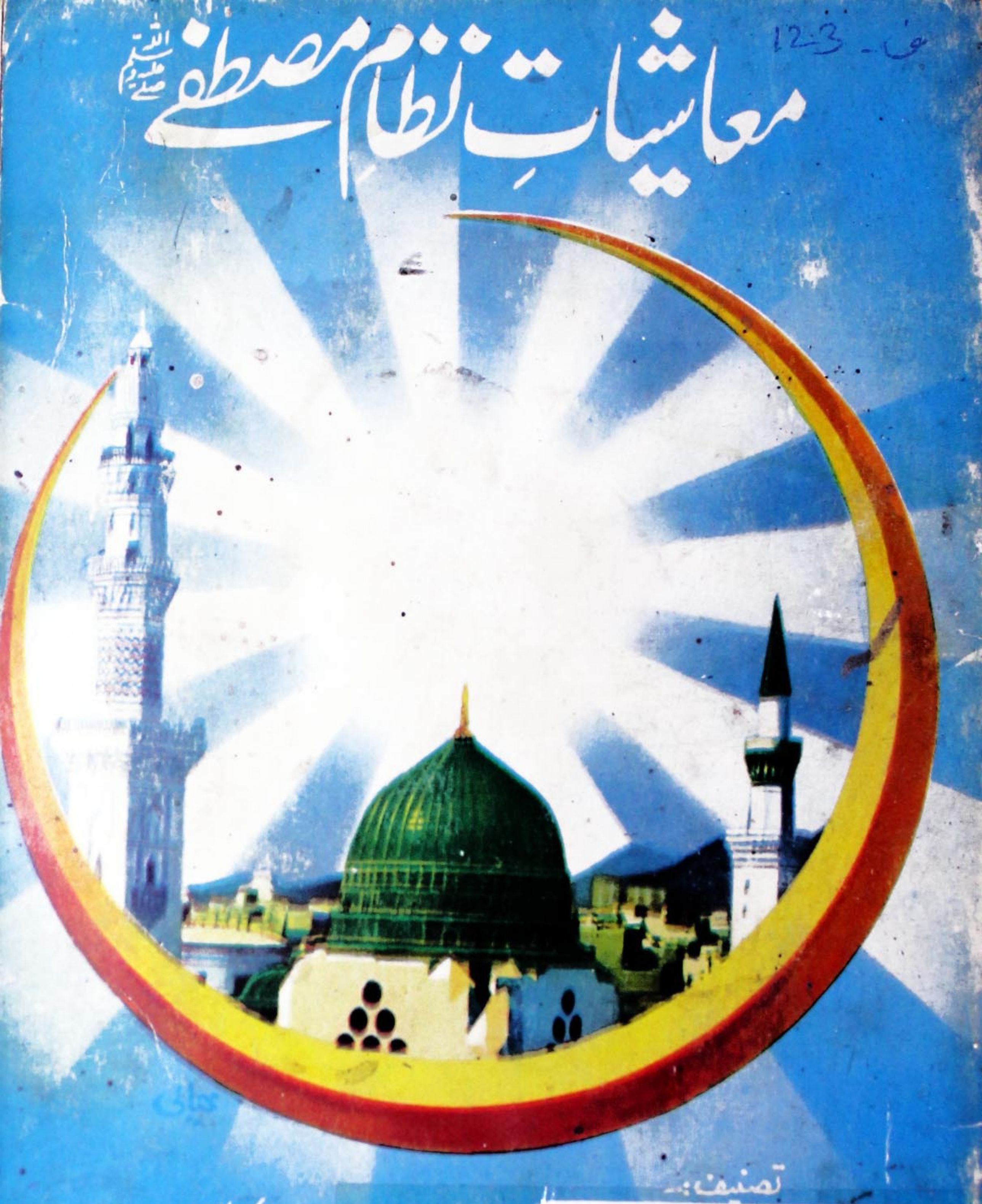

تصنیف:-
...ور قادری (ایم اے اسلامک لاء)

327

مصطفےٰ اکیڈمی پیکو جامع مسجد بادامی باغ لاہور

Marfat.com

Marfat.com

327
123

جس کے پرتو سے منور رہی تیری شب دوش
پھر بھی ہو سکتا ہے روشن وہ چراغِ خاموش

(اقبال)

معاشیاتِ نظامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

تصنیف

مفتی محمد ابو سعید غلام سرور قادری
متخصص فقہ و قانون اسلامی
(ایم اے اسلامک لاء)
استاذ الحدیث والادب العربی جامعہ نظامیہ رضویہ
و خطیب پیکو جامع مسجد، بادامی باغ لاہور

ناشر

مصطفیٰ اکیڈمی، پیکو جامع مسجد، بادامی باغ لاہور

Marfat.com

الاھداء

52865

اپنے خصوصی کرم فرماؤں !

- الحاج قبلہ ملک بشیر احمد صاحب ڈائریکٹر انٹی کرپشن صوبہ پنجاب
- الحاج ملک محمد رمضان صاحب للّو (اوچ شریف)
- 〃 〃 عبد المالک صاحب 〃 〃
- میاں محمد اکبر صاحب مینجر فرم حاجی محمد و خوشی محمد (غلہ منڈی، ہارون آباد)
- حضرت مولانا پیر غلام درویش شاہ صاحب ہاشمی قادر پوری
(تحصیل خان پور ضلع رحیم یار خاں)
- حضرت قبلہ الحاج نذیر احمد صاحب نقشبندی، شاد باغ، لاہور

کے حضور، جن کی علم دوستی و علمی قدر دانی کا راقم شکر گزار ہے

محمد ابو سعید قادری

نام کتاب :	معاشیاتِ نظامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم
مصنّف :	مفتی محمد ابو سعید غلام سرور قادری
ناشر :	مصطفےٰ اکیڈمی پیکو جامع مسجد بادامی باغ، لاہور
کتابت :	محمد عاشق حسین ہاشمی - لاہور
سنِ اشاعت :	سنہ ۱۳۹۸ھ / سنہ ۱۹۷۸ء
ھدیہ :	۱۰/- روپے

Marfat.com

327

فہرست مضامین

الاہداء	۲
انتساب	۱۰
اظہارِ خیال	۱۱
تقدیم	۱۲
نظامِ مصطفیٰ کا مطالعہ	۱۳
کفر ملتِ واحدہ	۱۴
اسلام آزاد؟	۱۶
سیاست اور علماء	۱۷
سرمایہ داروں اور عوام سے حرفِ آخر	۱۸
موجودہ معاشی ناہمواری اسلام کی نظر میں	۲۱
بے تحاشہ معاشی خوشحالی	۲۲
موجودہ معاشی ناہمواری کا ذمہ دار کون؟	۲۳
اسلام کے معاشی نظام کی خوبیوں کا اجمالی خاکہ	۲۵
یمن میں ایک بھی مفلس نہ رہا	۲۶
اسلام کے معاشی اصول قرآن کی روشنی میں	۲۷
معاشی حقوق میں سب برابر ہیں	״
فائدہ	۲۹
سب کو برابر حقوقِ معاش فراہم کرنا سربراہِ مملکت کی ذمہ داری ہے	״
حضور نے ضرورت سے زائد مال کو حاجتمندوں میں تقسیم کرنے کا حکم فرمایا	۳۰
ضرورت اور سہولت کے مختلف احکام	״
مساوات اور ہمدردی کے مواقع	۳۲
اسلامی نظامِ معیشت میں کوئی بھوکا نہیں رہ سکتا	۳۳
کیا فقر و فاقہ خدا کی تقدیر سے ہے؟	״
عالمِ تکوین و تشریع	۳۴
فلسفۂ تفاوتِ درجاتِ رزق	״
اپنا اپنا فرض	۳۶
تنگ دستی اور اسلام	۳۷
حرصِ دولت کی ممانعت	۳۸
ضرورت سے زائد مال کا رکھنا	۳۹
احتکار کی تعریف و ممانعت	״
جانوروں کے چارہ میں ممانعتِ احتکار	۴۰
احتکار کے جواز کی ایک صورت	۴۱
بوقتِ ضرورت ذخیرہ اندوز تاجروں کے ذخیروں کو زبردستی فروخت و تقسیم کیا جائے	״
انفرادی معیشت	۴۳
رزقِ حلال کی تلاش نفلی عبادت سے بہتر	۴۴

Marfat.com

مساجد اور خانقاہوں میں گوشہ نشین لوگوں سے رزق حلال کمانے والے افضل ہیں ۴۴
پیری مریدی کو پیشہ بنانا جائز نہیں ۴۵
بھیک کی ممانعت ۴۵
تلاش رزق ۴۸
عیاشی کی ممانعت ۴۸
اخراجات میں میانہ روی اختیار کرنے کا حکم ۴۸
وصیت پر پابندی ۴۹
اولاد میں حکم مساوات ۵۰
ترجیحی سلوک کی صورت ۵۱
ہر فرد کو ضروریات زندگی مفت حاصل ہوں ۵۲
اجتماعی حقوق کس ترتیب سے ادا ہوں؟ ۵۳
لفظ حق سے تعبیر کا فائدہ ۵۵
ضرورت مندوں کی دو قسمیں ۵۵
ایک عجیب واقعہ ۵۵
حضرت عمر کا رعایا کی خوشحالی کیلئے فکر مند ہونا ۵۷
رعیت کے لیے نقصان کا معاوضہ ۵۹
سربراہ مملکت کو مہنگائی کی فکر ۵۹
اسلام کے مالیاتی نظام پر ایک نظر ۶۰
ذرائع آمد، مصارف ۶۰
زکوٰۃ و فلسفۂ زکوٰۃ ۶۰
نفلی حج سے غریبوں کی امداد بہتر ہے ۶۳
ضرورت مند کی ضرورت کو پورا کرنا مسجد کی تعمیر سے بہتر ہے ۶۵
پاکستان کی قومی آمدنی اور زکوٰۃ ۶۵
اموال ظاہرہ و باطنہ ۶۵
نگرانی کا حق ۶۶
مصارف ثمانیہ (زکوٰۃ کے آٹھ مصارف) ۶۷
مؤلفۃ القلوب کا مسئلہ ۶۷
ایک شبہ کا ازالہ ۶۸
مقامی مستحقین کو ترجیح ۶۹
ہاشمیوں کو زکوٰۃ دینے میں جمہور فقہائے احناف کی رائے، امام طحاوی کی رائے ۷۱
کس کس چیز سے عشر دیا جاتا ہے؟ ۷۳
عشر زمین کا کرایہ ہے ۷۴
عشری زمین ۷۴
ہند و پاک کی زمینوں کا حکم ۷۵
عرب کی سرزمین عشری ہے ۷۵
عشر و نصف عشر کی صورت ۷۵
عشر زمیندار پر یا مزارع پر؟ ۷۵
عشر و خراج کا مصرف ۷۶
زمین کے عشری ہونے کی صورتیں ۷۷

Marfat.com

زمین سے خراج لینے کی صورتیں ۷۷
عشری اور خراجی پانی ۷۸
خراج کی قسمیں - جزیہ 〃
اسلام کے معاشی نظام میں غیر مسلموں سے حُسنِ سلوک ۷۹
سقوطِ جزیہ 〃
جزیہ کی مقدار ۸۰
ایک یہودی کا عجیب واقعہ 〃
غیر مسلم نادہندوں کے ساتھ سلوک ۸۱
قحط سالی میں قطع ید کی ممانعت ۸۳
حضرت علی کی ایک تحصیل دار کو وصیت ۸۴
جزیہ کے مصارف - وقف ۸۵
کرامۃ الارض ۸۶
عشور ۸۷
فائدہ ۸۸
عشور (کسٹم ڈیوٹی) کی شرعی حیثیت 〃
ضرائب ۸۹
نظامِ مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں بے ہنگم ٹیکسوں کی کوئی گنجائش نہیں ۹۰
اسلام جان اور مال کا تحفظ دیتا ہے ۹۲
فیئ - خمسِ غنیمت - صدقات ۹۳
اموالِ فاضلہ - کانیں ۹۳
دفینے - سواری ٹیکس - ذرائع مواصلات ۹۴
برقیات - سیاحت و زیارت 〃
تجارت - صنعت 〃
کورٹ فیس کی ممانعت ۹۵
گزارہ الاؤنس اور تنخواہ - فوج کی تنخواہ 〃
شیر خوار بچہ کا وظیفہ ۹۶
عمر کے ساتھ بچہ کے وظیفہ میں اضافہ 〃
خلیفہ وقت کو جب کسی بچے کی ولادت کا علم ہوتا، تو وہ درخواست طلب کیے بغیر اس کا وظیفہ جاری کر دیتے ۹۷
میت کا ترکہ وارثوں کے لیے اور اس کے عیال کا خرچ اور واجب الادا قرض حکومت کے ذمہ ۹۸
مقروض کی نمازِ جنازہ ۹۹
علماء و اساتذہ، ائمہ و موذنین اور طلباء علم الدین کے وظائف ۱۰۱
فقراء و مساکین اور بے روزگاروں کے لیے گزارہ الاؤنس ۱۰۲
حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کا حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کو مشورہ دینا 〃

Marfat.com

قرآن مجید پڑھنے پر وظیفہ ۱۰۳
تعلیم قرآن پر تنخواہ ″
تعلیم حدیث پر معاوضہ ۱۰۴
جو علمائے قومی و دینی کاموں پر مامور ہیں ان کی معاشی کفالت حکومت کے ذمہ ہے ″
رشوت کی ممانعت ۱۰۵
ہدیہ علماء کے لیے جائز اور حکام کیلئے ناجائز ۱۰۶
رشوت کی تعریف و حکم ۱۰۷
مجبوری و بے بسی میں رشوت کا مسئلہ ″
ایک شبہ کا ازالہ ″
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل ۱۰۸
سب مال ضرورتمندوں میں بانٹ دیا ۱۰۹
فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ، کا اپنے ایک قریبی رشتہ دار سے برتاؤ ۱۱۰
عمر فاروق کا ایک مسافر عورت کی امداد کو پہنچنا ۱۱۱
فرات کے کنارے پر اگر کوئی اونٹ بھوک سے مر جائے، تو عمر اس کا بھی جوابدہ ہوگا ۱۱۳
اسلامی ریاست کا نصب العین ۱۱۴
حضرت عمر کا رونا ۱۱۵
سونے کے ڈھیر بلا تاخیر تقسیم کر دیے ۱۱۶
بیت المال کی فاضل دولت حضرت معاویہ نے تقسیم کر دی ۱۱۷
بیت المال کی فاضل دولت کے مصارف ۱۱۷
کم دینے والے کو بد دعا ۱۱۸
اسلام کے نظامِ معیشت میں اراضی و زراعت پر نظر ۱۱۹
اراضی کی دو قسمیں ہیں۔ ارضِ مباحہ کی قسمیں ″
نمک وغیرہ کی کانوں اور تیل کے چشموں کا حکم ۱۲۰
بیت المال کی اراضی کی آمدنی کا مصرف ۱۲۱
بیت المال کی اراضی میں سربراہ کے اختیارات ۱۲۲
منافع کی صورتیں ″
ارضِ موات (غیر آباد) کا مسئلہ ۱۲۳
جو زمین آباد کرے، وہی اس کا مالک ہے ″
زمین کو آباد کرنا ضروری ہے خود کرے یا کرائے ۱۲۴
ذاتی ملکیت کا مسئلہ ۱۲۵
اسلام میں جائز طریقے سے تجارت اور سرمایہ کاری کی اجازت ″
غریبوں کا ہمدرد اسلام ۱۲۶
کسی کی جائز کمائی پر ناجائز قبضہ کا مسئلہ ۱۲۷
قومی ملکیت کی اصطلاح بے معنی ہے ۱۲۸
تحدیدِ ملکیت ″
نظامِ وراثت ۱۲۹
اراضی مفتوحہ کی دوسری قسم ۱۳۰
محمد تقی امینی کی ایک غلط فہمی کا ازالہ ۱۳۱

Marfat.com

امام نووی علیہ الرحمۃ کا سلطان مصر لوگوں کی زمینوں کو سرکاری زمینوں کو سرکاری تحویل میں لینے سے منع کرنا ۱۳۴

تقی امینی کی ایک اور خیانت "

زمین کو مزارعت و بٹائی پر دینے کا مسئلہ ۱۳۶

مزارعت میں صاحبین کے قول پر فتویٰ ہے ۱۳۷

مزارعت کی شرطیں ۱۳۸

افادات و مسائل ۱۳۹

اسلام کے نظامِ معیشت میں زراعت کی اہمیت "

کاشت کاری پیشہ حضرت آدم علیہ السلام ۱۴۰

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہل چلایا ۱۴۱

کمائی کے تین اصول ۱۴۲

اس حدیث کی توجیہ کہ ہل ذلت کا باعث ہے ۱۴۳

حدیثِ مذکورہ کا پس منظر ۱۴۴

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا غیب کی خبر دینا کہ کسانوں پر ظلم ہوں گے ۱۴۵

کسانوں پر سوشلسٹوں اور کمیونسٹوں کے بہیمانہ مظالم ۱۴۷

اشتراکی اور سوشلسٹ ملکوں میں مزدوروں اور کسانوں کے ساتھ سلوک ۱۴۸

محنت کشوں کے متعلق اسلام کی رُوح پرور ہدایات ۱۴۹

اوّل ۱۵۰

دوم - سوم - چہارم ۱۵۱

پنجم - ششم ۱۵۲

محنت کش کی مزدوری جلد ادا کرو "

مزدوروں کا منافع میں حصّہ ۱۵۳

ازالہ شُبہ "

زمیندار اور کسان کا مسئلہ ۱۵۵

کاشت کار اور زمیندار کا صحیح مقام "

زمیندار اور کاشت کار برابر کے کاروباری ہیں ۱۵۶

مضارعت میں وارد متعارض حدیثوں میں تطبیق ۱۵۷

آبپاشی ۱۵۸

مُسلمان تین چیزوں میں شریک ہیں ۱۵۹

فالتو پانی نہ بیچنے والا روزِ قیامت خدا کے فضل سے محروم ہوگا ۱۶۱

آبیانہ ۱۶۲

سود کا خاتمہ ۱۶۳

سود برابر ۱۶۴

ازالہ شبہ "

نفع کی شرط سے قرض حرام ۱۶۵

قرض بلا سود کا ثواب "

مجبوری کی صورت میں سود دینا (غیر ملکی قرضے اور سود) "

Marfat.com

فلسفۂ حرمتِ سود	۱۶۶	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حضرت ہند	
مسئلہ سُود میں ایک بنیادی قاعدہ	۱۶۸	زوجہ ابوسفیان کو قرض دینا اور	۱۸۱
ہم جنس کا مطلب	//	حضرت ابوسفیان کا ضامن بننا	
سود سے بچنے کی تدبیر	۱۶۹	حضرت عثمان کا مضاربت پر	
نوعیت کے بدل جانے سے عقد کا حکم بدل جاتا ہے	۱۷۰	ایک شخص کو سرمایہ دینا	۱۸۲
		عوام کی معاشی حالت بہتر بنانے	
سود سے بچنے کی تدبیر	۱۷۲	کے لیے حکومت اور تاجروں کو ہدایت	۱۸۳
دوسری تدبیر۔ تیسری تدبیر	۱۷۳	مروجہ محصول چونگی	//
چوتھی تدبیر۔ پانچویں تدبیر	۱۷۳	حضرت عمر بن عبدالعزیز	
چھٹی تدبیر۔ بینک	۱۷۴	کا محصول چونگی ختم کرنا	//
کوآپریٹو سوسائٹیاں،	۱۷۵	عام حالات میں قیمتوں پر کنٹرول کی ممانعت	۱۸۴
نظامِ مصطفےٰ کا اقتصادی نقشہ	//	خاص حالات میں کنٹرول کی اجازت	//
امدادِ باہمی کے اجتماعی ادارے	۱۷۶	ایک گراں فروش دکاندار کو	
بلاسود بینک کاری	۱۷۷	فاروقِ اعظم کی تنبیہ	۱۸۵
غیر ملکوں سے لین دین	//	افراطِ زر	۱۸۷
بینکوں میں بنیادی تبدیلی	۱۷۸	بیعانہ واپس نہ کرنے کی ممانعت	//
شرکت و مضاربت	۱۷۹	معدوم کی بیع سے ممانعت	۱۸۸
بینکوں کی حیثیت	//	معدوم کی بیع حلال نہیں	۱۸۹
حضرت ابوموسیٰ الشعری (بصرہ کے گورنر) کا دو تاجروں کو بیت المال سے قرض دینا	۱۸۰	جس پر قبضہ نہیں کیا اس کا نفع بھی ممنوع	۱۹۰
		بولی سے بیع کا جواز	//

Marfat.com

بولی میں قیمت کا توازن قائم رہنا چاہیئے ۱۹۱
ملک میں گرانی اور مہنگائی کے بنیادی اسباب ،،
مہنگائی کے دُور کرنے اور معاشرہ کے خوشحال ہونے کی صورت ۱۹۲
بیع باطل اور فاسد ،،
بیع مکروہ - بیع سلم ۱۹۳
عیاشی اور تکلفات سے روک تھام ۱۹۴
عیاشی کرنے والے دو قسم کے لوگ ہیں ۱۹۵
عیاشی سے ممانعت کا ایک قانون فقیہ ۱۹۶
حکومت کے اعلیٰ افسران و عہدیداران کے لیے فاروقِ اعظم کی ہدایات ۱۹۷
گاندھی کی اپنے وزیروں کو ایک اہم نصیحت ،،
معاشی حالت کو سدھارنے کے لیے تین قیمتی اُصول ، ۱۹۸
عزت اسلام سے ہے ۱۹۹
حکومت کے اعلیٰ عہدے کی چار شرطیں ۲۰۰
اتمامِ حجت ۲۰۱
ضمیمہ ۲۰۳
نقد اور اُدھار کی قیمتوں میں فرق ،،
قرض میں کٹوتی (ہنڈی) ۲۰۴
قوتِ خرید میں کمی بیشی اور حکومت کا فرض ۲۰۶
قرض اور شرحِ مبادلہ میں تبدیلی ۲۰۷
قرضوں کی جدید نوعیت ۲۰۸
قرضہ میں شرط ۲۰۹
انشورنس (بیمہ) ۲۱۰
فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کے چار معاشی نکات ۲۱۴

Marfat.com

انتساب

محترم ومکرم جناب سیّد **مشتاق احمد** صاحب

کرنل بخاری مدّت حیاتہم !

جنرل مینجر **پیکو** بادامی باغ

جناب کیپٹن الحاج **عطاء اللہ** خاں مینجر ایڈمنسٹریشن

جناب **معین الدّین** صاحب اسسٹنٹ مینجر

اوران کے رفقاء کرام [redacted] و جمیع ورکرز حضرات !

کے نام

جو نظامِ مصطفیٰ کے نفاذ کے لیے چشم براہ ہیں

جن کی علم و اسلام دوستی نے راقم کو یہ حوصلہ بخشا

جن کی مساعی جمیلہ سے **پیکو** جامع مسجد معرضِ وجود میں آئی ؏

گر قبول افتد زہے عزّ و شرف

طالبِ دُعا

مفتی محمد ابوسعید **غلام سرور** قادری

(ایم۔اے اسلامک لا)

خطیب جامع مسجد پیکو۔ بادامی باغ۔ لاہور

Marfat.com

اظہارِ خیال

استاذ الارشاد، رئیس الخطابۃ، مفکرِ اسلام حضرت علامہ
مولانا سیّد **عبد القادر شاہ** صاحب گیلانی ایم اے،
ایل ایل بی و فاضل مکہ یونیورسٹی، راولپنڈی

باسمہٖ تعالیٰ

ناچیز نے کتاب "معاشیاتِ نظامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم" کے جستہ جستہ عنوانات اور زیرِ بحث مسائل کا مطالعہ کیا۔ قلتِ وقت کے پیشِ نظر بالاستیعاب دیکھنے کی سعادت تو حاصل نہ ہوسکی، تاہم جس جس مسئلہ پر غور کیا، اس میں حضرت مصنف کو دریائے تحقیق کا موجزن پایا۔ حضرت مفتی صاحب قدیم و جدید علوم سے بہ تمام و کمال خبر رکھتے ہیں۔ آپ جہاں دینی علوم میں ایک استاذ الحدیث و استاذ الادب العربی اور ایک مفتیٔ اسلام کا مقام رکھتے ہیں، وہاں معاشی و اقتصادی علوم میں بھی ایک بلند پایہ مفکر اور چوٹی کے محقق کا درجہ بھی رکھتے ہیں، زیرِ مطالعہ کتاب کی بے بہا تحقیقات اس حقیقت کی دلیل وافی ہیں۔ معاشیات جیسے خشک مضمون کو حضرت مصنف نے اپنے طرزِ نگارش اور حسنِ ادا سے بڑا رنگین و حسین اور دلچسپ اور دلربا بنا دیا ہے۔ دورِ حاضر میں جس قدر کتب اسلامی معاشیات کے موضوع پر لکھی گئی ہیں، انہیں اس کتاب کا امتیاز اس کی حسین زبان، فقہی تحقیق اور شرعی موقف و شرعی اصولوں کے میزان پر دورِ حاضر کی معاشیات کو پرکھنا ہے۔

اللہ کریم حضرت مصنف کو توفیق رفیق فرمائے کہ وہ آئندہ بھی اسی طرح کی دینی خدمات اور اپنی بلند پایہ تحقیقات سے مسلمانانِ علم و آگہی کو فیض یاب فرماتے رہیں۔ آمین۔ فقط۔

عاجز سیّد عبد القادر علائی ایم اے ایل ایل بی فاضل
مکہ یونیورسٹی خطیب (راولپنڈی چھاؤنی)

Marfat.com

تقدیم

مسلمان بھائیو! سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کے جورِ پیہمانہ کے زخم خوردہ دوستو! پُرفریب نعروں کے پیچھے مت جاؤ۔ آپ نے کبھی سوچا کہ سونے کے چمچوں سے کھانے، ہزاروں روپوں کی شراب نوشِ جاں کرنے اور شیش محلوں میں استراحت و آرام سے زندگی گزارنے والے، آپ سے ہمدردی کا نعرہ لگانے میں مخلص ہو سکتے ہیں ؎

قدرِ انسانیت وہ کیا جانیں
جو کتوں سے پیار کرتے ہیں

کیا یہ حقیقت بھی محلِ شک ہو سکتی ہے کہ آپ کے دکھوں کا علاج کارل مارکس اور لینن کے نظریات نہیں۔ کتابِ الٰہی اور سنتِ سیّد المرسلین ہے۔ آپ کے زخموں کا مرہم ماسکو پیکنگ اور واشنگٹن میں نہیں۔ گنبدِ خضرا کے سایۂ رحمت میں ہے۔

آپ کی غربت و افلاس اور فاقہ کی دوا دشمنانِ اسلام کے ساختہ کیپٹل ازم سوشل ازم اور کمیونزم نہیں، خالقِ حقیقی کا دیا ہوا نظام "نظامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم" ہے۔

اور کیا یہ حقیقتِ مسلمہ نہیں کہ یہ نظام ہمہ گیر بھی ہے اور فطری بھی جو ہر دور میں ہر انسان کے لیے مکمل ضابطہ حیات ہے۔

ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے اپنے دل کی کہیے کہ جب یہ حقیقت شک و شبہ سے بالا اور مسلّمہ ہے، تو مغرب کی تہذیب اور دشمنانِ اسلام کے بین الاقوامی

Marfat.com

وسیع پروپیگنڈے سے متاثر ہوکر اسلامی تعلیمات سے ہمارے دُور ہونے کا کوئی جواز باقی رہ جاتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

اگر ہم میں عقل وشعور کے نام کی کوئی چیز موجود ہے، تو ہمیں اس حقیقت کا اعتراف ویقین کرنا پڑے گا کہ یہ جو ہم اقوامِ عالم میں اپنا مقامِ جہانبانی وجہانگیری کھوکر مسلسل آلام ومصائب سے دوچار ہوتے جارہے ہیں، اس کا واحد سبب یہ ہے کہ ہم نظامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے روگردانی کرکے یورپ کے باطل اور بیہودہ نظریۂ حیات کے تابع ہوچکے ہیں ؎

یُورپ کی غلامی پہ رضامند ہوا تو !!
مجھ کو تو گلہ تجھ سے ہے یورپ سے نہیں

نظامِ مُصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا مطالعہ

آیئے! نظامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا مطالعہ کیجیے کہ آپکو از خود محسوس ہوتا چلا جائے گا کہ نظامِ مصطفےٰ کا شفقت بھرا ہاتھ آپ کی مشکلات ومصائب کی نبض کی رفتار پر پوری طرح حاوی ہے۔

جب نظامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا عادلانہ طرزِ عمل اور مساواتِ محمدی کا منصفانہ طور وطریقہ جاری ونافذ ہوگا، تو ہمارا چمنِ حیات جو مطلق العنان آمروں کی ذاتی اغراض اور ہوس پرستی سے پژمردہ ہوچکا ہے کِھل اٹھے اور پُربہار ہوجائے گا۔

ظلم وستم اور افلاس وفاقہ کے گھٹاٹوپ اندھیروں میں بلبلا اُٹھنے والو!
نظامِ مصطفےٰ کے دامنِ رحمت کو مضبوطی سے تھامو۔ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ پر عمل کرتے ہوئے اس کی پناہ میں آجاؤ، جہاں آپ روشنی ہی روشنی دیکھیں گے۔

Marfat.com

انصاف کی روشنی، تحفظِ حقوقِ انسانی کی روشنی، امن و اخوت، باہمی انس و اُلفت اور محمود و ایاز کو ایک صف میں لاکر کھڑا کرنے والی مساواتِ حقیقی کی روشنی سے

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز

پیارے بھائیو! حالاتِ حاضرہ کا مطالعہ تو کرو، آنکھیں کھول کر تو دیکھو، روس میں انسانیت دم توڑ رہی ہے۔ محنت کشوں، کسانوں اور کاشتکاروں سے کولہو کے بیل کی طرح سلوک کیا جا رہا ہے۔ تنقید و احتجاج کی زبان پر مُہرِ سکوت لگا دی گئی ہے، وہاں کے باسیوں کا حال تو معلوم کرو کہ ڈکٹیٹروں کی ڈکٹیٹرشپ نے انہیں دل کی بات کہنے کے فطری حق سے محروم کر دیا ہے۔ وہ انسان نما جانور بنا دیے گئے ہیں۔ دُور کیوں جاتے ہیں نام نہاد اسلامی ملک عراق کا حال دیکھیے، جہاں سوشلزم اور کمیونزم کا منحوس سایہ پڑا ہے، جس سے وہاں کے باشندوں کی حالتِ زار ہمارے لیے تازیانۂ عبرت سے کم نہیں ہے۔ کیا دیکھا نہیں، سُنا نہیں؟

خدارا! آیئے اپنے خالقِ حقیقی کو پہچانیے۔ اس کے دیے ہوئے ضابطۂ حیات یعنی نظامِ مصطفےٰ کو اپنا کر ظاہری و معنوی جہانگیری کا لطف اُٹھایئے۔

اس نظام کو اپنائے بغیر ہماری معاشی اور معاشرتی زندگی کبھی نہیں سدھر سکتی، البتہ اس کے برعکس بے دینوں کا پنجۂ استبداد اپنی ظالم گرفت میں لے کر ہمیں دَر دَر کا محتاج کر کے رکھ دے گا ؎

اپنے رازق کو نہ پہچانے تو محتاجِ ملوک
اور پہچانے تو ہیں تیرے گدا دارا و جم

کفر ملّتِ واحدہ۔ ایک حقیقتِ مسلّمہ

آج بمطابق الکفر ملّۃ واحدۃ غیر مسلم اقوام

Marfat.com

اندرونِ خانہ اسلام کے خلاف گٹھ جوڑ کر کے اسلام کے خلاف سازشوں میں مصروف، نظامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو روکنے اور مٹانے کے درپے ہیں۔ اہلِ کفر کو نظامِ مصطفےٰ صلی اللہ وسلم سے زبردست خطرہ ہے، وہ آپس میں مشورے کرتے اور کہتے ہیں ؎

اُلحذر آئینِ پیغمبر سے سو بار اُلحذر — حافظِ ناموسِ زن، مرد آزما مرد آفریں
چشمِ عالم سے رہے پوشیدہ یہ آئین تو خوب — یہ غنیمت کہ خود مومن ہے محرومِ یقیں
توڑ ڈالیں جس کی تکبیریں طلسمِ شش جہات — ہو نہ روشن اس خدا اندیش کی تاریک رات
تم اسے بیگانہ رکھو عالمِ کردار سے — تا بساطِ زندگی میں اس کے سب مہرے ہوں مات
مست رکھو ذکر و فکرِ صبحگاہی میں اسے
پختہ تر کر دو مزاجِ خانقاہی میں اسے (اقبال)

سرزمینِ پاکستان میں غیر مسلم اقوام کے ایجنٹوں کا سوشلزم کا نعرہ لگانا اور نظامِ مصطفےٰ پر کھلی تنقید کرنا اسی سازش کی ایک کڑی ہے۔ روٹی، کپڑے اور مکان کی پُرفریب اور مکارانہ صدا نظامِ مصطفےٰ کو روکنے کی ایک مکروہ کوشش ہے۔

رُوحِ سیّد الشہداء وادیٔ کربلا سے پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ یزید صفت سراپا ظلم و ستم اور شرابی قیادت کا ساتھ دینے کی بجائے نور و صداقت کے حامل نظامِ مصطفےٰ کے نفاذ اور مقامِ مصطفےٰ کے تحفظ میں تن من اور دھن کی بازی لگانے، امامِ اعظم حضرت ابوحنیفہ و حضرت مجدد الف ثانی اور امام احمد رضا بریلوی رضی اللہ عنہم کی جرأت کا مظاہرہ کرنے والوں کا ساتھ دیجیے، ایسی کٹھن گھڑی میں خانقاہوں میں آرام سے بیٹھ جانا رہبانیت کے سوا کچھ نہیں، جسے پیغمبرِ اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے "لا رھبانیۃ فی الاسلام" فرما کر ممنوع ٹھہرا دیا ہے ؎

نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسمِ شبیری — کہ فقرِ خانقاہی ہے فقط اندوہ و دلگیری

Marfat.com

تیرے دین و ادب سے آرہی ہے بُوئے رہبانی — یہی ہے مرنے والی اُمتوں کا عالمِ پیری
اے پیرِ حرم رسم و رہِ خانقاہی چھوڑ — مقصود سمجھ میری نوائے سحری کا
اللہ رکھّے تیرے جوانوں کو سلامت — دے ان کو سبق خود شکنی خود نگری کا

اگر آپ نے حق و باطل کے اس معرکہ میں حق کا علانیہ ساتھ نہ دیا، تو پھر کہنے والے کہیں گے ؎

شہری ہو دیہاتی ہو مسلمان ہے سادہ — مانندِ بتاں پُجتے ہیں کعبے کے برہمن
میراث میں آئی ہے انہیں مسندِ ارشاد — زاغوں کے تصرّف میں عقابوں کے نشیمن

اسلام آزاد؟

مجاہدینِ اسلام! نام نہاد دانشور کہتے ہیں کہ جہاں اسلام کی عبادات پر عمل کرنے کی آزادی ہو، اور حکومتِ وقت کی پابندی نہ ہو، وہاں اسلام آزاد ہے، اور وہ حکومت جائز و صحیح ہوتی ہے اور اس حکومت کی اطاعت ضروری اور اس کے خلاف حرفِ احتجاج زبان پر لانا ناروا ہے، مگر یہ غلط ہے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ کیا انگریزوں کے دور میں نماز و روزہ پر کوئی پابندی تھی کہ ایک علیحدہ مملکت کے حصول کی ضرورت محسوس ہوئی یا اب ہندوستان میں مسلمانوں پر نماز و روزہ کی کوئی پابندی عائد ہے؟ ہرگز نہیں۔ درحقیقت اسلام کی آزادی اس کے آئین و قانون (قرآن و سنّت) کی حکمرانی کا نام ہے جس خطۂ ارض پر اللہ تعالیٰ کی حاکمیت، یعنی نظامِ مصطفےٰ[1] و آئین پیغمبر علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کا راج نہیں، وہاں اسلام آزاد نہیں، بلکہ اسے شیطان کا ہی راج کہا جائے گا، اسے آزادی نہیں غلامی کہنا ہوگا ؎

مسلماں کو جو مسجد میں ہے سجدے کی اجازت
ناداں یہ سمجھتے ہیں کہ اسلام ہے آزاد

---

[1] بہ تغییرِ یسیر

Marfat.com

سیاست اور علماء

سیاست لوگوں کو ایسے راستہ کی نشان دہی کرنے کا نام ہے جس پر چلنے سے ان کی دُنیا و آخرت سنور جائے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ علماء کو سیاست سے کیا تعلق ہے یہ تو امامت و خطابت ہی کرتے رہیں۔ نظامِ حکومت میں کوئی دخل نہ دیں حکمران جانیں اور ان کا کام، علماء کو صرف عبادات کا شعبہ سنبھال لینا چاہیئے۔

ہماری رائے میں یہ شیطانی وسوسہ اور یزیدی خیال ہے۔ یزید نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ، سے بھی یہی کہا تھا، مگر آپ نے وادیٔ کربلا میں اپنی اور اپنے کنبے کی قربانی دے کر یہ ثابت کر دیا کہ نہ تو میرے جدِ امجد صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم نے دین و سیاست کو ایک دوسرے سے جدا کیا اور نہ ہی میں ایسا کرنے کی اجازت دوں گا ؎

جلالِ بادشاہی ہو کہ جمہوری تماشہ ہو !!
جُدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

صحیح بخاری میں ہے کہ بنی اسرائیل کے انبیاء علیہم السلام انہیں سیاست کی تعلیم دیا کرتے[له] اور فرمایا کہ میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے مانند ہیں۔ اس حدیث میں لطیف اشارہ ہے کہ میری امت کے علماء پر اس بات کی ذمہ داری ہو گی کہ وہ میری امت کو سیاست کی تعلیم دیں (الحدیث) لیکن یہ کیسی سیاست؟ قول و فعل میں یکسانیت کی سیاست، حق کی سیاست، ایسی سیاست جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، خلفائے راشدین اور سلاطین اسلام و اسلاف کا شعار رہی جس کی ہیبت و عظمت سے اہلِ کفر و دشمنانِ اسلام لرزہ براندام ہوئے، جس کے نورِ صداقت سے لاینحل عقدے حل ہو کر رہ گئے ؎

جس نے ٹھنڈا کیا آتشکدۂ ایراں کو
جس نے پھر زندہ کیا تذکرۂ یزداں کو

له مشکوٰۃ [illegible]

Marfat.com

سرمایہ داروں سے

یہ امر تو قطعی ہے کہ سرمایہ دارانہ ظالمانہ نظام اب تادیر نہیں چلے گا۔ اب یہ اپنی موت مرکر رہے گا۔ اب اسلامی نظام ہی آئے گا یا پھر خدانخواستہ سوشلزم اور کمیونزم۔ اب یہ سرمایہ داروں کا کام ہے کہ وہ ٹھنڈے دل سے سوچیں کہ وہ اپنے مرض کا علاج اس حکیم حاذق و طبیب ماہر سے کرانا چاہتے ہیں جو خدا ترس بھی ہے اور اپنے فن علاج میں نہایت ماہر بھی۔ یا وہ اپنے آپ کو اس نیم حکیم خطرۂ جاں کے سپرد کرنا چاہتے ہیں جو سنگدل بھی ہے اور اناڑی بھی۔ سرمایہ داروں کو اب دوٹوک فیصلہ کرنا ہوگا کہ وہ اپنے مسائل کا حل اس نظام سے کرانا چاہتے ہیں جو عدل و انصاف کا علمبردار ہے یا اس نظام کے ذریعے جو خونخوار اور خنجر بدست ہے۔ اگر دولت مند سرمایہ دار اپنے اور اپنے اہل و عیال کے دشمن نہیں، تو اسلام کے تجویز کردہ نظام، نظامِ معیشت کو رضا کارانہ طور پر اختیار کرکے اپنی دنیا و آخرت سنوار لینا چاہیئے۔ اگر وہ اس کے لیے تیار نہیں، تو انہیں پھر ایسے نظام کو قبول کرنا ہوگا جو اپنی پیاس انسانی خون سے بجھاتا ہے۔ وہ نظام جو صرف مال ہی نہیں، بلکہ جان بھی لیتا ہے اور عزّت و رزق بھی لوٹ لیتا ہے۔

عوام سے حرفِ آخر

عوام سے حرفِ آخر کے طور پر گزارش ہے کہ وہ بھی غور کرلیں کہ کیا وہ اس نظام کو قبول کرنا چاہتے ہیں جو انہیں خود داری و آزادی اور رزق کا تحفظ دیتا ہے اور ان کے معاشی مسائل بھی بڑی خوش اسلوبی و کرم نوازی سے حل کرتا ہے یا اس نظام کو جو خود داری کو مجروح اور آزادی کو سلب کرکے ان کے خون کو نہایت بے قیمت کرتا ہے اور روٹی بھی اس قدر ڈالتا ہے کہ پیٹ بھی نہ بھرے اور سر چھپانے کو جگہ تو دیتا ہے، مگر قبر سے بھی تنگ۔

Marfat.com

اُمید ہے کہ مسلمان ایک امّتیٔ نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلّم ہونے کی لاج رکھتے ہوئے نہ صرف نظامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم کو قبول کرلیں گے، بلکہ اس کے نفاذ و ترویج میں کسی لوم ملام کے خوف و خطر کے بغیر بھرپور حصّہ لیں گے اور اس کے لیے اپنے تمام وسائل و خدمات وقف کردیں گے ؎

نہ از ساقی نہ از پیمانہ گفتم　　حدیثِ عشق بے باکانہ گفتم
شنیدم آنچہ از پاکانِ اُمّت　　ترا با شوخیٔ رندانہ گفتم

؎ وقتِ فرصت کہاں کام ابھی باقی ہے
نورِ توحید کا اتمام ابھی باقی ہے

(نوٹ)، یہ نہایت ہی باعثِ مسرت بات ہے کہ جناب جنرل محمد ضیاء الحق صاحب چیف مارشل لا ایڈمنسٹریٹر پاکستان نے نظامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم کے نفاذ کے لیے راستہ ہموار کرنا شروع کردیا ہے اور عدالتوں کو غیر اسلامی قانون کو ختم کرنے کی ہدایت فرما کر اسلام کی سچّی محبّت کا ثبوت دیا ہے۔ ہم انہیں تہِ دل سے مبارک باد پیش کرتے اور اپنی طرف سے ہر خدمت و تعاون کا یقین دلاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں مزید خدمتِ اسلام کی مزید توفیق بخشے۔ آمین۔ فقط۔

محتاجِ دُعا
مفتی محمد ابوسعید غلام سرور قادری
ایم۔ اے۔ اسلامک لا۔ لاہور

Marfat.com

آغاز

کبھی اے نوجواں مُسلم تدبّر بھی کیا تو نے
وہ کیا گردُوں تھا تو جسکا ہے اک ٹوٹا ہوا تارا
غضب میں کیا کہوں تجھ سے وہ صحرانشیں کیا تھے
جہانگیر و جہاندار و جہاں بان و جہاں آرا

گنوا دی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی
ثریا سے زمیں پر آسماں نے ہم کو دے مارا

Marfat.com

موجودہ معاشی ناہمواری اسلام کی نظر میں

انسانوں کے درمیان اس قدر معاشی ناہمواری جو آج موجود ہے، اسلام کی نظر میں لائق برداشت نہیں، البتہ لوگوں میں اس حد تک معاشی فرق ایک فطری بات ہے کہ کسی طرح بھی اجتماعی زندگی انفرادیت کی تیغ سے گھائل نہ ہونے پائے اور عوام کی فلاح و بہبود کسی صورت میں بھی چند افراد یا ایک مخصوص طبقے کی اغراض کے تابع ہو کر نہ رہ جائے۔

رزق کی وسعت و تنگی بلاشبہ خدا تعالیٰ کے دستِ قدرت میں ہے۔ مالی اور معاشی اعتبار سے اس قدر تفاوت کہ کوئی محروم معیشت نہ ہو، مگر کوئی اعلیٰ اور کوئی ادنیٰ ہو یہ از کرشمہ ہائے قدرت ہے ؎

ہر ایک چیز سے پیدا خدا کی قدرت ہے
کوئی بڑا، کوئی چھوٹا یہ اس کی حکمت ہے

اس سلسلے میں ارشاداتِ الٰہیہ ملاحظہ ہوں :

اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاءُ وَيَقْدِرُ ط — اور اللہ جس کے لیے چاہے روزی کشادہ اور تنگ کرتا ہے۔

وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ (رعد) — اور اللہ نے تمہیں رزق میں ایک دوسرے پر فضیلت دی ہے۔

مندرجہ بالا ارشاداتِ الٰہیہ سے اس بات پر پوری طرح روشنی پڑتی ہے کہ مال و

Marfat.com

دولت میں معمولی تفاوت ایک فطرتی اور قدرتی بات ہے اور یہ خدا تعالیٰ کی تکوینی مصلحتوں پر مبنی ہے۔

بے تحاشہ معاشی خوشحالی

سب کے لیے بے تحاشہ خوشحالی خدا تعالیٰ کی مصلحتِ تکوینیہ کے خلاف ہے؛ چنانچہ ارشاد ہے:

وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ وَلٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ ط اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ ۝ (شوریٰ)

اور اللہ اگر اپنے سب بندوں کے لیے رزق فراخ کر دیتا، تو وہ روئے زمین پر سرکشی کرنے لگتے، لیکن وہ جتنا چاہتا ہے، مناسب اندازے سے اتارتا ہے، وہ اپنے بندوں سے باخبر اور انہیں دیکھتا ہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی مصلحتوں، صلاحیتوں اور استعدادوں کو جانتا ہے، ان کے احوال و اعمال پر نظر رکھتا ہے اور ہر بندے کو اس کے ظرف و ضرورت اور مصلحت کی مناسبت سے رزق دیتا ہے اور وہ اگر سب کو بے تحاشہ خوشحال کر دے تو وہ کفر و نافرمانی میں مبتلا ہو جائیں اور ان میں ایسا تصادم ہو کہ کسی کے کسی سے دبنے کی کوئی باقی نہ رہے ؎

یہ امتیازِ رفعت و پستی اسی سے ہے!
گل میں مہک شراب میں مستی اسی سے ہے

غرضیکہ بندوں کے درمیان ظلم و استیصال کے بغیر رزق و معاش کا معمولی تفاوت عین حکمتِ ایزدی پر مبنی ہے۔ اسے دنیا کی کوئی طاقت ختم نہیں کر سکتی۔ یہاں تک کہ اشتراکی و کمیونسٹ بھی اسی فطری تفاوت کو مٹانے میں ناکام ہو چکے ہیں۔

لیکن ان کا نعرۂ مساوات محض فریب اور حصولِ اقتدار کے لیے ہوتا ہے، تاکہ

52865

Marfat.com

بے چارے بے شعور لوگ ان کے دامِ فریب میں آکر ہمیشہ کے لیے ان کی غلامی میں آجائیں اور یہ حقیقت ہر اس شخص پر روزِ روشن کی طرح واضح ہے جسے خدا تعالیٰ نے ضیاءِ شعور بخشی ہے ؎

خداوندا ہم کو ضیائے شعور دے
چشمِ خرد کو اپنی تجلّی سے نور دے

موجودہ معاشی ناہمواری کا ذمّہ دار کون ؟

(ا) ملکی نظامِ حکومت جو سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کے ہاتھ رہا ہے۔

(ب) عدم مساوات یعنی موجودہ معاشی ناہمواری کا ذمّہ دار غیر اسلامی معاشرہ ہے۔ یہ ناہمواری رسوائے زمانہ سرمایہ داری نظام کا شاخسانہ ہے جو اس وقت برطانیہ، فرانس اور امریکہ وغیرہ میں رائج ہے۔ اس آمرانہ نظام کے کل پُرزوں نے معاشی نظام میں وہ سنگینی پیدا کر دی ہے کہ ملک کی اسّی فیصد دولت چند ہاتھوں میں چلی گئی ہے، اور باقی ساری آبادی کو معاشی بدحالی کے عمیق گڑھے میں پھینک دیا گیا ہے۔ اس طرح سے اسّی فیصد آبادی کا ہر فرد افلاس و غربت کے جال میں پھنسا ہوا ہے ؎

قیدی ہوں اور قفس کو چمن جانتا ہوں میں
غربت کے غمکدے کو وطن جانتا ہوں میں

ایک طرف تو بڑے بڑے زمیندار اور جاگیردار ہیں جن کے پاس اتنی اراضی ہے کہ ان سے سنبھالی نہیں جاتی۔ ان کے کتّے دودھ پیتے اور مرغ و بٹیر تک کے گوشت سے پلتے ہیں اور دوسری طرف ایسے مزارعین، کسان اور کاشتکار ہیں جو زمین کو ترس رہے ہیں۔ یہ لوگ زمینداروں اور جاگیرداروں کے استیصال کا شکار ہیں۔ ان کے بچّوں کو دودھ اور گوشت تو کجا ٹھنڈا پانی اور تازہ روٹی بھی نصیب نہیں ہوتی۔ اسی طرح ایک طرف

Marfat.com

تو بڑے بڑے کارخانہ دار، صنعت کار اور سیٹھ صاحبان ہیں جن کی ماہانہ آمدنی لاکھوں روپوں سے متجاوز ہے اور دوسری طرف وہ بدقسمت مزدور کم آمدنی والے لوگ ہیں جنہیں ضروریاتِ زندگی تک میسّر نہیں اور وہ معاشی الجھن کے بھنور میں ایسے پھنسے ہوئے ہیں کہ خوشحالی کی اس منزل کا کوئی نشان نہیں دیکھ پاتے جس کے اشتیاق میں انہوں نے ۱۹۷۰ء میں سفر کا آغاز کیا تھا ؎

منزل کا اشتیاق ہے گم کردہ راہ ہوں
اے شمع ! میں اسیرِ فریبِ نگاہ ہوں

اور ایک طرف تو ایسے افسران حکام عالی مقام ہیں جو ماہانہ تنخواہوں، الاؤنسوں اور رہائش گاہوں کی صورت میں قومی خزانے سے ہزاروں روپے پا رہے ہیں اور دوسری طرف وہ ادنیٰ ملازمین ہیں جن کی ماہانہ تنخواہیں ان کی روزمرہ کی ضروریات تک کے لیے ناکافی ہیں۔!

مزید برآں سیاسی رشوتوں، روٹ پرمٹوں، ایمپورٹ لائسنسوں، اراضی کے عطیات یعنی جاگیر بخشیوں، صنعتی اجارہ داریوں اور مصنوعی تحفظات نے سرمایہ داروں کی سرمایہ داری اور دولت مندوں کی دولت میں مزید اضافہ کیا ہے اور دوسری طرف ناجائز گرانیوں اور رشوت ستانیوں نے ملک بھر کے عوام کی کمر ہمت توڑ کر ان کی آرزوؤں کا خون کر کے رکھ دیا ہے ؎

آرزوں کے خون سے رنگیں ہے دل کی داستاں
انساں سراپا اضطراب، انتشار و پُر فغاں

سرمایہ دارانہ نظام کے مخالف سوشلسٹوں کی حکومت نے بھی ملک و عوام کو جس طرح مصیبت سے دوچار کیا، اس سے ملک کے غریب عوام ایک اور خطرناک معاشی بحران میں پھنس کر رہ گئے، بلکہ ان کی زندگی جانوروں کی سی ہو کر رہ گئی ؎

Marfat.com

بھٹکنے والے مسافر عجب یہ بستی ہے
جو اُوج ایک کا ہے، دوسرے کی پستی ہے

آخر عوام کو اس بات کا شدّت سے احساس ہو گیا ہے کہ یہ معاشی ناہمواری یعنی یہ فرعون سامانی اور فاقہ کشی، خدا تعالیٰ کی مرضی و پسند پر ہرگز مبنی نہیں ہے، بلکہ یہ غیر اسلامی معاشرہ کا نتیجہ ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے :

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ	خشکی اور تری میں فساد پھیل گیا
بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ	لوگوں کے اپنے کرتوت سے۔ ان کو اپنے
بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ	کرتوت کا مزا چکھنا چاہیئے تاکہ وہ حق کی
يَرْجِعُونَ ۝ (روم)	طرف لوٹیں۔

غرضیکہ اسلام کے معاشی نظام میں زمیندار اور مزارع اور صنعت کار و مزدور کی طبقاتی جنگ کی کوئی گنجائش نہیں اور نہ ہی اسلام کے معاشی نظام میں اس غیر فطری اونچ نیچ کا کوئی تصور ہے کہ ایک طبقہ بے پناہ سرمایہ و دولت کا مالک ہو جائے اور دوسرا (ملک کی آبادی کا اسّی فیصد طبقہ) فقر و فاقہ کا شکار ہو کر ذلّت و رسوائی کی زندگی گزارنے پر مجبور ہو، بلکہ اسلام کا معاشی نظام لوگوں کو معاش کے سلسلے میں مساوی حقوق دے کر انہیں طبقاتیت کی کش مکش سے بالاتر کر کے ان میں اخوت و محبت کی فضا پیدا کرتا ہے۔ نتیجۃً وہ صرف خوشحالی ہی نہیں، بلکہ نفسی نفسی اور ہوس پرستی سے بھی پاک ہو کر آپس میں بھائی بھائی ہو جاتے ہیں ؎

ہوس نے کر دیا ہے ٹکڑے ٹکڑے نوعِ انساں کو
اخوّت کا بیاں ہو جا، محبت کی زباں ہو جا

اسلام کے معاشی نظام کی خوبیوں کا ایک اجمالی خاکہ

Marfat.com

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلافتِ راشدہ کے ادوار سراپا انوار میں عام خوش حالی کا یہ عالم تھا کہ مسلم و کافر، مومن، مشرک، مرد و عورت چھوٹے اور بڑے کو امتیاز کیے بغیر امن و سکون کی ایسی زندگی کی میسر تھی کہ لوگ صدقات کے مال کو لیے لیے پھرتے تھے، مگر اسے قبول کرنے والا کوئی نہیں ہوتا تھا۔ (البدایہ والنہایہ، ج ۵ ص ۶۴)

یمن میں ایک بھی مفلس نہ رہا

عمرو بن شعیب سے روایت ہے کہ جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجا وہ جند میں رہے، حتیٰ کہ خلافتِ صدیقیہ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ، کے تحت خلافت پر متمکن ہونے کے بعد واپس آئے، تو حضرت عمر نے بھی انہیں واپس سابقہ خدمات پر بھیج دیا، تو ایک مرتبہ حضرت معاذ نے حضرت عمر کے پاس (مرکز کو) یمن کی زکوٰۃ کا تیسرا حصہ بھیجا۔ حضرت عمر نے اعتراض کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے تمہیں مال جمع کرنے یا زکوٰۃ و جزیہ وصول کرنے کو نہیں بھیجا تھا، بلکہ اس لیے کہ وہاں کے امیروں سے لے کر (مرکز کو بھیجنے کی بجائے) وہاں کے ہی ضرورت مندوں میں بانٹو۔

اس پر حضرت معاذ نے جواب دیا کہ میں نے آپ کے ہاں کوئی ایسی چیز نہیں بھیجی جسے وصول کرنے والا یہاں موجود ہو، پھر اگلے سال آدھی زکوٰۃ بھیجی، پھر حضرت عمر اور حضرت معاذ میں حسبِ سابق گفتگو ہوئی اور تیسرے سال کے بعد یمن کی ساری زکوٰۃ مدینہ آگئی۔ حضرت عمر نے وہی بات کہی، تو حضرت معاذ نے جواب دیا کہ یہاں یمن میں ایک ضرورت مند بھی نہیں ملتا، جو مجھ سے صدقہ و زکوٰۃ لینے والا ہو۔

(کتاب الاموال ص ۳۷۸۔ ج ۲)

یعنی سب خوش حال تھے، کیونکہ اسلام کا معاشی نظام ایک ایسا فطری اور بہتر نظام ہے جس میں قدیم و جدید اور مذہبی و عقلی نظاموں کے تمام محاسن و خوبیاں بہ تمام و کمال

Marfat.com

موجود ہیں اور ہر طرح کے نقص وعیب سے بالکل خالی، بلکہ ہر طرح کے معاشی مسموم اثرات کا بے نظیر علاج ہے کہ یہ نظام کسی انسان کے فکر وعمل کی اختراع نہیں جو اس میں باہمی انتقام یا طبقاتی منافرت جیسی کمزوریوں کا عنصر ملحوظ رکھا گیا ہو، بلکہ یہ نظام خالقِ کائنات کی حسین وجمیل تخلیق وترتیب ہے جو ہمہ گیر اور ہر طرح کی موجودہ و متوقع ارتقائیت پر حاوی ہے اور ہوگا۔ جس کے بارے میں دنیا کے اہلِ انصاف فیصلہ دے چکے ہیں کہ اگر معاشی مسائل کا کوئی صحیح حل ہے، تو وہ صرف اور صرف اسلام ہے جیسے دشمنانِ اسلام کی طرف سے رجعت پسندی کے طعنے کے ڈر سے مسلمانوں نے چھوڑا ہوا ہے ؎

جنہیں حقیر سمجھ کر بجھا دیا، تو نے
وہی چراغ جلیں گے، تو روشنی ہوگی

اسلام کے معاشی اصول، قرآن کی روشنی میں

قرآن کریم نے اپنی روشن کے مطابق عبادات، معاملات وسیاسیات اور زندگی کے دوسرے شعبوں سے متعلقہ مسائل کی طرح معاشی مسائل کو بھی اصولی اور کلیاتی انداز میں معجزانہ اختصار و جارحیت کے ساتھ بیان کر کے ان کی تفسیر وتشریح لتبیّنہ، للنّاس اور الذی یستنطونہ، کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان اور فقہاء کرام کے اجتہاد واستنباط کے سپرد کر دیا گیا۔

معاشی حقوق میں سب برابر ہیں

معاشیات سے متعلق قرآن کریم نے جن بنیادی اصولوں پر روشنی ڈالی ہے، وہ یہ ہیں:

۱۔ رزق ومعاش حقیقت میں صرف اللہ تعالیٰ کے دستِ قدرت میں ہے، وہ ہر

Marfat.com

فرد کے رزق و معاش کا ذمہ دار ہے، البتہ درجاتِ رزق میں تفاوت ایک امرِ مسلّم ہے۔

قرآن کریم کے حسبِ ہدایت کوئی فرد بھی رزق و معاش سے محروم نہ ہو، کیونکہ حقوق معاش میں سب کے سب برابر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کسی کو بھی کسی کے حقِ معاش میں دخل انداز ہونے کا حق نہیں دیا۔ اس سلسلہ میں چند آیاتِ الٰہیہ ملاحظہ فرمائیں:

(۱) وَفِی السَّمَآءِ رِزْقُکُمْ وَ مَا تُوْعَدُوْنَ (ذاریات)

تمہارا رزق اور جس چیز کا تم سے وعدہ کیا گیا آسمان میں (خدا کے ذمہ) ہے۔

(۲) هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَکُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا (بقرہ)

اللہ وہ ذات ہے جس نے تمہارے لیے وہ سب کچھ بنایا جو زمین میں ہے۔

(۳) وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَکُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُکُمْ وَ اِیَّاهُمْ (انعام)

افلاس اور تنگی کی وجہ سے اپنی اولاد کو نہ مار ڈالا کرو، ہم ہی تمہیں اور انہیں روزی دیتے ہیں۔

(۴) وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰهِ رِزْقُهَا۔ (ھود)

زمین پر چلنے والے ہر جاندار کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔

(۵) وَجَعَلْنَا لَکُمْ فِیْهَا مَعَایِشَ وَمَنْ لَّسْتُمْ لَهٗ بِرَازِقِیْنَ (حجر)

اور تمہارے لیے اور ان کے لیے جنہیں تم روزی نہیں دیتے، ہم نے زمین میں معیشت کے سامان بنا رکھے ہیں

(۶) وَقَدَّرَ فِیْهَآ اَقْوَاتَهَا فِیْٓ اَرْبَعَةِ اَیَّامٍ سَوَآءً لِّلسَّآئِلِیْنَ۔ (حٰمٓ سجدہ)

اور اللہ نے زمین میں اہلِ زمین کی روزیاں چار دن کے اندر مقرر فرمائیں سب حاجت مندوں کیلئے برابر۔

۶ کا ترجمہ اس احتمال کی بنا پر ہے کہ سواءً بمعنی مستویۃً ضمیر سے حال ہو اور للسائلین اس سے متعلق ہو یا سواءً بمعنی مستوٍ مبتدائے محذوف کی خبر ہو، چنانچہ رُوح المعانی میں ہے:

Marfat.com

وَقِیلَ متعلقٌ بِسَوَاءً عَلیٰ اِنَّہٗ، حال مِنَ الضَّمِیرِ وَالمعنیٰ مستویۃً مہیاۃً لِلمُحتَاجِینَ اِلَیہِ وَنفعُھا مستوٍ مہیا للمحتاجین الیہ مِنَ البَشَر (ج ۹۰/۲۴ ص)

اور کہا گیا ہے کہ للسائلین کا تعلق سواء کے ساتھ ہے۔ بنا بریں کہ یہ ضمیر سے حال ہو اور معنی ہو گا کہ روزیاں حاجتمندوں کے لیے برابر تیار کی گئی ہیں اور ان کا نفع سب حاجتمند انسانوں کے لیے برابر مہیا (تیار) کیا گیا ہے۔

فائدہ واضح ہو کہ یہاں برابر سے مراد نفس حقوقِ معاش میں برابری ہے۔ درجات میں نہیں تاکہ تفاضل فی الرزق والی آیات سے تعارض نہ ہو۔

غرضیکہ آیاتِ بالا سطورہ میں تمام لوگوں کے درمیان خواہ مسلمان ہوں یا کافر، حقِ معیشت میں مساوات کا جس قدر صاف اور صریح بیان ہے، وہ کسی عقلمند اور اہل علم سے پوشیدہ نہیں ؎

اے کریمے کہ از خزانۂ غیب | گبر و ترسا وظیفہ خور داری
دوستاں را کجا کنی محروم | تو کہ با دشمناں نظر داری

سب کو برابر حقوقِ معاش فراہم کرنا سربراہ مملکت کی ذمہ داری ہے

عالمِ تشریع میں خدا تعالیٰ کے اس مقصدِ عظیم کی تکمیل کا ذمہ دار خلیفۂ وقت اور سربراہ مملکت ہے۔ سربراہِ مملکت اور خلیفۂ وقت کی قلمرو میں ایک فرد بھی ایسا نہ ہو جو معیشت کے خداداد حقوق سے محروم ہو اور جو سربراہ مملکت اس ذمہ داری کو پورا کرنے اور عامۃ الناس کو معاشی حقوق فراہم کرنے سے قاصر ہو وہ نیابتِ الٰہیہ یعنی اقتدار کا اہل نہیں ہے چنانچہ جناب سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے کہ اگر میری حدودِ سلطنت

Marfat.com

میں ایک اونٹ بھی بھوک سے مرگیا، تو میں روزِ قیامت خدا کے حضور اپنے آپ کو اس کا جواب دہ سمجھتا ہوں۔

غرضیکہ بندۂ و مولا حقوقِ معاش میں برابر کے مستحق ہیں، کسی کو کسی پر تفضل و تفوق نہیں، یہی قرآن کریم کے معاشی اصول کا مقتضیٰ و مدعیٰ ہے ؎

پیشِ قرآں بندۂ و مولا یکے است
بوریا و مسند و دیبا یکے است،

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ضرورت سے زائد مال کو حاجت مندوں میں تقسیم کرنے کا حکم فرمایا

مشکوٰۃ شریف میں مسلم شریف کے حوالہ سے

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ، سے مروی ہے کہ ہم سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ ایک شخص اونٹ پر سوار حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، وہ اپنے اونٹ کو دائیں بائیں کدا رہا تھا (مگر اس کا اونٹ تھکاوٹ کی وجہ سے چل نہیں سکتا تھا) حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کے پاس ضرورت سے زیادہ سواری ہو وہ اُسے دیدے جس کے پاس سواری نہیں اور جس کے پاس زادِ سفر ضرورت سے زائد ہو وہ اسے دے دے جس کے پاس زادِ سفر نہیں۔ راوی کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (مختلف ضروریات میں کام آنے والے) اموال کا ذکر کیا، یہاں تک کہ ہم سمجھے کہ زائد از ضرورت (یعنی فاضل) اموال میں ہم میں سے کسی کا حق نہیں۔
(مشکوٰۃ ج ۲ ص ۳۳۸/۳۳۹)

ضرورت اور سہولت کے مختلف احکام

اسلام میں ضرورت کے احکام اور ہیں اور سہولت کے اور۔ احکامِ ضرورت تو کسی حد تک مساوات و برابری ہے، مگر احکامِ سہولت میں

Marfat.com

مساوات یعنی ہمدردی ہے، مثلاً کفر و اسلام میں جنگ چھڑ جائے، اسلام کو ایک ایک مجاہد کی ضرورت درپیش ہو اور ایک مجاہد کے پاس سامانِ جنگ ضرورت سے زیادہ ہو، لیکن دوسرے کے پاس کچھ نہ ہو اور اس دوسرے کا میدانِ جہاد میں شریک ہونا بھی از حد ضروری ہو، تو اس صورت میں نادار کے لیے اوّل الذکر سے زائد از ضرورت سامان زبردستی لیا جائے گا، کیونکہ یہاں ضرورت ہے، لہٰذا یہاں کسی حد تک مساوات کا اہتمام ہے؛ چنانچہ امام شمس الائمہ سرخی المبسوط میں فرماتے ہیں :

لَوِاحْتَاجُوْا اِلٰی سِلَاحِ اَهْلِ الْعَدْلِ	اور ضرورت پڑ جائے تو وہ ان سے
كَانَ لَهُمْ اَنْ يَاخُذُوْهُ لِلْحَاجَةِ	بہرصورت لے سکتے ہیں (وہ راضی ہو یا نہ ہو)
وَالضَّرُوْرَةِ وَقَدْ اَخَذَ رَسُوْلُ	اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفوان
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ	سے اس کی رضامندی کے بغیر زرہیں پکڑ
صَفْوَانَ دُرُوْعًا فِیْ حَرْبِ هَوَازِنَ	لی تھیں اور یہ جنگ بنی ہوازن
وَكَانَ ذَالِكَ بِغَيْرِ رِضَاهُ۔	میں ہوا۔

(ج ۱۰، ص ۱۲۶)

لیکن ضرورت پوری ہونے کے بعد وہ سامانِ جنگ مالک کو واپس کرنا ہوگا اور دوسری صورت یہ ہے کہ ایک آدمی بھوک و پیاس سے مر رہا ہے یا ننگا پھر رہا ہے، اس کے پاس جان بچانے اور تن ڈھانپنے کو کچھ نہیں اور بیت المال بھی خالی ہے، تو اغنیاء سے اس قدر مال زبردستی لیا جائے گا جس سے ان فاقہ کشوں کی جان بچ جائے اور تن ڈھک جائے۔ اسلام کے معاشی نظام میں اس حد تک مساوات کا اہتمام کرنا ضروری ہے، یعنی اس بات کی اجازت نہ ہوگی کہ غریب و فاقہ کش تو فاقہ و تنگی کے باعث جاں بلب ہو رہے ہوں اور غنی لوگ تماشائی بنے رہیں۔

دوسری صورت سہولت کی ہوتی ہے، مثلاً ایک شخص پیدل سفر کرتا ہے اور دوسرے

Marfat.com

کے پاس دو سواریاں ہیں، ایسی صورت میں دوسرے کی سہولت کے لیے مساوات وہمدردی کی ترغیبات سے کام لیا جائے گا، اکراہ سے نہیں۔

اور مذکورہ بالا حدیث ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ، بھی صرف مواسات وہمدردی کی تعلیم پر مبنی ہے؛ چنانچہ امام المحدثین رئیس المحققین مولانا علی القاری رحمۃ اللہ علیہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وَفِيْهِ حَثٌّ عَلَى الصَّدَقَةِ وَ الْمُوَاسَاةِ وَالْاِحْسَانِ اِلَى الرُّفَقَةِ وَالْاَصْحَابِ الخ

اور اس حدیث میں رفقا واہلِ اسلام احباب کے ساتھ ہمدردی واحسان کرنے کی ترغیب ہے۔

غرضیکہ ہمدردی واحسان کی ترغیب پر مبنی بہت سی آیات واحادیث ہیں جنہیں اشتراکی لوگ نافہمی سے مواسات کی بجائے غیر فطری مساوات پر محمول کرتے ہیں۔

مساوات اور ہمدردی کے مواقع

مساوات اور ہمدردی کے مواقع الگ الگ ہیں۔ حقوق واجبہ و ضروریہ میں مساوات ضروری ہے، مثلاً کسی کی دو بیویاں ہیں، تو اس پر فرض ہے کہ انہیں مساوات وبرابری سے رکھے، لیکن باہمی ہمدردی وصلہ رحمی اور سلوک واحسان میں مساوات وبرابری ضروری نہیں۔ مثلاً ایک شخص خیرات وصدقہ میں ایک درویش و فقیر کو دس روپے دیتا ہے اور دوسرے کو بیس روپے، اس میں حرج نہیں، ایسا کرنے سے وہ گنہ گار نہ ہوگا، مگر حقوقِ واجبہ کی صورت میں برابری نہ کرنے سے گنہ گار ہوگا۔

یہ فرق ذہن نشین رکھنا چاہیے، لیکن اشتراکی اس حقیقت سے اغماض کرکے خود بھی ٹھوکر کھاتے ہیں اور دوسرے ناواقف لوگوں کو بھی فریب دیتے ہیں ؎

از فریبِ عصرِ نو ہشیار باش
رہ فتد راہرو ہشیار باش

Marfat.com

اسلامی نظامِ معیشت میں کوئی بھوکا نہیں رہ سکتا

سوہاروی صاحب نے علامہ ابن حزم ظاہری کے حوالہ سے لکھا ہے کہ تمام ائمہ مجتہدین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جب اسلام کے بیت المال میں اس قدر گنجائش نہ ہو کہ محتاجوں کی کفالت ہو سکے، تو خلیفۂ وقت یعنی سربراہِ مملکت اربابِ دولت کو اس بات پر مجبور کر سکتا ہے کہ وہ ان محتاجوں کے لیے اپنے فاضل مال سے اس قدر دیں جس سے انہیں ضرورت کے مطابق کھانا، گرمی و سردی کا الگ الگ لباس اور رہنے کے لیے بارش و دھوپ اور سیلاب ایسے حوادث سے محفوظ مکان فراہم کیا جا سکے ؎

الٹ جائیں گی تدبیریں، بدل جائیں گی تقدیریں
حقیقت ہے، نہیں میرے تخیل کی یہ خلاقی

کیا فقر و فاقہ خدا کی تقدیر سے ہے

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ فقر و فاقہ اور افلاس خدا کی تقدیر (مرضی) سے ہے۔ اگر خدا چاہتا، تو ان کو بھی دولت عطا کرتا، تو جنہیں خدا تعالیٰ نے اپنی تقدیر میں بھی محتاج و فقیر رکھا ہے۔ اسلام کا نظامِ معیشت انہیں کیونکر فارغ البال کر سکتا ہے، اور یہ تقدیرِ الٰہی پر موقوف ہے، ہم تقدیرِ الٰہی کو کیسے پھیر سکتے ہیں ؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بعینہٖ وہی سوال ہے جو کفار نے کیا تھا۔ قرآن مجید میں ہے :

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ آمَنُوْا اَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ اَطْعَمَهٗٓ۔

یعنی جب کافروں سے کہا جاتا ہے کہ تم خدا کے دیے ہوئے میں سے خرچ کرو، تو کافر مسلمانوں سے کہتے ہیں کیا ہم انہیں کھانے کو دیں جنہیں اگر خدا چاہے، تو مت

Marfat.com

کچھ کھانے کو دے۔

یہ سوال اسلام کی ایک اہم بات کو فراموش کر دینے سے پیدا ہوتا ہے، اگر اسے یاد رکھیں، تو کوئی الجھن نہ ہو اور تقدیرِ الٰہی کو بہانہ بنا کر معاشی بدحالی میں مبتلا افراد کی امداد و اعانت ایسے بہترین عملِ صالح سے حرماں نصیبی بھی نہ ہو ؎

خبر نہیں کیا ہے نام اس کا "خدا فریبی یا خود فریبی"؟
عمل سے فارغ ہوا مسلماں بنا کے تقدیر کا بہانہ

عالمِ تکوین و عالمِ تشریع

اور وہ بات عالمِ تکوین و عالمِ تشریع میں فرق کرنا ہے، فقر و افلاس خدا کی تقدیرِ تکوین سے ضرور ہے مگر اس کی تشریعی ہدایات یہ ہیں کہ ہم افلاس و فقر کے مارے ہوئے لوگوں کی امداد و اعانت کریں جیسے ایک بیمار کی بیماری خدا تعالیٰ کی تکوین و تقدیر سے ہے، لیکن ہمیں اس کا تشریعی حکم ہے کہ ہم دوا کے ذریعے اس کی بیماری کو دور کرنے کی کوشش کریں جیسے ترکِ دوا اس بیمار کے ساتھ جذبۂ ہمدردی کے منافی، بلکہ اس بیمار کے ساتھ ظلم ہے۔ ایسے ہی مفلسوں کے افلاس کو ختم نہ کرنا ان کے ساتھ زیادتی ہے جس کی اجازت اسلام کا نظامِ معیشت ہرگز نہیں دے سکتا کہ اسلام معیشتِ انسانی کے رموز سے صحیح واقفیت رکھتا ہے ؎

جانتا ہوں آہ! میں آلامِ انسانی کا راز !!
ہے نوائے شکوہ سے خالی میری فطرت کا ساز

غرضیکہ ہمیں خدا تعالیٰ کے نظامِ تکوینی پر ایمان اور نظامِ تشریعی پر نظر رکھنی چاہیے ہم نظامِ تشریعی کے مکلف ہیں تکوینی کے نہیں، تو جس کے ہم مکلف ہی نہیں، اسے موضوعِ سوال کیونکر بنایا جا سکتا ہے۔

فلسفۂ تفاوتِ درجاتِ رزق

اسلام کے معاشی نظام سے متعلق قرآن کریم نے جن بنیادی اصولوں پر روشنی

Marfat.com

ڈالی ہے، ان میں سے دوسرا یہ ہے کہ اگرچہ حق معیشت میں انسان برابر ہیں، تاہم درجاتِ معاش ومراتبِ رزق میں فرق ایک فطری بات ہے اور یہ بھی اس حد تک کہ بالا طبقہ زیریں طبقہ کا استحصال نہ کر سکے جس سے امیر امیر تر اور غریب غریب تر ہوتے چلے جائیں اور یہ تفاوت معمولی، فریقین کے حق میں ابتلاؤ امتحان ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

رَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيمَا اٰتَاكُمْ (انعام)

کہ تمہیں خدا نے ایک دوسرے پر درجوں بلند کیا تاکہ جو کچھ اس نے دیا اس میں تمہیں آزمائے

اس آیت میں جس تفاوتِ درجات کا بیان ہے، اس سے رزق میں تفاوتِ درجات مراد ہے؛ چنانچہ تفسیر امام ابن جریر میں ہے:

رَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ يَقُوْلُ فِى الرِّزْقِ۔ (ج ۸ ص۸۴)

یعنی خدا نے تمہیں ایک دوسرے پر درجوں بلند کیا، یعنی رزق میں۔

علامہ مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ اعلیٰ حضرت بریلوی رضی اللہ عنہ پر اپنی تفسیر خزائن العرفان میں فرماتے ہیں:

یعنی (خدا نے رزق میں مختلف درجے اس لیے رکھے کہ تمہیں) آزمائش میں ڈالے کہ تم نعمت وجاہ وجلال پاکر شکر گزار رہتے ہو اور باہم ایک دوسرے کے ساتھ کس قسم کے سلوک کرتے ہو۔ (حمائل تاج کمپنی ص۲۴۲)

نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا۔ (زخرف)

اور ہم نے لوگوں کے درمیان دنیا کی زندگی میں ان کا معاش بانٹا اور ہم نے انہیں درجات (رزق) میں ایک دوسرے پر اونچا کیا تاکہ وہ ایک دوسرے سے خدمات لے سکیں۔

یعنی ہم نے مال ودولت میں لوگوں کو مختلف بنایا تاکہ وہ اس مال کے ذریعے ایک دوسرے سے خدمت لے سکیں، یعنی اگر ایک غریب وبے مال ہے، یعنی مال کا محتاج ہے

Marfat.com

تو امیر خدمت کا محتاج ہے، اسے خادم کی محتاجی ہے، اس طرح باہمی تعاون سے دُنیا کا نظام درست ہو کر غریب کو ذریعہ معاش ہاتھ آئے اور مال دار کو کام کرنے والے بہم پہنچیں، تو اس پر کون اعتراض کر سکتا ہے کہ فلاں کو کیوں غنی کیا اور فلاں کو اس کے برابر کا امیر کیوں نہ کیا۔ دنیا میں معاشی تقسیم یوں ہی اٹکل پچّو سے نہیں، بلکہ ایک خاص نظامِ تکوینی سے چل رہی ہے۔ اسلام غریبوں اور محنت کشوں پر امیروں اور بالادست لوگوں کے جور و جبر اور استیصال کو روکتا ہے، لیکن معمول کی حد تک چھوٹے بڑے کا فرق تو ایک فطری امر ہے۔ اسلام کے نظامِ معیشت کا یہ اعجاز ہے کہ اس نے معاشی مسائل میں نہایت ہی روشن اور مستحکم اصولوں سے انسانیت کی ایسی رہبری کی ہے جس سے ہر وقت دہر زمانے کی پرواز کا رُخ صحیح سمت کی طرف بدل جاتا ہے ؎

حیرتی ہوں میں تیری تصویر کے اعجاز کا!
رُخ بدل ڈالا ہے جس نے وقت کی پرواز کا

اپنا اپنا فرض

اس قدرتی اور فطری فرق مراتب کے پیشِ نظر اسلام نے امیر و غریب پر الگ الگ فرض عائد کیا ہے جن کی رو سے غنی اور امیر کا فرض ہے کہ دولت کو محض انفرادی اور شخصی مفادات کے حصول کا ذریعہ بنا کر نہ رکھے، بلکہ اسلام کی ہدایت کے مطابق حاجت مندوں پر زکوٰۃ و صدقات اور عطیات کی مد سے صرف کر کے معاشرہ کی ترقی کا باعث بنے اور غریب کا فرض ہے کہ وہ مال دار کے مال کو حسد کی نظر سے نہ دیکھے، بلکہ اس فقر و تنگدستی کو برکاتِ اخروی کا ذریعہ تصوّر کرے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب سے مسلمانوں میں فقر و تنگدستی کے خلاف نفرت اور مالی فراوانی کا جذبہ پیدا ہوا ہے، ان کے دلوں سے سکون و طمانیت کی روحانی دولت چھن گئی ہے ؎

یہ فقر مردِ مسلماں نے کھو دیا جب سے
رہی نہ دولتِ سلمانی و سلیمانی

Marfat.com

قرآن کریم میں ہے :

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ (نساء)

اور اس کی آرزو نہ کرو جس سے اللہ نے تم میں ایک دوسرے پر فضیلت دی ہے۔

بہرصورت شکارانِ فقر و افلاس و اہلِ غربت کو اپنی ایمانی دولت کی بقا اور اخروی کامرانی کی آرزو ہونی چاہیے اور دل و نگاہ میں غیروں کے مال و متاع کا کوئی طمع و لالچ نہ ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ کہ مجھے اپنے اختیاری فقر و فاقہ پر ناز ہے، کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے اسلاف کی طرح اپنے فقرِ اضطراری پر غیور و مفتخر ہونا چاہیے ؎

سماں الفقر فخری کارہاشانِ امارت میں
بآب و رنگ و خال و خط چہ حاجت روئے زیبارا
گدائی میں بھی وہ اللہ والے تھے غیور اتنے
کہ منعم کو گدا کے ڈر سے بخشش کا نہ تھا یارا
فقیرم ساز و سامانم نگاہیست !!
بچشمم کوہِ یاراں برگ کاہیست

تنگدستی اور اسلام

جیسا کہ پہلے گذرا ہے اسلام تنگدستی کو اچھا تصور نہیں کرتا۔ حدیث شریف میں ہے کَادَ الفقر اَن یکون کفرا (رواہ ابو نعیم فی الحلیۃ عن انس بسند ضعیف) کہ ضروریاتِ زندگی میں تنگدستی قریب ہے کہ کفر پر منتج ہو جائے، تاہم اس پر صبر و شکر کرتے ہوئے خدا تعالیٰ کی تکوین و تقدیر پر راضی رہنا اور مالداروں کے مال پر نگاہ حد ڈالنے کی بجائے بہ مطابق ارشادِ باری تعالیٰ لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی کہ ہر انسان اپنی کوشش کا ہی پھل پاتا ہے۔ اپنے لیے خود معاشی وسائل کا انتظام کرنا گناہوں کا کفارہ اور بلندیٔ درجات کا باعث ہے جیسے بیماری اسلام کے نزدیک اچھی نہیں ؛ تاہم بیمار کا واویلا کرنے کی بجائے صبر و شکر کے ساتھ شفا کے حصول کے لیے دوا استعمال کرنا ضروری ہے اور بیماری میں صبر و شکر کرتے

Marfat.com

ہوئے حصولِ شفا کے لیے عالمِ اسباب کے تحت کوشش کرنے والا خدا کا محبوب قرار پاتا ہے، اس کے گناہ جھڑتے اور درجے بلند ہوتے ہیں۔ اس طرح فقر و افلاس پر صبر و شکر کرنے والے کی جزا بھی جنّت ہے۔ حدیث میں ہے کہ فقر و افلاس والے اکثر جنّت میں اور غنی و مالدار اکثر دوزخ میں دیکھے گئے۔ فقر و افلاس والوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ اپنے سے اوپر والوں کو نہیں، نیچے والوں کو دیکھیں جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث ہے:

انظروا الیٰ من ھو اسفل منکم ولا تنظروا الیٰ من ھو فوقکم (مسلم) — کہ تم اس کی طرف دیکھو جو معاشی حالت میں تم سے کمتر ہو، اس کی طرف نہ دیکھو جو تم سے اوپر ہو۔

یعنی آنکھ کو نگاہِ حسد اور زبان کو حرفِ بے صبری سے پاک رکھنا ایمان و اسلام کا تقاضا ہے ؎

پاک رکھ اپنی زبان تلمیذِ رحمانی ہے تو
ہو نہ جائے دیکھنا تیری صدا بے آبرو

اور حدیث میں ہے کہ میری امت کے تنگدست صبر و شکر کرنے والے لوگ اہلِ دولت سے پانچ صد سال پہلے جنّت میں جائیں گے اور یہ پانچ صد سال دنیا کے ہیں جو آخرت کے نصف یوم کے برابر ہوں گے۔ گویا غریب لوگ امیروں کی نسبت خدا کے دیدار سے پہلے ہی مشرّف ہو لیں گے ؎

آنکھ کو بیدار کر دے وعدۂ دیدار سے!
زندہ کر دے دل کو سوزِ جوہرِ گفتار سے!

حرصِ دولت کی ممانعت

اسلام کے اصولِ معاشیات میں سے تیسری اصل یہ ہے کہ اسلام کسی ایسے طریق کو برداشت نہیں کرتا جس سے ملک کی دولت چند ہاتھوں میں مرتکز و مجتمع ہو کر رہ جائے اور اسی وجہ سے اسلام نے احتکار و اکتناز کو جائز قرار نہیں دیا؛ چنانچہ سورۂ توبہ میں تنبیہ کی گئی ہے کہ جو لوگ سونے اور چاندی کو جمع کر کے رکھتے ہیں اور اسے راہِ خدا میں صرف نہیں کرتے،

Marfat.com

اے نبی انہیں دردناک عذاب کی اطلاع کر دیجئے اور سورۂ حشر میں فرمایا کہ فقرا اور مساکین و قرابت داروں اور یتیموں وغیرہم پر اللہ تعالیٰ نے تمہیں خرچ کرنے کا جو یہ طریقہ بتایا ہے، وہ اس لیے ہے کہ مال صرف دولت مندوں میں محدود ہو کر نہ رہ جائے۔

اسی طرح بہت سی آیات ہیں جنہیں مفلسوں اور حاجت مندوں پر فی سبیل اللہ مال خرچ کرنے کی ترغیبات دی گئی ہیں تاکہ مال کے وہ حقوق ادا ہوں جو اجتماعی مفادات کے لیے اس سے متعلق کیے گئے ہیں۔

ضرورت سے زائد مال کا رکھنا

اگرچہ علمائے کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جس مال سے زکوٰۃ وغیرہ ایسے حقوق ادا نہ کیے جائیں، وہ اکتناز کی تعریف میں آتا ہے، ورنہ نہیں اور یہ کہ مال و سرمایہ سے زکوٰۃ وغیرہ ایسے فریضے کی ادائیگی کے بعد اپنی اور اپنے اہل و عیال کی ضرورت سے زائد مال رکھنا جائز ہے، لیکن اسے اسلام نے بنظرِ تحسین نہیں دیکھا بلکہ افضل و لائق تحسین یہ ہے کہ اپنی ضرورت سے زائد مال کو ذخیرہ کرنے کی بجائے اسے ضرورت مندوں میں بانٹ دیا جائے، بلکہ ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ ایسے زاہد ترین حضرات تو اسے ناجائز قرار دیتے ہیں، چنانچہ آیت "وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ الخ" کی تفسیر میں مفسرین کرام تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ ضرورت سے زائد مال کو گھر (یا بنکوں) میں جمع کر کے رکھ دینے کو ناجائز قرار دیتے ہوئے اسے ضرورت مندوں میں تقسیم کر دینے کو فرض سمجھتے تھے (ملاحظہ ہو تفسیر ابن کثیر وغیرہ زیر آیت وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ۔ الایہ)

احتکار کی تعریف و ممانعت

احتکار کی تعریف و ممانعت سے بھی یہی مقصود ہے کہ کہیں ارتکاز دولت نہ ہو، بلکہ اس میں تحریک رہے جس سے معاشرے کے دوسرے لوگ بھی استفادہ کریں

Marfat.com

اور احتکار یہ ہے کہ کسی چیز کی کمیابی و مہنگائی کے زمانہ میں اسے خرید کر جمع کر کے رکھ دیا جائے تاکہ وہ مزید نایاب و مہنگی ہو، تو اس وقت اسے منہ مانگے داموں بیچا جائے، ایسا کرنا ممنوع و ناجائز ہے، جسے اسلام کے معاشی نظام میں ممنوع ٹھہرایا گیا ہے اور اس میں ضرورت کی ہر چیز شامل ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

من احتکر طعاما اربعین لیلة فقد برئ من اللہ وبری منہ۔
(جوہرہ شریف شرح قدوری ج ۲ ص۲۴۳)

کہ جس نے کھانے پینے کی ضرورت کی چیز کو مزید مہنگائی اور کمیابی کی نیت سے چالیس رات تک روک رکھا، وہ اللہ سے اور اللہ اس سے بری ہے۔

جانوروں کے چارہ میں ممانعتِ احتکار

اسلام کے اقتصادی نظام کی شفقتِ عامّہ اور رحمتِ تامّہ کا یہ عالم ہے کہ اس میں جانوروں کے چارہ تک میں ذخیرہ اندوزی سے منع کیا گیا ہے اور اس بات کو گوارا نہیں کیا گیا کہ جانوروں کے حقوق کا ضیاع و استیصال ہو؛ چنانچہ دُرِّمختار میں ہے:

ویکرہ احتکار قوت البہائم۔
ص۳۰۷

یعنی جانوروں کی خوراک کا احتکار ممنوع ہے۔

اس سے اندازہ لگائیں کہ جو نظام جانوروں کا استیصال برداشت نہ کرتا ہو، وہ انسانوں کا استیصال کیسے گوارا کر سکتا ہے۔ بہرصورت اسلام کے اقتصادی نظام نے انسانوں اور جانوروں کی ہر چیز کا احتکار منع کیا اور اس کے مرتکب کو گنہگار قرار دیا ہے۔ نیز حدیث شریف میں ہے کہ احتکار و ذخیرہ اندوزی کرنے والا گنہ گار ہے؛ البتہ سال بھر کا گھریلو خرچ گھر والوں کو سپرد کر دینا یعنی ایک سال تک کی ضروریات جمع کر کے رکھنا اس سے مستثنٰی ہے۔
حضرت عمر رضی اللہ عنہ، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ازواجِ مطہرات کو سال بھر

Marfat.com

کا خرچہ جمع کر کے دیتے تھے (بخاری کتاب التفسیر ج ۲ صہ۷۲۵)

لہٰذا گھریلو ضرورت کے لیے جمع کر کے رکھنا منع نہ ہوا اور نہ ہی ضرورت کی اشیاء کو اپنی گھریلو ضرورت کے لیے جمع کر کے رکھنا خلافِ توکّل ہوا؛ البتہ کسی تاجر کا مہنگائی کی نیت سے رکھنا منع ہے جیسا کہ تاجر کرتے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ جس نے اس بات کا ارادہ کیا کہ میری امت پر ایک رات کے لیے مہنگائی آجائے اللہ تعالیٰ اس کی چالیس سال کی نیکیاں ضائع کر دے گا۔ (رواہ الامام ابن عساکر فی تاریخہ)

احتکار کے جواز کی ایک صورت

ہاں اگر ایک چیز عام دستیاب ہو رہی ہے اور اس کے ذخیرہ کرنے سے لوگوں کو کوئی نقصان نہیں ہوگا، تو اس کا ذخیرہ کر سکتے ہیں؛ چنانچہ درِ مختار میں ہے:

فَاِنْ لَمْ یَضُرَّ لَمْ یَکْرَہْ۔ (صہ۷۰۳ مطبع احمدی دھلی)

یعنی اگر ذخیرہ کرنے سے لوگوں کو تکلیف و پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے، تو ناجائز نہیں ہے

یہ صورت کے اعتبار سے احتکار ہے، مگر درحقیقت احتکار نہیں ہے اور اس صورت میں بھی اس بات کا خیال رکھنا ہوگا کہ جوں ہی وہ چیز کمیاب ہونے لگے، اسے فوراً مارکیٹ میں لایا جائے، ورنہ گناہ ہوگا۔

بوقتِ ضرورت ذخیرہ اندوز تاجروں کے ذخیروں کو زبردستی فروخت و تقسیم کیا جائے

جب عام لوگ غلہ کی ضرورت محسوس کر رہے ہوں اور تاجروں نے اسے ذخیرہ کر رکھا ہو یا بلیک میلنگ کر رہے ہوں، تو حاکمِ وقت انہیں حکم دے کہ وہ اپنے گھر والوں کی ضرورت کے لیے رکھ کر باقی کو فروخت کر دیں۔ اگر وہ قاضی و حاکمِ وقت کے حکم کی پروا نہ کریں، تو قانونِ اسلام یہ ہے:

عزرہ بما یراہ رادعا لہ و باع

حاکم ان ذخیرہ اندوزوں کو مناسب سزا

القاضی علیه طعامه وفاقا
علی الصحیح وفی السراج لو
خاف الامام علیٰ اهل بلد
الهلاك اخذ الطعام من المحتکرین
وفرق علیهم فاذا وجد واسعة
ردوا مثله وهذا لیس بحجر
بل للضرورة ومن اضطر الیٰ
مال غیره وخاف الهلاك تناوله
بلا رضاه۔

ردالمختار ص۲۰۳ الاختیار ج ۴
ص۲۲۶۔ الهدایه ج ۴ ص۴۶۹-۴۷۰
طبع انڈیا)

اوران کی ضرورت سے زائد کو فروخت
کردے، کیونکہ عوام کو نقصان سے بچانے
کا یہی واحد طریقہ رہ جاتا ہے اور جن عوام
کے پاس قوتِ خرید نہیں، انہیں ویسے ہی
دیدے، پھر جب ان کے پاس غلّہ آئے،
تو وہ جتنا جتنا لیا ہے، واپس کردیں اور
یہ حجر نہیں، بلکہ ضرورت ومجبوری کی بنا
ہے، یہ ایسے ہے جیسے ایک شخص جاں بلب
ہو رہا ہو اور اس کے پاس اپنا کچھ نہ ہو، تو وہ
غیر کا مال اس کی مرضی کے بغیر اس قدر
کھالے، جس سے اس کی جان بچ جائے۔

قارئین! غور فرمائیں کہ اسلام کا معاشی نظام، معاشی بدحالی میں مبتلا عوام سے کس درجہ ہمدردی رکھتا اور انہیں ہر طرح کے استیصال سے کس خوبی سے بچاتا ہے۔ الغرض اسلام کے معاشی نظام نے سرمایہ ودولت کے حصول کے لیے کسی ایسے طریقے کو اپنانے کی اجازت نہیں دی جس میں ایک فرد کے نفع کا دارومدار دوسرے کے نقصان یا مجبوری پر ہو یا وہ دوسرے کی معاشی بدحالی کا باعث بنے جس سے عوام مفلس سے مفلس تر اور امیر، امیر تر ہوتا چلا جائے، اس لیے سود وغصب، چوری، ڈاکہ، رشوت، جوا، ماپ تول میں کمی، سٹہ اور لاٹری ایسے حصولِ سرمایہ کے تمام ذرائع ناجائز قرار پائے، اس طرح کے طریقے اپنا کر دولت کمانے والے ممکن ہے نفس وشیطان کے اغوا سے سب کچھ جائز سمجھتے ہوں، مگر ایک کلمہ گو کو ایسا کرنا یا سب کچھ جائز ہے، کہہ کر سب کچھ کر گزرنا زیب نہیں

Marfat.com

دیتا، یہ اسلام وایمان کے تقاضوں کے سراسر منافی ہے ؎

ممکن ہے کہ تو جس کو سمجھتا ہے بہاراں
اُوروں کی نگاہوں میں وہ موسم ہو خزاں کا

انفرادی معیشت

اسلام انفرادی معیشت پر بہت زور دیتا ہے اور ہر تندرست و توانا وصحیح العقل لائق محنت مرد کو اس بات کی ذمہ داری سونپتا ہے کہ وہ اپنے ہاتھ پاؤں اور دیگر جسمانی صلاحیتوں کو بروئے کار لاکر نہ صرف اپنے معاش ورزق کی جستجو کرلے، بلکہ اپنے آپ کو معاشرے کے ضعیف و ناتواں اور معذور لوگوں کی معاونت کا بھی اہل بنائے۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں :

الید العلیٰ خیر من الید السفلیٰ (صحیح بخاری) — یعنی اوپر والا (دینے والا) ہاتھ نیچے والے (لینے والے) سے بہتر ہے۔

اور بہتر اس لیے ہے کہ انفرادی معیشت کے استحکام پر ہی اجتماعی معیشت کا استحکام موقوف ہے ؎

افراد کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر
ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارا

اور دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے اس وقت بہتر ہے، جبکہ وہ اپنی ذات کے لیے لیتا ہو اور اگر وہ دین کے لیے یا دوسرے مستحق کے لیے لیتا ہو تو اس کے برعکس بھی ہوسکتا ہے جیسا کہ علماء کرام مالداروں سے دین کے لیے لے کر خرچ کرتے ہیں۔ بہرحال انفرادی معیشت کو اہمیت حاصل ہے۔ سورۂ جمعہ میں ہے :

وابتغوا من فضل اللہ۔ — کہ زمین میں پھیل جاؤ اور رزق کی تلاش کرو۔

اور حدیث شریف میں ہے :

Marfat.com

۱- طلب الحلال فریضة بعد الفریضة (طبرانی) — یعنی رزق حلال کی تلاش کرنا فریضہ کے بعد فریضہ ہے۔

۲- طلب الحلال واجب علی کل مسلم (دیلمی) — کہ ہر مسلمان پر طلبِ رزقِ حلال واجب ہے۔

۳- طلب الحلال جہاد (القضاعی و ابونعیم) — طلبِ حلال جہاد ہے۔

اوردو الثلاثة فی الجامع الصغیر ج ۲ ص ۵۳) ان کی شرح میں امام علامہ علی عزیزی (م ۱۰۷۰ھ) علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

طلب الکسب الحلال لمؤنة النفس والعیال فریضة بعد الایمان والصلوٰة او بعد جمیع ما فرض اللہ فطلب ما یحتاجہ لنفسہ وعیالہ واجب دون ما زاد علی الکفایة ثوابہ کثواب الجہاد (السراج المنیر، ج ۲، ص ۱۷) — یعنی اپنے اور کنبے کے لیے حلال کمائی کی تلاش کرنا، ایمان اور نماز یا جمیع فرائضِ الٰہیہ کے بعد ایک فریضہ ہے؛ لہٰذا اپنی اور اپنے کنبے کی ضرورت کی حد تک تلاشِ رزق فرضِ عین اور اس سے زائد فرضِ کفایہ اور اُس کا ثواب جہاد کے برابر ہے۔

رزقِ حلال کی تلاش نفلی عبادت سے بہتر ہے

فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ قدرِ کفایت اور حدِ ضرورت سے زیادہ اس نیت سے کمانا کہ فقراء و مساکین یا اپنے قریبی رشتہ داروں کی امداد و اعانت یا دینی و رفاہی کاموں میں مدد کرے گا، باعثِ اجر و ثواب ہے۔ فانہ افضل من التخلی لنفل العبادة (ج ۵ ص ۳۴۹ طبع مصر) کہ یہ نفلی عبادت سے بھی بہتر ہے۔

مساجد اور خانقاہوں میں گوشہ نشین لوگوں سے رزقِ حلال کمانے والے افضل ہیں

Marfat.com

اسی فتاویٰ میں ہے جو لوگ مساجد اور خانقاہوں میں (پیر و فقیر بن کر) بیٹھ جاتے ہیں اور گزر اوقات کے لیے کچھ نہیں کرتے اور اپنے آپ کو متوکل بتاتے ہیں (ان سے رزق حلال کمانے والے بدرجہا بہتر ہیں، یہ کیسے متوکل ہیں) حالانکہ ان کی نگاہیں منتظر رہتی ہیں کہ کوئی ہمیں دے جائے، وہ متوکل نہیں۔ اس سے اچھا یہ تھا کہ کچھ کماتے جس سے گزر اوقات کرتے۔ (فتاویٰ عالمگیری، ج ۶، ص ۳۴۹)

۵ تیرے دین و ادب سے آ رہی ہے بوئے رہبانی
یہی ہے مرنے والی امتوں کا عالمِ پیری

حدیث میں ہے لا رھبانیہ فی الاسلام کہ اسلام میں (اس طرح کی) گوشہ نشینی کی کوئی گنجائش نہیں۔

پیری مریدی کو پیشہ بنانا جائز نہیں

اسی طرح آجکل بہت سے لوگوں نے پیری مریدی کو پیشہ بنالیا ہے۔ مریدوں میں دورے کرتے اور ان سے رقمیں بٹورتے ہیں جسے نذرانے وغیرہ کا نام دیتے ہیں اور ان ہی سے بہت سے ایسے ہیں جو جھوٹ اور فریب سے بھی کام لیتے ہیں، یہ ناجائز ہے (بہارِ شریعت ج ۱۶، ص ۲۱۸) باستثناء "مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ" "وَھُمْ اَقَلَّ قَلِیْلٍ وَقَلِیْلٌ مِّنْ عِبَادِیَ الشَّکُوْر"۔

بھیک کی ممانعت

اسلام کے معاشی نظام نے چونکہ ہر تندرست و عقلمند کو رزقِ حلال کمانے کا ذمہ دار ٹھہرایا ہے، اس لیے انہیں بھیک مانگنے سے بھی منع کیا (الا بہ وقت حاجتِ شدیدہ و بہ مجبوری و معذوری) اور بلا ضرورتِ شدیدہ اپنے لیے سوال کرنا منع ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں فرماتے ہیں:

وَمَنْ کَانَ لَہُ قُوْتُ یَوْمِہٖ لَا یَحِلُّ لَہُ السُّوَالُ وَمَا جَمَعَ السَّائِلُ	اور جس کے پاس ایک دن کا خرچ ہو، اسے بھیک مانگنا حرام ہے اور اس

Marfat.com

مِنَ الْمَالِ فَهُوَ خَبِيثٌ. (عالمگیری ج ۵۔ ص ۳۴۹)

کے باوجود جو مانگ کر جمع کرتے ہیں تو وہ حرام ہے۔

اس طرح ناجائز ذرائع مثلاً رو پیٹ یا گا بجا کر کمائی کرنے سے بھی منع کیا اور ایسی کمائی کو حرام قرار دیا گیا ہے؛ چنانچہ الاختیار اور عالمگیری میں ہے۔

کان المال بمقابلة المعصية فكان الاخذ معصية كالغناء والنوح ۔ (عالمگیری ۔ ج ۵ ۔ ص ۳۴۹ الاختیار ج ۲ ص ۶۰)

کہ رونے دھونے اور گانا بجانے کی اُجرت چونکہ معصیت کا معاوضہ ہے، اس لیے اس کا دینا اور لینا دونوں ہی ناجائز ہیں۔

کیونکہ ان پیشوں میں بیچارے سادہ لوح مسلمانوں پر معاشی بوجھ پڑتا ہے اور ایسا کرنے والے جہاں دوسروں کے لیے بوجھ بنتے ہیں، وہاں اپنی خداداد جسمانی اور ذہنی قوتوں اور صلاحیتوں کو ضائع کر کے بھی گنہگار ٹھیرتے ہیں۔ بہر صورت اسلام میں رزقِ حلال کی تلاش نہ صرف اہم کام ہے، بلکہ گناہوں کا کفارہ بھی ہے؛ چنانچہ طبرانی نے اوسط، ابونعیم نے حلیہ اور خطیب نے التلخیص المتشابہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من الذنوب ذنوب لا يكفرها الا الهم بطلب المعيشة ۔ (احیاء العلوم للغزالی ج ۲۔ ص ۳۳)

کہ کچھ ایسے گناہ ہیں جن کا کفارہ طلبِ معاش میں جدوجہد اور فکر کرنا ہی ہے۔

اسی طرح ابویعلی اپنی مُسند، طبرانی، کبیر اور امام بیہقی شعب الایمان میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اطلبوا الرزق فی خبايا الارضِ (الجامع الصغیر ج ۱۔ ص ۴۳)

کہ اپنی روزی زمین کے پوشیدہ خزانوں (کھیتی باڑی وغیرہ) میں تلاش کرو۔

Marfat.com

اس حدیث کی شرح میں امام علی عزیزی علیہ الرحمہ سراجِ منیر میں فرماتے ہیں:

ای التمسوہ فی الحرث بنحو زرع وغرس فان الارض تخرج ما فیہا من النبات الذی بہ قوام الحیوان (الی ان قال) و فیہ انّ طلب الرزق مشروع بل ربما دخل بعض الطلب فی حد الفرض وذالك لا ینا فی التوکل لان الرزق من اللہ لکنہٗ سببٌ عادیٌ للطلب۔

(سراج منیر۔ ج ۱۔ ص ۲۳۱)

یعنی تم رزق کو بونے میں تلاش کرو کھیتی کرکے اور درخت لگا کر، زمین اپنے اندر کی چیزیں باہر نکالتی ہے، یعنی نبات کہ جس سے جانوروں کی خوراک ہے اور اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ رزق حلال کی تلاش جائز ہے بلکہ بسا اوقات رزقِ حلال کی تلاش حد فرض میں داخل ہو جاتی ہے اور رزق کی تلاش توکل کے خلاف نہیں، کیونکہ رزق تو اللہ کی طرف سے ہے، لیکن تلاش طلبِ رزق کا سبب عادی ہے۔

علامہ عزیزی کی تفسیر سے مندرجہ ذیل ایمان افروز مسائل کا استنباط ہوتا ہے:

۱۔ تلاشِ رزق کا عادی ذریعہ مندرجہ ذیل ایمان افروز

۱۔ تلاشِ رزق کا عادی ذریعہ کھیتی باڑی کرنا اور آمدنی پیدا کرنے والے پودے لگانا ہے۔

۲۔ زمین کو اللہ تعالیٰ نے جانداروں کی روزی کا ذریعہ بنایا ہے۔

۳۔ رزق کی جستجو جائز بلکہ بسا اوقات فرض ہو جاتی ہے، جبکہ اپنے کنبے کی ذمہ داری عائد ہو جائے۔

۴۔ تلاشِ رزق توکل کے خلاف نہیں۔

۵۔ تلاشِ رزق طلبِ رزق کا سبب عادی ہے اور یہ جہان اسباب کے ساتھ ہی وابستہ ہے ؎

"تلاشِ رزق ازاں دادند مارا!
کہ باشد پرکشودن را بہانہ

Marfat.com

تلاشِ رزق اتنا کمانا فرض ہے جو اپنے اندر اور اہل و عیال اور جن کی کفالت ذمہ میں ہے، ان کے خرچہ اور ادائیگی قرض کے لیے کفایت کر سکے۔ اس کے بعد اجازت ہے کہ اتنے پر ہی بس کرے یا اپنے اور اہل و عیال کے لیے کچھ پس انداز و پس ماندہ رکھنے کے لیے بھی جدّوجہد کرے (بلکہ آج کے نازک دور میں یہ افضل ہے) نیز ماں باپ تنگدست و محتاج ہوں، تو فرض ہے کہ اپنی کمائی سے اس قدر ان کی امداد کی جائے جس سے ان کی ضروریات پوری ہو جائیں۔ (فتاویٰ عالمگیری ج ۵۔ ص ۳۴۹ طبع مصر)

گویا اسلام کا اقتصادی نظام کسی فرد کو اجازت نہیں دیتا کہ وہ خود عیشی میں اپنے ماں باپ اور زیرِ کفالت عزیزوں کی پروا نہ کرے، بلکہ ان کی خبرگیری فرائض میں شامل ہے ؎

نہ رہ اپنوں سے بے پروا اسی میں خیر ہے تیری
اگر منظور ہے دنیا میں او بے گانہ خُو! رہنا

عیّاشی کی ممانعت اسلام کے معاشی نظام میں اسراف و تبذیر اور عیاشی سے بڑی شدّت کے ساتھ ممانعت فرمائی گئی ہے کہ اس سے بالواسطہ (یعنی انفرادی معیشت کے کمزور پڑنے سے) اجتماعی معیشت پر بُرا اثر پڑتا ہے۔ محققین کہتے ہیں کہ مقدارِ خرچ میں تجاوز اسراف اور مواقع میں (بے جا) خرچ تبذیر ہے اور اسی طرح بخل سے بچنے کی تاکید بھی آتی ہے۔ بخل سے پرہیز اور اسراف و تبذیر سے گریز کا نام اقتصاد و میانہ روی ہے جو معیشت کی ترقی میں ایک اہم چیز ہے۔

اخراجات میں میانہ روی اختیار کرنے کا حکم اخراجات میں میانہ روی اختیار کرنے کا حدیث میں واضح حکم وارد ہے، چنانچہ مروی ہے الاقتصاد فی النفقۃ نصف المعیشۃ کہ نفقہ میں میانہ روی نصفِ معیشت ہے۔ اگر اسراف و تبذیر کا سلسلہ بند ہو جائے اور

Marfat.com

اوپر کی سطح سے لے کر نچلی سطح تک کے سب افراد میانہ روی اختیار کرلیں، تو ملک بھر کی معیشت پر سے تقریباً نصف بوجھ کم ہوجائے، پھر میانہ روی کی ابتدا سربراہ مملکت سے ہو، سربراہ اگر فضول خرچ اور عیّاش ہو تو اس کا عملہ اور ماتحت افسران اعلیٰ وادنیٰ بھی فضول خرچی اور عیّاشی میں مبتلا ہوجائیں گے، مشہور ہے النّاس علیٰ دین ملوکہم کہ لوگ اپنے سربراہ کی روش اپناتے ہیں۔ سربراہِ مملکت میں اگر ملک کی معاشی واقتصادی ترقی کا کوئی سوز وگداز نہ ہو تو ملکی مشینری کے دوسرے کل پرزے بھی اس ملی وملکی جذبۂ ہمدردی سے قطعاً ناآشنا رہیں گے ؎

شمع محفل ہو کے تو جب سوز سے خالی رہا!
تیرے پروانے بھی اس لذّت سے ہی خالی رہے

وصیّت پر پابندی اسلام کے نظام کو لوگوں کی معاشی بہتری جس حد تک مطلوب ہے، اس کی نظیر دنیا کے کسی مذہب میں نہیں ملے گی۔ باوجودیکہ اسلام کسی کی ذاتی ملکیّت میں دخل اندازی کا روادار نہیں، تاہم جہاں ذاتی ملکیّت کے مقابلے میں اجتماعی معیشت اور حاجت مندوں کی مشترکہ منفعت کو خطرہ لاحق ہوا، وہاں اسلام نے کسی حد تک انفرادی اور ذاتی ملکیّت میں دخل اندازی کو روا رکھتے، بلکہ ضروری گردانتے ہوئے اجتماعی معیشت اور حاجت مندوں کے مشترکہ مفاد کی حفاظت کی ہے، اس کی نظیر وصیّت پر پابندی ہے؛ چنانچہ اس کی صورت یہ ہے کہ اگر کوئی شخص یہ وصیّت کرے کہ اس کے مرنے کے بعد اس کا کُل مال فلاں شخص کو دے دیا جائے، تو اس کی وصیّت میں اس طرح کی ترمیم ضروری ہوگی کہ کفن و دفن اور قرض کی ادائیگی کے بعد اس کی جائداد کا تیسرا حصّہ موصیٰ لہٗ (جس کے حق میں وصیّت کی گئی) کو دے کر باقی دو حِصّے اس متوفّی (وفات یافتہ) کے حقدار وارثوں میں تقسیم کر دیے جائیں گے اور یہ اس لیے کہ اس کا کل مال وجہِ معقول اور ضرورتِ شرعیہ کے بغیر کسی ایک

Marfat.com

شخص کے ہاتھ میں نہ چلا جائے، بلکہ معاشرے کے دوسرے حقداروں کو بھی کچھ نہ کچھ مل جائے، یہ بھی ایک طرح سے مستحقین کے حقوق کا تحفظ اور دولت کو مختلف افراد کے ہاتھوں میں متحرک رکھنے کی کوشش ہے؛ لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اسلام کے احکام کے آگے سرِ تسلیم خم رکھیں اور تہائی سے زیادہ کی وصیت نہ کریں ؎

خم ہے سرِ تسلیم میرا آپ کے آگے !!
پیری ہے تواضع کے سبب میری جوانی

اولاد میں حکمِ مساوات

اسلام کے نظامِ معیشت میں اپنی اولاد کو ہبہ و بخشش کے سلسلے میں بھی خصوصی ہدایات ہیں کہ اگر کوئی شخص اپنی اولاد کو اپنی زندگی میں کچھ دینا چاہتا ہے، تو سب کو دے، بلا وجہ معقول و بلا سبب شرعی کسی کو محروم نہ رکھے۔ صحیح مسلم میں ہے :

حضرت نعمان بشیر فرماتے ہیں کہ ان کے والد انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے اور عرض کی کہ میں نے اپنے اس بیٹے کو ایک غلام ہبہ کے طور پر دے دیا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ کیا تو نے اپنے ہر بچے کو اسی طرح ایک ایک غلام کا ہبہ کیا ہے؟ انہوں نے عرض کی کہ نہیں۔ آپ نے فرمایا فارجعہ کہ اس سے رجوع کرو۔ ایک روایت میں ہے فارددہ کہ اسے واپس کر لو۔ ایک اور روایت میں ہے، آپ نے فرمایا: اتقوا اللہ واعدلوا فی اولادکم فرجع ابی فرد تلک الصدقة کہ خدا سے ڈرو اور اپنی اولاد میں برابری کرو، تو میرے باپ نے وہ عطیہ مجھ سے واپس کر لیا۔ ایک اور روایت میں ہے فرمایا: فلا تشہدنی اذا فانی لا اشہد علیٰ جور تو اب مجھے گواہ نہ بناؤ، میں ظلم پر گواہ بننا نہیں چاہتا (وغیر ذالک من اختلاف الالفاظ صحیح مسلم۔ ج ۲۔ ص۳۷)

اس حدیث کی شرح میں امام نووی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں :

Marfat.com

وفی الحدیث انہ ینبغی ان یسوّی بین الاولادہ وفی الہبہ ویہب لکل واحد منہم مثل الاخر ولا یفضل ویسوّی بین الذکر والانثیٰ (شرح نووی ج ۲۔ ص ۳۷ وھکذا فی الدر المختار والشامی)

یعنی اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہبہ میں اولاد کے درمیان برابری کرنا مناسب ہے اور ہر ایک کو دوسرے کے برابر حقوق دے اور کسی کو ترجیح نہ دے۔ مرد و عورت کو برابر دے۔

ترجیحی سلوک کی صورت

بعض اولاد کے ساتھ محبت زیادہ ہو اور بعض کے ساتھ کم یہ کوئی ملامت کی چیز نہیں، کیونکہ یہ فعل غیر اختیاری ہے اور عطیہ و بخشش میں اگر یہ ارادہ ہو کہ بعض کو ضرر پہنچائے تو یہ درست نہیں، بلکہ سب میں برابری کرے، کم و بیش نہ کرے، ایسا کرنا مکروہ و غیر مستحسن ہے۔ ہاں اگر اولاد میں کوئی دینی بزرگی رکھتا ہو، مثلاً عالم دین ہو جو علم دین کی خدمت میں مصروف یا عبادت و ریاضت میں مشغول ہے اسے اگر دوسروں کی نسبت زیادہ دیدے اور ان لڑکوں کو جو دنیا کے کام و دھندوں میں لگے ہوئے ہیں، اگر تھوڑا دے، تو بلاشبہ مستحسن ہے۔ (فتاویٰ قاضی خاں ہامش ہندیہ۔ ج ۳۔ ص ۲۷۹)

شریعت نے صورتِ مذکورہ میں جو نیک اولاد کے حق میں ترجیحی سلوک کی اجازت دی ہے، اس میں ظلم و زیادتی ناحق نہیں، بلکہ یہ عین حق ہے اور سراپا صواب۔ اس میں جہاں دوسری اولاد کو جو متابلۃً نیک صالح نہیں ہے، نیک و صالح ہونے کا احساس و شوق ہوگا اور وہ کسی نہ کسی خیال سے روبہ اصلاح ہوں گے، وہاں والد کو دین کو غیر دین پر ترجیح دینے کا ثواب و اجر بھی ہوگا اور اس نیک بچے کی حوصلہ افزائی بھی ہوگی۔ اس میں اور بھی کئی ایک رموز و اسرار ہیں، جنہیں اہلِ رموز و اسرار علماء جانتے ہیں۔ یہ دنیا کے اہلِ حکمت و دانش کیا جانیں ؎

Marfat.com

حکیم میری نواؤں کا راز کیا جانے
ورائے عقل ہے یاں اہلِ حق کی تدبیریں

ہر فرد کو ضروریاتِ زندگی مفت حاصل ہوں

سابقہ تقریرات کی روشنی میں بلاشبہ یہ بات واضح ہوگئی کہ اسلام کا معاشی نظام انفرادی حقوق کے مقابلے میں اجتماعی اور ملی حقوق کا زیادہ تحفظ کرتا ہے۔ اسلام کے معاشی نظام میں اس بات کا بڑی شدت سے اور اوّلین طور پر اہتمام کیا جاتا ہے کہ ہر فرد کو خوراک، لباس، مکان، علاج اور تعلیم کی مناسب سہولتیں مفت حاصل ہوں اور اس کی ذمہ داری اور اخراجات کا بوجھ بیت المال پر ہوتا ہے۔ اگر خدانخواستہ بیت المال کبھی خالی ہو جائے، تو ترغیب و ترہیب کے ذریعے دولت مندوں کو ذمہ داری میں شریک کیا جائے گا، انہیں غریبوں، ناداروں اور حاجت مندوں کی حالتِ زار پر خاموش تماشائی بنے رہنے کی اجازت نہ ہوگی۔ اس سلسلہ میں حدیث شریف بھی ملاحظہ ہو، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

اِنَّ فِی الْمَالِ لَحَقًّا سوٰی الزکوٰۃِ — کہ تمہارے مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی حق ہے۔

یہ ارشاد فرما کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آیتِ کریمہ ولیس البرّ ان تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب کی آخر تک تلاوت فرمائی۔ (مشکوٰۃ ج ۱۔ ص ۱۶۹)

کیونکہ اس میں ہے واٰتی المال علیٰ حبّہ (اس کی محبت پر مال خرچ کرے) اور اسی آیت میں آگے ہے واٰتی الزکوٰۃ (اور زکوٰۃ دے) اس سے معلوم ہوا کہ زکوٰۃ کے علاوہ بھی مال خدا کے لیے غریبوں کا حق ہے۔ ملّا علی قاری فرماتے ہیں:

کہ مانگنے والا آجاتا ہے، اسے خالی نہ لوٹانا، قرض مانگنے والے کو قرض دینا، گھریلو استعمال کی چیزیں یعنی آگ، پانی، نمک (مرچ مصالحہ اور آٹا وبرتن وغیرہ جو عام طور پر ایک دوسرے کے گھر سے مانگ لی جاتی ہیں سب

Marfat.com

شامل ہیں۔ (مرقاۃ ج ۴۔ صـ۲۱۰)

اجتماعی حقوق کس ترتیب سے ادا ہوں

اجتماعی حقوق کی ادائیگی کے سلسلہ میں اسلام کے معاشی واقتصادی نظام نے ہماری رہنمائی کردی ہے؛ چنانچہ امام بخاری علیہ الرحمہ اپنی صحیح میں حضرت ابوہریرہ وحکیم بن حزام سے اور امام مسلم اپنی صحیح میں صرف حکیم بن حزام سے روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

وابدء بمن تعول (مشکوۃ ج ا صـ۱۷۰) کہ خرچ کی ابتدا اس سے کرو جس کے تم کفیل ہو۔

ملا علی قاری فرماتے ہیں:

ای بمن تلزمك نفقته، (مرقاۃ ج ۴ صـ۲۱۸)

یعنی اپنے بعد جب اجتماعی حقوق کے ادا کرنے کی نوبت آئے، تو سب سے پہلے اس کا حق ادا کرو جس کے تم کفیل ہو۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ بھی ہے کہ مرد انگی یہ ہے کہ انسان دوسروں پر بوجھ نہ ہو، بلکہ اپنے اور اپنے ساتھ اہل وعیال کا آپ ہی کفیل ہو، کیونکہ جب اجتماعیت کو اپنے نورِ اکتساب سے مستنیر کرنے کی نوبت آئے، تو سب سے پہلے اس کے اپنے اہل وعیال ہی اس کی صلاحیتوں سے مستنیر ہوں ؎

تو اے مسافرِ شب خود چراغ بن اپنا
کر اپنی رات کو داغِ جگر سے نورانی

اس اجمال کی تفصیل اس حدیث سے ملتی ہے جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میرے پاس ایک دینار ہے (میں اسے کس پر خرچ کروں)، فرمایا انفقہٗ علیٰ نفسك کہ اپنی ذات پر خرچ کر (یہ لنفسك علیك حق کے تحت تعلیم ہے)، اس نے عرض کی کہ میرے پاس دوسرا دینار ہے فرمایا اپنے خادم پر خرچ کر عرض کی کہ میرے پاس تیسرا دینار ہے فرمایا اس کو بیوی پر خرچ کر۔ عرض کی میرے پاس چوتھا دینار ہے فرمایا اسے اپنے خادم پر خرچ کر عرض کی میرے پاس پانچواں

Marfat.com

دینا ہے فرمایا انت اعلم (رواہ ابوداؤد ونسائی۔ مشکوٰۃ ج ۱۔ ص۱۷۱) کہ تو خوب جانتا ہے، یعنی اس کے بعد تیرے اعزہ واقارب میں جو مستحق امداد ہیں، وہ تجھے خوب معلوم ہیں، ان پر خرچ کرو (مرقاۃ)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ (ان حقوق کی ادائیگی کے بعد جو فرائض کا درجہ رکھتے ہیں) صدقاتِ نافلہ (یعنی ثانوی حقوق کی ادائیگی) کا نمبر اپنا اور اپنے بچوں گھر والوں اور خادموں کے مستقبل کی ضروریات کے لیے مناسب انتظام کرنے کے بعد آتا ہے۔ جو زائد ہو اسے جمع کر کے رکھنے کی بجائے محتاجوں اور ضرورت مندوں کی حاجات و ضروریات میں خرچ کرنا چاہیئے، اگرچہ زکوٰۃ بھی ادا کر چکے ہیں۔

قرآن کریم میں قل العفو سے یہی مراد ہے۔ اگر ملک کے دولت مند اور صاحب مال لوگ قل العفو کی یہ مراد سمجھ کر اس پر عمل پیرا ہوں، تو ملک سے افلاس و غربت کا یکسر خاتمہ ہو جائے ؎

قرآن میں ہو غوطہ زن اے مردِ مسلماں | اللہ کرے تجھ کو عطا جدّتِ کردار
جو حرف قل العفو میں ہے پوشیدہ اب تک | اس دور میں شاید وہ حقیقت ہو نمودار

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے: وفی اموالہم حق للسائل والمحروم کہ دولت مندوں کے مالوں میں سائل اور محروم کا حق ہے۔ (ذاریات ومعارج)

نیز ترمذی شریف میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ فاضل مال کو ضرورت مندوں میں خرچ کرنا اسے جمع کر کے رکھنے سے بہتر ہے اور اپنی ضروریات میں کام کرنے کی حد تک رکھ چھوڑنے میں کوئی حرج نہیں اور خرچ کرتے وقت ان پر پہلے خرچ کرو جو تمہاری کفالت میں ہوں اور خرچ کرنے والا اپنے لیے مانگنے والے سے بہتر ہے۔

(ترمذی۔ ج ۲۔ ص۵۷)

Marfat.com

لفظِ حق سے تعبیر کا فائدہ

لفظِ حق دونوں کے بارے میں وارد ہوا ہے اور یہاں لفظِ حق سے تعبیر کا فائدہ یہ ہے کہ سرمایہ داروں اور دولت مندوں کو معلوم ہو جائے کہ استحقاقِ دولت کی بنیاد صرف عملِ پیدائشِ دولت ہی نہیں، بلکہ افلاس و غربت بھی استحقاقِ دولت کی بنیاد ہے؛ لہٰذا مفلس و نادار افراد بھی ٹھیک اسی طرح دولت کے مستحق ہیں جس طرح اوّلین مالک مگر فرق صرف اوّلیت اور ثانویت کا ہے، گویا دولت کے مستحق دو قسم کے لوگ ہوئے۔ ایک تو وہ جو کسی پیداوار کے عمل پیدائش میں بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔ دوسرے وہ جنہیں عمل پیدائش میں کسی کردار کا مظاہرہ کیے بغیر محض ان کی غربت و افلاس کی وجہ سے دولت میں حصہ دار و شریک اور حقدار بنایا گیا ہے۔

ضرورت مندوں کی دو قسمیں ہیں

کچھ تو وہ ہوتے ہیں جو اپنی ضرورت کے لیے مانگنے سے نہیں شرماتے وہ سائل ہیں اور دوسرے وہ ضرورت مند بھی ہیں جو سوال کرتے شرماتے ہیں، جبکہ وہ شدید ضرورت مند اور معاشی مصیبت سے بھی دوچار ہوتے ہیں، مگر ان کا خوددار ضمیر انہیں دستِ سوال دراز کرنے سے منع کرتا ہے، تو ایسے لوگوں کی ہمیں خود تلاش کرنی چاہیئے اور سوالیوں کی نسبت ان کی فکر زیادہ ہونی چاہیئے کہ وہ ضرورت مند ہوتے ہوئے بھی اظہارِ حاجت نہیں کرتے، البتہ ان کا دِل فریاد سے معمور ہوتا ہے اور ان کی شکایت و حاجت زبان سے نہیں، آہِ سرد سے محسوس کی جا سکتی ہے ؎

ہر نفس اقبال تیرا آہ میں مستور ہے
سینۂ سوزاں تیرا فریاد سے معمور ہے

ایک عجیب واقعہ

یہاں ایک عجیب و غریب واقعہ بیان کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے جسے ملا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں تحریر

Marfat.com

فرماتے ہیں: ہمارے شیخ عارف باللہ علی متقی علیہ الرحمۃ نے بتایا کہ ایک صالح آدمی اپنی حلال کمائی کا ایک حصّہ خدا کے لیے بانٹ دیتے اور ایک حصّہ اپنے کام میں لاتے اور بقیہ ایک حصّہ اپنے کاروبار میں لگا دیتے۔ ایک روز ان کے پاس ایک مالدار شخص آیا اور کہا کہ میں کسی غریب کی امداد کرنا چاہتا ہوں کہ کسی مستحق کی نشان دہی فرمائیں۔ آپ نے فرمایا کہ مستحق کے ہاتھ میں حلال کمائی والے کا ہی مال جاتا ہے۔ جب اس نے مجبور کیا، تو آپ نے فرمایا کہ تم چلے جاؤ مانگنے والے پھرتے ہوں گے جس کے بارے میں تمہارا دل مانے اور مطمئن ہو، اسے دے دو، وہ چلا گیا، تو اسے ایک نابینا معمر منگتا ملا، اس نے اس کو جو دینا تھا دے دیا اور چلا آیا پھر دوسرے روز اس مالدار کا اس نابینے پر سے گذر ہوا، تو وہ نابینا اپنے ساتھی کو بتا رہا تھا کہ گزشتہ کل مجھے مالدار نے اتنی رقم دی کہ میرا کام بن گیا، میں نے شراب پی اور فلاں گانے والی عورت کے ساتھ شب بسر کی۔

مالدار نے سنا، تو اسے صدمہ ہوا کہ اس کے مال کو اس نابینا منگتے نے کہاں بیہودگی میں خرچ کیا، وہ اس صالح کے پاس آیا اور اسے واقعہ بتایا، تو اس صالح نے اپنی حلال کمائی سے مالدار کو کچھ دے کر کہا کہ جاؤ اور سب سے پہلے جس آدمی پر تمہاری نظر پڑے، یہ رقم فی سبیل اللہ اسے دے دو۔

چنانچہ وہ چلا گیا اور سب سے پہلے جس پر اس کی نظر پڑی، وہ ایک خوش لباس شخص تھا، معلوم ہوتا تھا کہ یہ دولت مند ہے، اسے دینے کو مالدار کا دل نہیں چاہتا تھا؛ تاہم صالح مذکور کے حکم کی وجہ سے اس نے وہ رقم اسی شخص کو دے دی۔ اس سفید پوش نے وہ رقم لی اور اُلٹے پاؤں واپس چلا گیا اور ایک ویران مکان میں داخل ہوا اور دوسری طرف سے نکل کر چلا گیا۔ یہ مالدار بھی اس کے تعاقب میں رہا تاکہ یہ دیکھے کہ اس نے ویرانے میں جا کر کیا کیا ہے، اس نے جا کر دیکھا کہ وہاں ایک مرا ہوا کبوتر پڑا ہے۔ اس مالدار نے اس سفید پوش کو قسم دے کر کہا کہ بتاؤ یہ کیا راز ہے۔ اس نے کہا کہ اس کے بچے بھوک سے بلک رہے تھے اور مانگنے کو ضمیر

Marfat.com

گوارا نہ کرتا تھا، یہی مردہ کبوتر ملا تھا، میں اسے لے جا رہا تھا کہ اسے پکاؤں اور بچّوں کو کھلا کر ان کی جان بچاؤں، راستے میں آپ ملے اور فی سبیل اللہ کچھ رقم دے دی، اب چونکہ مجھے حلال مل گیا، اس لیے اس کبوتر کو واپس اس ویرانے میں پھینک کر گھر جا رہا ہوں تاکہ اس رقم سے کچھ حلال خریدوں اور بچّوں کو کھلاؤں، اس کے بعد اس مالدار کو اس صالح کی بات کا یقین ہو گیا (مرقاۃ۔ ج ۴۔ ص ۱۹۹/۲۰۰)

اس لیے اہلِ دولت اور صاحبِ ثروت لوگوں کو ایسے باضمیر اور سفید پوش اہلِ فقر کا بھی خیال رکھنا چاہیے، اس بات کا منتظر نہیں رہنا چاہیئے کہ گھر پر مانگنے والے آئیں گے تو انہیں دے دوں گا، بلکہ بے منگتے ضرورت مندوں کی خود جا کر جستجو کرنا اور ظاہر حال سے نہیں، کچھ دل کی بصیرت اور دوسرے قرائن و شواہد سے بھی ان کی خبر رکھنا چاہیے ؎

دلِ بینا بھی کر خدا سے طلب !
آنکھ کا نور، دل کا نور نہیں

حضرتِ عمر کا رعایا کی خوشحالی کے لیے فکر مند ہونا

سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ، کا رعایا کی زندگی کو خوشحال بنانے کے لیے اور ان کے ہر قسم کے حقوق کی حفاظت کے جذبے سے راتوں کو گشت کرنا ایک مسلّم تاریخی حقیقت ہے۔ تاریخ طبری میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، نے راتوں میں گشت کرنے کے سلسلے کو وسعت دینے کے پروگرام کو مرتب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اگر میں زندہ رہا، تو انشاء اللہ راتوں کا گشت ساری مملکت میں پورا سال کروں گا، کیونکہ میں جانتا ہوں کہ ہر طرح کی کوشش کے باوجود بعض مجبوریوں کی بنا پر بعض لوگ مجھ تک نہیں پہنچ سکتے ہوں گے :

فاسیر الی الشام فاقیم بہا شہرین ثم اسیر الی الجزیرۃ

تو میں شام جاؤں گا، وہاں دو ماہ قیام کروں گا اور وہاں راتوں کا گشت کروں گا،

Marfat.com

فاقیم بہا شہرین ثم اسیر الی مصر فاقیم بہا شہرین ثم اسیر الی البحرین فاقیم بہا شہرین ثم اسیر الی الکوفۃ فاقیم بہا شہرین ثم اسیر الی البصرۃ فاقیم بہا شہرین واللہ لنعم الحول ہذا۔

(تاریخ الطبری۔ ج ۵۔ ص ۱۸۱)

پھر جزیرے جاؤں گا، وہاں دو ماہ قیام کروں گا، پھر مصر جاؤں گا، وہاں دو ماہ قیام کروں گا، پھر بحرین جاؤں گا، وہاں دو ماہ قیام کروں گا، پھر کوفے جاؤں گا، وہاں دو ماہ قیام کروں گا، پھر بصرہ جاؤں گا، وہاں دو ماہ قیام کروں گا اور یہ پورا سال میری راتوں کو گشت کا سال ہوگا۔ قسم بخدا یہ اچھا سال ہوگا۔

اشہر مشاہیرِ اسلام کے مصنف لکھتے ہیں کہ سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے گورنروں کو تحریر فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے حکمرانوں کو حکم دیا ہے کہ وہ قوم کے نگران اور چرواہے ہوں اور اس نے انہیں اس لیے حکمران نہیں بنایا کہ وہ قوم کو ٹیکسوں کے بوجھ تلے دبا دیں۔

امام ابونعیم حلیہ میں فرماتے ہیں کہ خلفائے راشدین اپنے زمانۂ خلافت میں اس تمام سونے اور چاندی و دیگر اموال کو جو بیت المال میں جمع ہوجاتا حاجت مندوں اور مستحقوں میں بانٹ دیتے اور بیت المال میں کچھ باقی نہ چھوڑتے، پھر وہاں دو رکعت نماز ادا کرکے فرماتے کہ یہ زمین اس بات کی گواہی دے گی کہ ہم نے اللہ کے بندوں کے لیے جو کچھ جمع کیا تھا، وہ سب انہیں بانٹ دیا ہے

شاہدِ قدرت کا آئینہ ہو، دل میرا نہ ہو
سر میں جز ہمدردیٔ انساں کوئی سودا نہ ہو

الغرض اسلام کے نظامِ حکومت سے ایک ایسا اقتصادی و معاشی نظام معرضِ

Marfat.com

وجود میں آتا ہے کہ صالح و موزوں ہونے کی بدولت امّت کے ہر ہر فرد کے خوشحال و فارغ البال ہونے کی پوری ضمانت دیتا ہے۔

رعیّت کے لیے نقصان کا معاوضہ

اسلام کے معاشی نظام میں اس بات کا ثبوت بھی ملتا ہے کہ اگر رعیت میں سے کسی کا نقصان ہو جائے تو حکومتِ اسلامیہ کی طرف سے اسے معاوضہ دیا جاتا ہے؛ چنانچہ کتاب الخراج میں ہے۔

اتیٰ عمر رجل فقال یا امیر المومنین زرعت زرعًا فمرّبہ جیش من اھل الشام فافسدوہ قال فعوضہ عشرۃ الاف (ص۱۱۹)

یعنی ایک شخص حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، عرض کی اے امیر المومنین میں نے کھیت بویا، اہلِ شام میں سے ایک لشکر کا وہاں سے گزر ہوا، تو میرا کھیت برباد ہو گیا۔ آپ نے اسے دس ہزار روپیہ معاوضہ دیا۔

اس واقعہ سے اسلام کے معاشی نظام کی خوبی کا اندازہ لگانا مشکل نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دنیائے عیسائیت تک کے منکرین نے اسے ایک بے مثالی معاشی نظام قرار دیا۔ والفضل ما شھدت بہ الاعداء۔

سربراہِ مملکت کو مہنگائی کی فکر

حضرتِ عمرِ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کو عوام کی معاشی تکلیف کی فکر اس حد تک ہوتی ہے کہ اس کے مقابلے میں اپنی تکلیف کو بھول جاتے ہیں؛ چنانچہ جب آپ پر قاتلانہ حملہ ہوا، تو اس اثنا میں کسی دُور کے علاقے سے ایک نمائندہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے سب سے پہلے یہی سوال کیا کیف اسعارھم ؟ قال قلت ارخص اسعارِ (تاریخ الطبری۔ ج ۵۔ ص۱۱) کہ ان کے ہاں عام چیزوں کے نرخ کیسے ہیں ؟ وہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی کہ وہاں چیزیں بہت سستی ہیں۔ آپ نے اس پر اطمینان کا سانس لیا۔ معلوم

Marfat.com

ہوا کہ سربراہِ مملکت لوگوں کی معاشی خوشحالی کا ذمہ دار ہے۔ حضرتِ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ جیسے سراپا درد و فکر سے ہی عالمِ اسلام میں معاشی خوشحالی کا دور لوٹ سکتا ہے ؎

کانٹا وہ دے کہ جس کی کھٹک لازوال ہو
یارب وہ درد جس کی کسک لازوال ہو

اسلام کے مالیاتی نظام پر ایک نظر

اسلام کے معاشی نظام کے بروئے کار لانے کو مملکتِ اسلامیہ کے لیے سرکاری خزانے کا وجود ضروری ہے جسے بیت المال کہا جاتا ہے۔ ایک بیت المال مرکزی ہوتا ہے، دوسرے صوبائی اور تیسرے ضلعی۔ اگر ضرورت ہو تو ایک ضلع میں متعدد بیت المال بھی قائم کیے جا سکتے ہیں جس سے عوام کی ضروریات پوری کی جائیں گی۔ اب ہم اختصار کے ساتھ بیت المال کے ذرائع آمد اور ساتھ ہی اس کے مصارف کے سلسلہ میں کچھ عرض کرتے ہیں۔

ذرائع آمد

(۱) زکوٰۃ (۲) عشر (۳) خراج (۴) جزیہ (۵) وقف (۶) کرایہ الارض (سرکاری زمین پر لگان) (۷) عشو (کسٹم ڈیوٹی) (۸) ضرائب (ہنگامی ٹیکس) (۹) فیے (بغیر جنگ کے بھاگ جانے والے کا سامان) (۱۰) خمس (۱۱) صدقات (۱۲) اموال فاضلہ (متفرق آمدنیاں) (۱۳) کانیں (۱۴) دفینے (۱۵) سواری ٹیکس (۱۶) ذرائع مواصلات (۱۷) برقیات (۱۸) سیاحت و زیارت (۱۹) تجارت (۲۰) صنعت و حرفت۔

مصارف

(۱) مصارفِ ثمانیہ (آٹھ قسم کے ضرورت مند جن کا ذکر قرآن میں بیان ہے) (۲) تنخواہیں (۳) وظائف (۴) رفاہِ عامہ (۵) شعبہ ہائے حکومت یعنی ہسپتال، سکول و مدارس، سڑکیں، پُل اور مسافر خانے وغیرہا کے متفرق مصارف۔ اسلامی نظام یا نظامِ مصطفےٰ کے نفاذ کے بعد غیر ملکی قرضوں کی قطعاً ضرورت نہ ہوگی کیونکہ ذرائع آمد مصارف سے کہیں زیادہ ہیں۔ نیز ذرائع آمد میں سے اگر سواری ٹیکس معاف کر دیا جائے جیسا کہ اسلام کے نظامِ معیشت و آسودگی کا تقاضا ہے، تو بہتر ہوگا اسلامی سلطنت

Marfat.com

کو خدا کا فضل کافی ہے، کہیں سے قرضہ کی بھیک مانگنے کی حاجت ہرگز نہ ہوگی۔ غرضیکہ ذرائع آمد کے مقابلے میں مصارف کم ہیں، اس لیے اسلام کے نظامِ معیشت میں ٹیکسوں کی بھرمار نہیں ہوتی، یہی وجہ ہے کہ یہ نظام لوگوں کو حیاتِ حقیقیہ کے ذوق سے آشنا کرتا ہے ؎

ہست دین مصطفیٰ دینِ حیات!
شرحِ او تفسیرِ آئینِ حیات!

زکوٰۃ اسلام کے معاشی نظام اور مالیاتی پروگرام کے سلسلے میں زکوٰۃ ایک اہم ذریعۂ آمد ہے جو نماز کے بعد ہر صاحبِ نصاب عاقل و بالغ مسلمان کے ذمہ واجب الادا ہے۔ زکوٰۃ کے معنی پاکیزگی اور نشوونما کے ہیں۔ زکوٰۃ کی ادائیگی کے بعد دولتِ پاکیزہ ہوکر برکتوں سے نشوونما پاتی ہے۔ نیز زکوٰۃ کی ادائیگی بندے کو اس بات کا احساس بھی دلاتی ہے کہ اس کے مال کا مالکِ حقیقی خدا تعالیٰ ہے اور اس کی حیثیت صرف خازن و امین کی ہے اور اس امانت کو رضاکارانہ طور پر ادا کرنا از حد ضروری ہے ؎

کرتی ہے دولت کو ہر آلودگی سے پاک و صاف
منعموں کو مال و دولت کا بناتی ہے امیں

فلسفۂ زکوٰۃ اسلام میں اہلِ دولت پر جو مالی حقوق عائد کیے گئے ہیں، مثلاً زکوٰۃ، عشر اور خمس وغیرہ سب میں یہی حکمت و فلسفہ کارفرما ہے کہ ملک کی دولت چند ہاتھوں میں مرتکز و محدود ہوکر نہ رہ جائے؛ چنانچہ قرآن کریم کا ارشاد ہے کَیْ لَا یَکُوْنَ دُوْلَۃً بَیْنَ الْاَغْنِیَاءِ (حشر آیت ۷) کہ ہم نے دولت مندوں پر زکوٰۃ و عشر و صدقات و خیرات ایسے مالی حقوق اس لیے عائد کیے ہیں کہ مال چند اغنیاء میں ہی گردش نہ کرتا رہے اور چند افراد کے ہاتھوں میں سمٹ کر نہ رہ جائے، بلکہ اس کی تحریک و گردش کا دائرہ اس طرح وسیع و عریض ہو کہ پورے ملک و ملت کے افراد اس کی تقسیم سے مستفید و منتفع ہوں۔

آیتِ مذکورہ کے جملہ مسطورہ بالا نے اسلام کے نظامِ معیشت کی رُوح و خلاصہ کو بڑی جامعیت

Marfat.com

کے ساتھ بیان کردیا ہے ۔ اسلام کے نظامِ معیشت کے برعکس سرمایہ دارانہ معیشت میں دولت سمٹ کر چند افراد کے ہاتھ میں جمع ہوجاتی ہے جس سے ملک کے چند افراد از حد متموّل و مالدار بن جاتے ہیں اور ملک و قوم کے باقی افراد تنگ دستی و معاشی بدحالی میں مبتلا ہوجاتے ہیں اسلام نے ایسی سرمایہ داری کی پہلے ہی بیخ کنی کردی ہے اور اسلامی معاشرہ کو اس طرح کی شکل عطا کی کہ اس پر مہلک و تباہ کن سرمایہ داری کے دھبے کبھی بھی پڑنے نہیں پاتے اور اسلامی معاشرہ میں سرمایہ داری پنپ ہی نہیں سکتی اور دولت کو چند ہاتھوں میں مجتمع و مرتکز ہونے سے روکا اور اس سلسلے میں ایسے حفاظتی بند باندھے کہ اس سے دولت نہ تو چند ہاتھوں میں جمع ہوسکتی ہے اور نہ ہی اس کی افادیت چند افراد تک محدود رہ سکتی ہے، بلکہ اس کی حرکت و گردش تمام افرادِ ملک و ملت میں جاری رہتی ہے ، لہٰذا اس میں نہ تو امیر، امیر تر اور نہ ہی غریب غریب تر ہوتے ہیں ، بلکہ نہایت حسن و خوبی سے غربت و افلاس کا قلع قمع ہوجاتا ہے جس کے نتیجے میں وہ باہمی طبقاتی آگ اور تحاسد و تباغض کی بھٹی ہمیشہ کے لیے سرد ہوجاتی ہے جس سے غریب و مفلس لوگ آمادۂ بغاوت ہوکر اپنی ہی قوم کے خون کا دریا بہا دیتے ہیں اور باہمی کشت و خون جو سوشلزم و کمیونزم اور اشتراکیت کا طرّۂ امتیاز ہے، عمل میں نہیں آتا ، بلکہ معاشرہ کی عمارت دولت کی مساویانہ تقسیم پر کچھ اس طرح سے استوار کی جاتی ہے کہ پورا ملک امن و سکون کا گہوارہ بن جاتا ہے ۔ اشتراکی معاشرہ کو جس کی ہوا تک نصیب نہیں ہوتی ۔ علامہ اقبالؒ سے اشتراکی معاشرہ کی بابت سنیئے ؎

رنگ و بُو از تن نگیرد جانِ پاک ۔۔۔ جز بہ تن کارے ندارد اشتراک[1]

دین آں[2] پیغمبرِ حق ناشناس ۔۔۔ بر مساواتِ شکم دارد اساس

یہ[3] علم یہ حکمت یہ تدبر یہ حکومت ۔۔۔ پیتے ہیں لہو دیتے ہیں تعلیمِ مساوات

---

[1] اشتراکی معاشرہ [2] پیغمبر ناحق شناس ، یعنی لینن اور کارل مارکس کا نظریۂ اشتراکیت و کمیونزم [3] سوشلسٹوں اور اشتراکیوں پر تنقید ہے ۔

Marfat.com

لیکن اسلام نے زکوٰۃ، عشر، و صدقہ وخیرات ایسے مالی حقوق دولت مندوں اور مالداروں پر قائم کر کے غریبوں اور ناداروں کو ان کی دولت وثروت میں حصہ دار بنا کر جو مساواتِ حقیقی پیدا کی ہے، اس میں نعرہ بازی اور ملمع سازی نہیں، بلکہ اس کی صدائے مساوات حقیقت وصداقت پر مبنی ہے جو ہمیں صدیوں سے دعوتِ عمل دے رہی ہے جو فرش نشیں غریب کو اٹھا کر تخت نشیں امیر کا ہم پہلو بنا دیتی ہے، علامہ اقبال کی زبان سے سنیے ؎

ہے تازہ آج تک وہ نوائے جگر گداز — صدیوں سے سُن رہا ہے جسے گوش چرخ پیر
ہوتا ہے جس سے اسود واحمر میں اختلاط — کرتی ہے جو غریبوں کو ہم پہلوئے امیر

اقبال کس مساوات کا یہ فیض عام ہے
رومی فنا ہوا، حبشی کو دوام ہے

نفلی حج سے غریبوں کی امداد بہتر ہے

اسلام کے معاشی نظام میں غربت وافلاس کے دور کرنے کی انتہائی کوشش کی گئی ہے۔ زکوٰۃ کی ادائیگی کے بعد اگر کسی کے پاس فاضل دولت موجود ہے، تو اسے بھی اس انداز سے خرچ کرنے کی ہدایت کی گئی ہے کہ خرچ کرنے والا اپنا مقصد بھی حاصل کرلے اور اس سے معاشرہ کے بدحال لوگوں کا بھلا بھی ہو جائے۔ مثلاً ایک شخص فاضل دولت سے کوئی ثواب کا کام کرنا چاہتا ہے اور اس سلسلے میں نفلی حج کرنے کا خیال رکھتا ہے تاکہ اسے خدا تعالیٰ کی رضا وخوشنودی حاصل ہو، تو اسلام کے معاشی نظام کی طرف سے اسے ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ نفلی حج کے بجائے اس رقم کو معاشرہ کے بدحال لوگوں پر صرف کر کے خدا کی خوشنودی حاصل کرے، اس سلسلے میں ہم امام غزالی علیہ الرحمۃ کا فرمان پیش کرتے ہیں:

"بہت سے دولت مندوں کو حج پر روپیہ صرف کرنے کا بہت شوق ہوتا ہے وہ بار بار حج کرتے ہیں اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اپنے پڑوسیوں کو بھوکا (اور ضرورت مند) چھوڑ جاتے

Marfat.com

ہیں (ایسا حج کہاں قبول ہوگا ؟ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے صحیح فرمایا ہے کہ (قیامت کی علامت میں سے ایک علامت یہ بھی ہے کہ) اخیر زمانہ میں بلا ضرورت حج کرنے والوں کی کثرت ہوگی، ان کو حج کا سفر بہت آسان معلوم ہوگا (کہ جہازوں پر آئیں جائیں گے) روپیہ کی ان کے پاس کمی نہ ہوگی (جبکہ معاشرہ کے بدحال اور ضرورت مند لوگ پریشانی میں مبتلا ہوں گے اور یہ نفلی حج کرتے پھرتے ہوں گے، لیکن) وہ حج کے ثواب سے محروم (تہی دست واپس آئیں گے ابونصر علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ ایک شخص امام الاولیاء بشر بن حارث کی خدمت میں آیا اور کہا کہ میرا حج کا ارادہ ہے۔ آپ نے پوچھا تیرے پاس کتنی رقم ہے؟ اس نے کہا دو ہزار درہم۔ فرمایا حج سے تیرا کیا مقصد ہے؟ اس نے عرض کی اللہ کی رضا جوئی۔ فرمایا کہ میں تمہیں ایسا کام بتاتا ہوں کہ تمہارے روپے بھی خرچ ہو جائیں اور خدا کی رضا جوئی بھی حاصل ہو اور تمہیں سفر بھی نہ کرنا پڑے، اس نے عرض کی، بخوشی؟ فرمایا اچھا جاؤ اس مال کو ایسے دس آدمیوں کو دے دو جو مقروض ہوں، وہ اس سے اپنا قرضہ ادا کر دیں اور اگر تمہاری طبیعت چاہے، تو یہ ایک ہی (مقروض یا کسی حاجتمند) کو دے دو فان ادخالك السرور علیٰ قلب المسلم واغاثة اللھفان وكشف الضر واعانة الضعيف افضل من مائة حجة بعد حجة الاسلام (احیاء العلوم۔ ج ۳۔ ص ۳۹۷)

ترجمہ: کیونکہ مسلمان کے دل کو خوش کرنا، بے کس کی امداد، ضرورت مند کی ضرورت پوری کرنا کمزور کی اعانت کرنا سو نفلی حج سے افضل ہے (اور اگر تو نے ایسا نہ کیا اور ضرورت مندوں کو چھوڑ کر حج پر چلا گیا، تو تیرا حج قبول نہ ہوگا، کیونکہ) اللہ تعالیٰ نے عہد فرمایا ہے کہ وہ صرف متقین کے عمل کو قبول فرمائے گا۔ (احیاء العلوم، ج ۳ ص ۳۹۷۔ طبع مصر)

۵ سوچ تو دل میں لقب ساقی کا ہے زیبا تجھے؟
انجمن ہے پیاسی اور پیمانہ بے صہبا تیرا

Marfat.com

ضرورت مند کی ضرورت کو پورا کرنا مسجد کی تعمیر سے بہتر ہے

اسی کتاب میں ایک جگہ امام صاحب فرماتے ہیں کہ بعض لوگ معاشی بدحالی میں مبتلا لوگوں کی ضروریات میں صرف کرنے کی بجائے مساجد کی تعمیر وغیرہ پر خرچ کرتے ہیں، حالانکہ ضرورت مند کی ضرورت کو پورا کرنا مسجد کی تعمیر سے کہیں بہتر اور اہم ہے۔

صرف المال الیھم اھم و افضل واولیٰ من الصرف الیٰ بناء المساجد وزینتھا۔ (ج ۳۔ ص۳۹۶)

یعنی ضرورت مند مسلمانوں کی ضرورت میں مال خرچ کرنا مساجد کی تعمیر و آرائش پر خرچ کرنے سے زیادہ ضروری و بہتر اور افضل ہے۔

پاکستان کی قومی آمدنی اور زکوٰۃ

اگر پاکستان کی قومی آمدنی کی زکوٰۃ پاکستان کے نادار افراد میں تقسیم کی جائے، تو اس سے تقسیمِ دولت کا جس قدر وسیع سلسلہ عمل میں آسکتا ہے، اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ۱۹۶۵ء میں پاکستان کی قومی آمدنی پندرہ ارب تیس کروڑ روپے کے قریب تھی۔ زکوٰۃ کی شرح اڑھائی فیصد کے حساب سے قومی آمدنی سے اگر زکوٰۃ نکالی جائے، تو اڑتیس کروڑ پچیس لاکھ روپے سالانہ غریبوں میں تقسیم ہوتے ہیں۔ (ملاحظہ کیجیے سنہ ۱۹۶۵ء کا سرکاری بجٹ)

اموال ظاہرہ و باطنہ

اموال کی دو قسمیں ہیں ظاہرہ و باطنہ۔ اول الذکر وہ مال ہے جسے گھر میں چھپا کر رکھنا ممکن نہ ہو، جیسے جانور اور کھیتی اور ثانی الذکر وہ مال ہے جسے گھر میں چھپایا جا سکتا ہے جیسے سونا اور چاندی۔ ثانی الذکر مال کی زکوٰۃ اگر صاحب مال ازخود حکومت کو ادا کرے، تو بہتر ورنہ اس سے جبراً وصول نہیں کی جائے گی۔ نیز وزیر خزانہ یا افسر خزانہ اموال زکوٰۃ کو اسی طرح

Marfat.com

خرچ کرنے کے پابند ہیں جس طرح قرآن وسنت کی ہدایات ہیں اور قرآن وسنت نے ہر طرح سے اس کی وضاحت کر دی ہے جس کو پیش نظر رکھنے والا غلطی میں نہ پڑے گا۔

صفتِ برق چمکتا ہے مرا فکرِ بلند !!
کہ بھٹکتے نہ پھریں ظلمتِ شب میں راہی

نگرانی کا حق

اسلام کے معاشی نظام کی برتری کے وجوہات میں سے ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس کے اصول خدا تعالیٰ کے وضع کردہ ہیں اور زکوٰۃ دینے والے اور لینے والے اپنی مرضی سے کچھ کہنے یا کرنے کے مجاز نہیں، بلکہ دونوں خدا و مصطفےٰ جلّ وعلا وصلی اللہ علیہ وسلّم کی مرضی وامر پر چلنے کے پابند ہیں، اس لیے اسلام زکوٰۃ دینے والوں کی نگرانی کا بھی حق دیتا ہے کہ وہ اس بات کا خیال رکھیں کہ ان کے اموال صحیح مصرف پر صرف ہو رہے ہیں یا نہیں، اگر ضرورت پڑے تو ذمہ دار افسر کے خلاف عدالت میں دعویٰ بھی دائر کر سکتے ہیں اور اس کے علاوہ درہم و دینار یعنی نقد رقم اور سونے چاندی کی زکوٰۃ صاحبِ نصاب اپنی مرضی سے جہاں چاہے دے اور جس مستحق کو مناسب سمجھے عطا کر سکتا ہے، لیکن حکومتِ اسلامیہ کو سامانِ تجارت ومویشی، یعنی اونٹ، گائے، بھینس، بھیڑ بکریاں، گھوڑوں اور گدھوں کی تجارت پر زکوٰۃ وصول کرنے کا حق ہے، اس میں جو مزاحم ہو، اسے باغی تصوّر کیا جاتا ہے اور امیرِ اسلام اس سے اکراہ وجبر کے ساتھ زکوٰۃ وصول کر سکتا ہے اور زرعی پیداوار کا عشر بھی حکومتِ اسلامیہ وصول کرنے کی مجاز ہوتی ہے۔ حکومتِ اسلامیہ اس سلسلے میں پوری توجہ سے اور بلا رُو رعایت وصولی کی تگ ودَو کرے گی تاکہ وہ معاشی بدحالی میں مبتلا افراد کی حالت سدھارنے میں کامیابی سے ہمکنار ہو ؎

ہر ایک مقام سے آگے گزر گیا ماہِ نو
کمال کس کو میسّر ہوا ہے بے تگ ودَو

Marfat.com

مصارفِ ثمانیہ یعنی زکوٰۃ کے آٹھ مصارف

زکوٰۃ کے مصرف وہ آٹھ قسم کے لوگ ہیں جن کا قرآن کریم کی سورۂ توبہ میں ذکر ہے انما الصدقات للفقراء الخ آیت ۶۰ یعنی زکوٰۃ صرف غریبوں، نرے ناداروں اور انہیں کے لیے ہے جو اسے حاصل کر کے لائیں اور جن کے دلوں کو اسلام سے الفت دی جائے اور گردنوں کے چھڑانے میں (صرف کی جائے)، اور مقروضوں کے لیے اور اللہ کی راہ میں (جہاد کرنے والوں اور طالبعلموں) اور مسافر کے لیے ہے (یعنی فقرا و مساکین و یتیم و بیوہ و جسمانی معذور و بے روزگار کیلئے)

اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ترجمۂ مبارکہ مسمّٰی بہ کنزالایمان ۱۳۳۰ھ فی ترجمۃ القرآن میں مسکین کا ترجمہ نرے نادار سے کیا ہے۔ یہ ترجمہ ہدایہ کے مطابق ہے، فرماتے ہیں والمسکین من لاشیئ لہ (ج ۱ ص ۱۸۷) کہ مسکین وہ ہے جو کچھ بھی نہ رکھتا ہو۔ ساتھ یہ بھی فرماتے ہیں وھذا مروی عن ابی حنیفۃ کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے یہی تعریف مروی ہے۔

مؤلّفۃ القلوب کا مسئلہ

ابتدائے اسلام میں کچھ لوگوں کو اسلام کی طرف مائل کرنے یا اسلام پر باقی رکھنے یا ان کے شر سے بچنے کے لیے مدِ زکوٰۃ سے حصہ دیا جاتا تھا (فتح القدیر۔ ج ۲ ۔ ص ۲۵۹) اور اسے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی تقسیم فرماتے۔ جب اسلام ایک طاقت بن گیا، تو اس وقت ایسے لوگوں کو حصہ دینے کی ضرورت نہ رہی؛ لہٰذا مولفۃ القلوب کا حصہ خود بخود ساقط ہو گیا۔

اس کا واقعہ یہ ہے کہ عیینہ اور اقرع نامی دو شخص مولفۃ القلوب سے تھے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، کے عہدِ خلافت میں ان کے پاس حاضر ہوئے اور اپنا حصہ طلب کیا۔ آپ نے حضرت عمر کو خط لکھا۔ وہ دونوں صاحبان خط لے کر سیدنا عمر فاروق

Marfat.com

رضی اللہ عنہ، کے پاس گئے، آپ نے اس خط کو پھاڑ ڈالا اور فرمایا کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں اسلام پر قائم رکھنے کے لیے عطا فرمایا کرتے تھے، اب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غالب کر کے ایسے لوگوں سے بے نیاز کر دیا ہے۔ اب اگر تم اسلام پر قائم رہو گے تو بہتر، ورنہ تمہارے اور ہمارے درمیان تلوار فیصلہ کرے گی۔ وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، کی خدمت میں واپس حاضر ہوتے اور کہا کہ آپ خلیفہ ہیں یا عمر؟ آپ نے ارشاد فرمایا هُوَ اِنْشَآءَ یعنی وہی (میرے بعد خلیفہ ہوں گے) اگر چاہیں (اور منظور کریں) گے۔ تو حضرت صدیق اکبر اور دیگر جمیع صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ، کے اس فیصلہ سے اتفاق کیا؛ لہٰذا مؤلفۃ القلوب کے حصہ کے سقوط پر صحابہ کرام کا اجماع منعقد ہو گیا۔

ایک شبہ کا ازالہ اگر کوئی یہ شبہ کرے کہ حضرت عمر فاروق قرآن کریم کو کیسے منسوخ کر سکتے تھے۔ نیز یہ خبرِ واحد ہے اس سے قرآنِ کریم کا حکم منسوخ نہیں ہو سکتا لہٰذا اس حکم کا باقی رہنا حکومتِ وقت کی صوابدید پر موقوف ہونا چاہیئے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں تنہا حضرتِ عمر فاروق رضی اللہ عنہ، کا فیصلہ نہیں، بلکہ یہ صحابہ کرام کا اتفاق و اجماع ہے اور اجماع قطعی ہوتا ہے۔ حضرت عمر فاروق تو اس فیصلے کے مظہر قرار پائے اور اس اجماع کی سند کتاب و سنت سے کوئی نہ کوئی دلیلِ شرعی انہیں معلوم تھی، اگرچہ اس دلیلِ شرعی کا اس وقت ذکر نہ کیا گیا ہو اور عدم ذکر عدم وجود کو مستلزم نہیں ہے۔ پھر ممکن ہے کہ ذکر بھی ہوا ہو، مگر اسے کسی نے بھی نقل نہ کیا ہو، کیونکہ عدم نقل بھی عدم ذکر کو مستلزم نہیں ہے اور اس کے لیے اس قدر کہنا ہی کافی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ہونے کی حیثیت سے وہ نفوسِ قدسیہ کسی حکم و فیصلہ پر اس وقت تک خاموش نہیں رہ سکتے، جب تک کہ انہیں اس فیصلے و حکم کی سند کتاب و سنت

Marfat.com

سے معلوم نہ ہو، ان کا حضرتِ عمر فاروقِ اعظم کے فیصلہ مذکورہ پر خاموش رہنا اس امر کی دلیل ہے کہ انہیں قرآن وسنّت کی روشنی میں یہ بات معلوم تھی کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مؤلفتہ القلوب کو حصّہ دینا اس وقت تک ہے جب تک کہ اسلام کو غلبہ و قوت حاصل نہیں ہوتی۔ نیز امام ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ نے فتح القدیر میں لکھا ہے کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ساتھ ہی یہ آیت تلاوت فرمائی: الحق من ربکم فمن شآء فلیومن و من شآء فلیکفر (سورۂ کہف) کہ تمہارے رب کی طرف سے حق (واضح ہوگیا) ہے جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کفر کرے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہی آیت مؤلفتہ القلوب کے حصّہ کے سقوط کی موجب ہے۔ (فتح القدیر۔ ج ۲۔ ص ۲۶)

رہا یہ سوال کہ آیت انما الصدقات الخ مدنی اور آیت الحق من ربک الخ مکّی سورت سے ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ مؤخر الذکر آیت کا نزول مکّہ میں ہوا تاہم اس کا حکم اور اس پر عمل بعد میں ظہور پذیر ہوا کہ ایسی کئی ایک آیات پائی جاتی ہیں جو نزول کے اعتبار سے مقدم مگر حکم و عمل کے لحاظ سے مؤخر ہیں۔ بہر صورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے صحابہ کرام بالخصوص لسان الحق سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعنہم سے یہ بات ہرگز ہرگز متصور نہیں کہ وہ کسی ایسی نص قرآن کریم کی جو اپنی قطعی حالت کے ساتھ بدستور موجود ہو، خلاف ورزی کریں، کیونکہ وہ تو قرآن کریم کے احکام کے محافظ و پاسبان تھے، اس کے کسی حکم کی مخالفت کیسے کر سکتے تھے؟ ؎

پاسبانِ عزت ام الکتاب!
از نگاہش خانۂ باطل خراب!

مقامی مستحقین کو ترجیح اسلامی معاشی نظام نے دُور والوں کی نسبت قریبی و مقامی مستحقین کو ترجیح دی ہے۔ زکوٰۃ کی

Marfat.com

تقسیم میں اوّل قریب، پھر بعید کے مطابق پہلے قریبی ومقامی مستحقین کو دینے کا حکم ہے اس کے بعد اگر گنجائش ہو تو دور والوں کو۔

چنانچہ صحیحین میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل کو یمن کی ذمہ داریاں سونپ کر روانہ کیا، تو ارشاد فرمایا اے معاذ! تم اہل کتاب کے پاس جاکر انہیں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دینے (اسلام لانے) کی دعوت دینا اگر وہ تمہاری بات مان لیں (اسلام قبول کرلیں)، تو انہیں پنجگانہ نمازوں کی پابندی کا حکم دینا اور اس کے بعد انہیں فریضۂ زکوٰۃ سے آگاہ کرنا اور ان کے امیروں سے زکوٰۃ وصول کرنا توخذ من اغنیائھم وترد علیٰ فقراءھم یعنی زکوٰۃ وہاں کے دولت مندوں سے لے کر وہاں کے غریبوں میں بانٹ دی جائے گی اور وصولی زکوٰۃ میں ان کے بڑھیا مال نہ لینا اور مظلوم کی بددعا سے بچنا کہ اس کے اور خدا کے درمیان کوئی حجاب نہیں (بخاری، مسلم)۔

اس حدیث کی شرح میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

انّ نقل الزکوٰۃ عن بلد الوجوب لا یجوز مع وجود المستحقین فیہ بل صدقۃ کل ناحیۃ لمستحقّی تلک الناحیۃ	یعنی ایک شہر کی زکوٰۃ دوسرے شہر کو بھیجنا جائز نہیں، جبکہ وہاں مستحق موجود ہوں، بلکہ ہر علاقہ کی زکوٰۃ اس علاقے کے مستحقوں کے لیے ہے۔

(مرقاۃ ج ۴، ص ۱۱۹)

فقہائے احناف نے اگرچہ عدم جواز کا قول نہیں کیا تاہم کراہیت سے اتفاق کیا ہے، ہدایہ میں ہے: ویکرہ نقل الزکوٰۃ من بلد الی بلد (ج ۱۔ ص ۱۹۰)

ایک مرتبہ خراسان کی زکوٰۃ وہاں کے عامل نے شام کے بیت المال کو روانہ کردی، خلیفۂ وقت حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ، کو معلوم ہوا، تو آپ نے وہ زکوٰۃ

Marfat.com

خراسان کے بیت المال کو واپس بھجوادی اور ہدایت کی کہ اسے خراسان کے مقامی مستحقوں میں بانٹ دیا جائے۔ (عمدۃ القاری، شرح بخاری، ج ۸۔ صـ۲۳۸)

البتہ اگر ایک شہر کی زکوٰۃ وہاں کے مقامی مستحقوں کی ضرورت سے زیادہ ہے اور زکوٰۃ دینے والے کا کوئی ایسا قریبی رشتہ دار جسے شرعی طور پر زکوٰۃ دینے کی ممانعت نہیں دوسرے شہر میں ہے، تو اس صورت میں اس کو زکوٰۃ بھیج سکتے ہیں۔ (ہدایہ ج ۱ صـ۱۹۰)

ہاشمیوں کو زکوٰۃ دینے کے بارے میں جمہور فقہاء احناف کی رائے

ہدایہ میں ہے کہ

لاتدفع الیٰ بنی ھاشم کہ ہاشمیوں کو زکوٰۃ نہ دی جائے، اس کی دلیل وہ حدیث ہے جسے امام طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

یا بنی ھاشم ان اللہ حرم علیکم	کہ اے بنی ہاشم اللہ تعالیٰ نے تم پر لوگوں
غسالۃ النّاس واوساخھم	کا غسّالہ اور میل (زکوٰۃ) حرام کی ہے
وعوّضکم منھا بخمس الخمس	اور اس کے عوض تمہیں خمس کا خمس
	عطا کیا ہے۔

(ھدایہ ج ۱۔ صـ۱۸۸)

لہٰذا نص سے معلوم ہوا کہ بنی ہاشم پر زکوٰۃ حرام ہے، وہ آپس میں بھی ایک دوسرے کو نہیں دے سکتے، بلکہ ہاشمی لوگ اپنی زکوٰۃ غیر ہاشمی کو دیں گے، لیکن آج کے دور میں اس مسئلے پر نظر ثانی کرنا ہوگی، جیسا کہ

امام طحاوی کی رائے

امام الاحناف حضرت امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے ہے کہ ضرورت مند معاشی بحران میں مبتلا ہاشمی حضرات زکوٰۃ لے سکتے ہیں۔ امام طحاوی نے اس سلسلے میں کچھ احادیث بھی روایت کی ہیں جن سے جواز ثابت ہوتا ہے۔ اگرچہ یہ ظاہر الروایہ کے خلاف ہے، تاہم آج کے پرفتن دور میں جسے معاشی مسائل نے سنگین حالات سے دوچار کر رکھا ہے غیر ظاہر الروایہ

Marfat.com

پر عمل مناسب ہے، جبکہ امام صاحب سے ایک روایت جواز کی بھی ہے؛ چنانچہ فتح القدیر میں امام ابن ہمام رضی اللہ عنہ، فرماتے ہیں:

وروی ابوعصمة عن ابی حنیفة انه یجوز فی هذا الزمان وان کان ممتنعا فی ذالك الزمان۔

(فتح القدیر ج ۲۔ ص ۲۷۲)

اور امام ابوعصمۃ، امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ، سے روایت کرتے ہیں کہ اس (امامِ اعظم کے) زمانے میں ہاشمیوں کو زکوٰۃ وغیرہ دینا جائز ہے اگرچہ اس (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) کے زمانہ میں ناجائز تھی۔

کفایہ حاشیہ ہدایہ میں ہے:

الحرمة کانت فی عهد النبی صلی الله علیه وسلم للعوض وهو الخمس فلما سقط ذالك حلّت لهم الصدقة قال الطحاوی وبالجواز ناخذ۔ (هدایہ ج ۱۔ ص ۱۸۸)

کہ حرمتِ زمانۂ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں عوض یعنی خمس الخمس کی وجہ سے تھی، تو جب خمس الخمس ساقط ہوگیا، تو ان کے لیے زکوٰۃ حلال ہوگئی۔ امام طحاوی فرماتے ہیں ہم جواز کو لیتے ہیں۔

یہ حرمت گویا اس وجہ سے تھی کہ انہیں خمس الخمس ملتا تھا اور جب خمس الخمس ساقط ہوگیا، تو ان کے لیے بہ قاعدہ الضرورات تبیح المحظورات زکوٰۃ کی حرمت ساقط ہوگئی۔ ہاشمی حضرات کو لوگوں کے صدقاتِ نافلہ یا حیلوں کے رحم وکرم پر چھوڑنا ان کے معاشی بحران میں اضافہ کرنے کے مترادف ہے۔ ہاں اگر پاکستان میں اسلامی نظام کے قیام کے بعد ہاشمیوں کے لیے کہ غریب ومفلس ہوں، کفالت کا الگ انتظام کر دیا جائے جس سے وہ حسبِ ضرورت لے سکیں، تو وہ زکوٰۃ سے بے نیاز ہو جائیں گے۔ فیعود حکم الحرمة۔ الغرض زکوٰۃ اسلام کے معاشی نظام میں بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ اگر اہلِ دولت اپنی دولت کی زکوٰۃ صحیح طور پر ادا کریں، تو اس سے نہ صرف ان کے دلوں

Marfat.com

سے دولت کی محبت مٹ کر وہاں خدا تعالیٰ کی محبت جلوہ گر ہوگی، بلکہ معاشرہ کے افلاس و غربت کے مارے ہوتے لوگوں کو کسی حد تک معاشی مساوات حاصل ہوگی اور اسلامی معاشرہ کو بے مثال استحکام بھی نصیب ہوگا ؎

حُبِّ دولت را فنا ساز د زکوٰۃ | ہم مساوات آشنا ساز د زکوٰۃ
دل ز حتّیٰ تنفقوا محکم کند | زر فزاید اُلفتِ زر کم کند
ایں ہمہ اسباب استحکام تست | پختہ محکم اگر اسلامِ تست
اہلِ قوت شو ز ورد ے یا قوی | تا سوارِ اشترِ خاکی شوی

کس کس چیز سے عشر دیا جائے

عشر کے معنی دسویں حصہ کے ہیں، نصف عشر (بیسواں حصہ) بھی اس اطلاق میں شامل ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

واتوا حقه يوم حصاده (انعام ۱۴۱)

اور اس کا حق شرعی اس کے کاٹنے کے دن ادا کرو۔

صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ اپنی تفسیر خزائن العرفان میں تحریر فرماتے ہیں:

معنی یہ ہیں کہ یہ چیزیں (کھیتی اور درخت) جب پھلیں کھانا تو اسی وقت سے تمہارے لیے مباح ہے اور اس کی زکوٰۃ یعنی عشر اس کے کامل ہونے کے بعد واجب ہوتا ہے، جب کھیتی کاٹی جائے یا پھل توڑے جائیں (مسئلہ) لکڑی، بانس، گھاس کے سوا زمین کی باقی پیداوار بارش سے ہو تو عشر واجب ہوتا ہے اور اگر رہٹ وغیرہ سے ہو تو نصف عشر۔

(تفسیر خزائن العرفان، برحاشیہ ترجمہ اعلیٰ حضرت حمائل ص۲۳۶)

Marfat.com

عشر زمین کا کرایہ ہے

زمین کے بارے میں اسلام کا نظریہ یہ ہے کہ اس کا مالک حقیقی اللہ تعالیٰ ہے ان الارض للہ (قرآن) کہ زمین کا مالک اللہ ہے۔ اس نے اپنے بندوں کو عارضی اور مجازی طور پر مالک بنا دیا ہے کہ اپنی ضروریات کے سلسلے میں زمین سے استفادہ کریں؛ لہٰذا عشر اس کا معاوضہ و کرایہ ہے، لیکن چونکہ وہ خود کرایہ لینے سے پاک ہے، اس لیے اس نے ہدایت کی کہ اسے ضرورت مندوں کو دے دو، ان کے ہاتھوں میں گیا، تو گویا خدا کے ہاتھوں میں پہنچا کہ خدا کی مخلوق اس کا عیال ہے۔ امام ابو یعلیٰ اور امام بزار حضرت انس اور امام طبرانی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم سے راوی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

الخلق کلہم عیال اللہ فاحبہم الی اللہ انفعہم لعیالہ۔
(الجامع الصغیر للسیوطی ج ۲ ص ۱۱)

کہ کل مخلوق خدا کا عیال ہے، تو اللہ کو وہی زیادہ پسند ہے جو اس کے عیال کو زیادہ فائدہ پہنچائے۔

خلاصہ یہ ہے کہ زمین خدا کی ہے ہم عارضی استفادہ کرنے والے ایک طرح سے اس کے کرایہ دار ہیں اور یہ عشر و نصف عشر وغیرہ اس کی زمین کا کرایہ ہے۔

اس سے بڑھ کر اور کیا فکر و نظر کا انقلاب
بادشاہوں کی نہیں اللہ کی ہے یہ زمین

عشری زمین

عشر یا نصف عشر، عشری زمین سے لیا جاتا ہے۔ اگر کوئی قوم مسلمان ہو جائے، تو ان کی زرعی زمین اور عربوں کی زمینیں اور مجاہدین و غنیمت والوں کے حصہ میں آئی ہوئی زمینیں جنہیں مسلمانوں نے آباد کیا ہو اور لاوارث ذمی کے مرنے کے بعد مسلمانوں کے قبضہ میں آنے والی زمین سب عشری ہیں۔ ان سے عشر یا نصف عشر لینے کا حکم ہے، اسی طرح جو زمین عشری ہو نہ خراجی

Marfat.com

اس سے بھی عشر یا نصف عشر کی وصولی کا حکم ہے۔

ہندوپاک کی زمینوں کا حکم

اس صدی کے مجدّد اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مولانا الشاہ احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فتاوی مبارکہ "فتاویٰ رضویہ" میں فرماتے ہیں :

ہندوستان (اور پاکستان) کی زمینیں خراجی نہ سمجھی جائیں گی جب تک کہ کسی خاص زمین کی نسبت خراجی ہونا دلیل شرعی سے ثابت نہ ہو، بلکہ وہ عشری ہیں یا نہ عشری نہ خراجی، اور دونوں صورتوں میں ان کا وظیفہ عشر ہے۔" (فتاویٰ رضویہ، ج ۴۔ صـ۴۵۳)

عرب کی سرزمین عشری ہے

قاضی القضاۃ امام ابی بن یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں : وارض الحجاز والمدینۃ ومکۃ والیمن وارض العرب کلہا ارض عشر۔ (کتاب الخراج صـ۶۰) اور حجاز مدینہ ومکہ ویمن اور کل عرب کی زمین عشری ہے۔

عشر ونصف عشر کی صورت

اگر عشری زمین بارش اور دریائی سیلاب یا قدرتی چشموں اور نہروں کے بے قیمت پانی سے سیراب ہوتی ہو، تو اس کی پیداوار سے عشر لیا جائے گا اور اگر ان ذرائع سے سیراب ہو جن میں خرچ کرنا پڑتا ہے، تو نصف عشر لیا جائے گا۔ ہدایہ میں ہے کہ اس پر ہونے والے مصارف کے وضع کرنے سے پہلے عشر یا نصف عشر دینا ہوگا۔

لا یحتسب منہ اجر العمال ونفقۃ البقرۃ (ج ۱۔ صـ۱۸۵)

کہ کارکنوں اور بیلوں کے اخراجات شمار میں نہیں لائے جائیں گے۔

عشر زمیندار پر یا مزارع پر؟

امام اہل سنت مجدد دین وملت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ نے اپنے

Marfat.com

فتاویٰ شریف میں فقہا کے فیصلوں کی بہترین تنقیح کر کے مسئلہ کو نہایت خوبی کے ساتھ واضح فرمایا ہے، ملاحظہ ہو:

زمین اگر بٹائی پر دی جائے، یعنی مزارع کے لیے پیداوار کا حصہ مثلاً نصف (½)، یا ثلث (⅓) غلہ قرار دیا جائے، تو مالک زمین پر صرف بقدر حصہ عشر آئے گا، مثلاً مزارعت بالمناصفۃ (½) کی صورت میں سو من غلہ پیدا ہو تو زمیندار پانچ من عشر میں دے اور اگر (زمین) اجارہ پر دی گئی جسے لوگ نقشی کہتے ہیں۔ مثلاً سو روپیہ بیگھہ پر اٹھائی، تو (بمطابق قول صاحبین رحمہما اللہ) کل عشر مزارع پر ہے، ہمارے بلاد میں وہی (قول صاحبین) اوفق بالناس ہے۔ الخ (ج ۴، ص ۴۵۴)

کیونکہ اس صورت میں زمیندار پر عشر واجب کرنا اس کے لیے ناقابلِ برداشت بوجھ ہو جائے گا جس سے اگر ایک کو معاشی سہولت ضرورت سے زیادہ حاصل ہو گی، تو دوسرے کے لیے مشکل پیدا ہو جائے گی ؎

پریشاں ہو کے میری خاک آخر دل نہ بن جائے
جو مشکل اب ہے یا رب پھر وہی مشکل نہ بن جائے

عشر و خراج کا مصرف

عشر کا مصرف وہی ہے جو زکوٰۃ کا مصرف ہے، البتہ خراج کا حکم اور ہے وہ یہ کہ خراج کا مصرف لشکرِ اسلام ہی نہیں، بلکہ تمام مصالح عامۂ مسلمین ہیں جن میں تعمیر مساجد و خرچ مساجد و وظیفۂ امام و مؤذن و بنائے پُل و سرائے و تنخواہِ مدرسین عالمِ دین و خبر گیریٔ طلبہ علومِ دین و خدمتِ علماء حق حامیانِ دین مشغولینِ درس و وعظ و افتاء وغیرہا امورِ دین سب داخل ہیں۔

(فتاویٰ رضویہ، ج ۴۔ ص ۴۵۶/۴۵۷)

Marfat.com

زمین کے عشری ہونے کی صورتیں

کسی زمین کے عشری ہونے کی آٹھ صورتیں ہیں :

۱۔ مفتوحہ اراضی کہ مجاہدینِ اسلام میں تقسیم کی گئیں۔ ۲۔ لڑائی کے بغیر از خود مسلمان ہونے والوں کی زمینیں۔ ۳۔ کاشت ہونے والی زمین کہ عشری کے قریب ہے۔ ۴۔ عشری و خراجی زمین سے یکساں قریب کاشت ہونے والی یا عشری یا خراجی دونوں پانیوں سے سیراب ہونے والی زمین۔ ۵۔ مسلمان کا مکان کھیت یا باغ بن گیا۔ ۶۔ عشری زمین خرید کردہ ذمی کو مسلمان نے شفعہ میں لے لیا یا سقمِ شرعی سے بیع فاسد یا خیارِ شرط یا خیارِ رویت سے بیع ٹوٹ گئی یا خیارِ عیب سے بہ حکم قاضی واپس ہو گئی۔ ۷۔ افتادہ زمین کہ اسے مسلمان نے آباد کیا۔ ۸۔ غیر مسلم لاوارث بچے مرنے کے بعد اس کی زمین مسلمان کے قبضہ میں آگئی۔ ان سب صورتوں میں عشر یا نصف عشر ہو گا۔ جب ان زمینوں کا عشر بیت المال میں جمع ہو کر مستحقین مملکت میں تقسیم ہو گا، تو انشاء اللہ تعالیٰ معیشت نظامِ مصطفےٰ کی برکت سے مملکتِ پاک کے باشندوں کو فارغ البالی کا وہی مقام اور بادۂ وجام ہاتھ آجائے گا جسے ظالمانہ سرمایہ دارانہ نظام نے ان سے چھین لیا ہے ؎

لا ایک بار پھر وہی بادۂ و جام اے ساقی
ہاتھ آجائے مجھے میرا مقام اے ساقی

کونسی صورتوں میں زمین سے خراج لینے کا حکم ہے

کسی زمین کے خراجی ہونے کی صورتیں بھی آٹھ ہیں : ۱۔ مفتوحہ اراضی کہ غیر مسلم مفتوحین کے پاس رہنے دی گئیں۔ ۲۔ غیر مسلم بہ صلح اطاعت قبول کر کے ذمی کی حیثیت سے پناہ میں آگئے، ان کی زمینیں۔ ۳۔ غیر مسلم ذمی نے مسلمان سے عشری زمین خریدی۔ ۵۔ افتادہ (غیر آباد) زمین کہ اسے بہ اجازت سلطان غیر مسلم ذمی نے آباد کیا۔ ۶۔ مسلمان کی آباد کردہ افتادہ زمین کہ خراجی زمین کے

Marfat.com

قریب یا خراجی پانی سے سیراب ہو۔ ۷۔ مفتوحہ غیر منقسم اراضی کہ تا قیامت مسلمانوں کے لیے چھوڑ دی گئیں۔ ۸۔ زمین کے مالک مر گئے اور وہ بیت المال میں آگئی۔ جب ان سب اراضی کا خراج بیت المال میں جمع ہوگا، تو انشاء اللہ معاشی مشکلات حل ہوئے بغیر نہیں رہ سکتیں۔ نیز خراج کا تعلق عشر کے برعکس پیداوار کی بجائے صرف زمین سے ہے خواہ آباد کرے یا نہ۔

عشری اور خراجی پانی

بارش، کنوؤں، چشموں، دریاؤں اور عربوں کی کھودی ہوئی نہروں کا پانی عشری ہے غیر عربوں کی کھودی ہوئی نہروں، غیر مسلموں کے کھودے ہوئے کنوؤں کا پانی خراجی ہے، اگرچہ بعد میں مسلمانوں کے قبضہ میں آجائے۔

خراج کی قسمیں

خراج کی دو قسمیں ہیں ایک خراج مقاسمہ یعنی پیداوار کو حصہ آدھا یا تہائی یا چوتھائی وغیرہ کی صورت میں مقرر کیا جائے جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے یہودیوں پر مقرر کیا۔ دوسرا خراج موظف کہ فی بیگھہ رقم کی ایک مقدار مقرر کر دی جائے جیسا کہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کیا تھا (ہدایہ وکتاب الخراج)

جزیہ

غیر مسلم جو اسلامی سلطنت کے زیر اقتدار اور پناہ میں آجائیں، حکومت ان کی جان و مال و آبرو کی ذمہ دار ہوتی ہے اور اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کے لیے ان غیر مسلموں سے معمولی سا ٹیکس وصول کیا جاتا ہے جس کا نام جزیہ ہے، اس سے جہاں غیر مسلموں کی جان و مال اور آبرو کی حفاظت کی آئینی ضمانت حاصل ہوتی ہے، وہاں اسلام کی بالادستی کا بھی اظہار ہوتا ہے اور یہ جزیہ ہر عاقل، بالغ، آزاد اور بار روزگار غیر مسلم مرد سے لیا جاتا ہے اور موجودہ ٹیکس جزیہ کی جگہ ہوگا اس لیے ان سے جزیہ کی دوسری کوئی وصولی نہیں کی جائے گی، اسے جزیہ ہی قرار دیا جا سکتا ہے۔

Marfat.com

اسلام کے معاشی نظام میں غیر مُسلموں سے حُسنِ سلوک

اسلام کا معاشی نظام ایک

ایسا رحیمانہ اور مشفقانہ نظامِ حیات ہے کہ اس میں غیر مسلموں سے بھی ہمدردی کی بنیاد پر بہتر سلوک روا رکھا جاتا ہے۔ چنانچہ یہ جزیہ صرف ان غیر مسلموں سے لے لیا جاتا ہے جو مسلمانوں سے لڑنے کی صلاحیت رکھتے ہیں، اس لیے غیر مسلم عورتیں، بچے، پاگل، معذور بے روزگار اور بوڑھے اس سے مستثنیٰ ہیں۔ نیز ان کے مذہبی راہنما جو خلوت نشین اور عبادت گزار ہیں اور اپنے عامۃ الناس کو اسلام کے خلاف کوئی صلاح و مشورہ تک نہیں دیتے، وہ بھی جزیہ سے مستثنیٰ ہیں۔ نیز ان کے مالوں سے کوئی زکوٰۃ وغیرہ بھی نہیں لی جائے گی اور یہ جزیہ سال میں صرف ایک ہی مرتبہ لیا جائے گا۔ نظامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں غیر مسلم ذمیوں کو جو تحفظات اور سہولتیں حاصل ہیں اگر انہیں وہ صحیح طور پر میسر ہوں، تو وہ اس کی تاثیرِ فیض سے اس قدر متاثر ہوتے ہیں کہ اسلام لائے بغیر نہیں رہتے۔ خلافتِ راشدہ اور حضرتِ عمر بن عبدالعزیز کے دور اس پر شاہد ہیں ؎

جمیل تر ہیں گل و لالہ فیض سے اس کے
نگاہِ نظامِ مصطفےٰ میں وہ ہے جادو

سقوطِ جزیہ

اگر سال ختم ہونے لگا، جزیہ کی ادائیگی سے قبل کوئی غیر مسلم ذمی مسلمان ہوگیا، تو اسے جزیہ معاف ہوتا ہے اور اگر غیر مسلم ذمی پر جزیہ سال کے اختتام سے واجب ہوچکا تھا اور وہ مرگیا، تو جزیہ ساقط ہوگیا، نہ تو اس کے وارثوں سے لیا جاتا ہے اور نہ ہی اس کے ترکہ سے وضع کیا جائے گا۔ (کتاب الخراج۔ طبع مصر، ص ۱۲۲/۱۲۳)

اور یہ جزیہ مستقل طور پر اس وقت ختم و ساقط ہوجائے گا، جب کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے۔

Marfat.com

جزیہ کی مقدار

اسلام کے نظامِ معیشت میں غیر مسلموں پر جو جزیہ عائد کیا جاتا ہے، اس کی مقدار اس قدر قلیل ہے کہ وہ برائے نام ہی ہوتا ہے؛ چنانچہ امام شمس الائمہ سرخی کتاب المبسوط اور امام ابو یوسف کتاب الخراج میں فرماتے ہیں، مالدار ذمی سے سالانہ اڑتالیس اور متوسط درجہ والے سے چوبیس اور اس سے ادنیٰ حالت والے سے بارہ درہم شرعی وصول کیے جاتے ہیں (المبسوط ج ۱۰ ص ۷۸ و کتاب الخراج ص ۱۲۳/۱۲۴)

درہم چاندی کا ہوتا ہے جس کا وزن تولہ کا ½ حصہ ہے، تو چار درہم گویا ایک تولہ چاندی ہوئی، چاندی کی بجائے اس کی مالیت کی رقم موجودہ نرخ کے مطابق دی جا سکتی ہے، پھر اس کی وصولی میں ان سے انتہائی نرم رویہ برتا اور نہایت ہی مشفقانہ سلوک روا رکھا جاتا ہے۔

ایک یہودی کا عجیب واقعہ

ایک مرتبہ امیر المؤمنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ، ایک مکان سے گزر رہے تھے کہ اس کے دروازے پر ایک بوڑھا، نابینا سوال کر رہا تھا۔ آپ نے ازراہِ شفقت اس کی کمر پر ہاتھ مارا اور پوچھا کہ تم کون ہو، اس نے کہا کہ وہ یہودی ہے، اسے جزیہ دینا ہے جس کی ادائیگی کے لیے وہ بھیک مانگتا پھرتا ہے۔ فاروقِ اعظم نے اس کا ہاتھ پکڑا، اسے اپنے گھر لائے جو کچھ توفیق تھی، اسے عنایت فرمایا اور بیت المال کے افسر کو بلوا کر اسے ہدایت فرمائی کہ اسے دیکھ لو یہ ایک نادار یہودی ہے، اس قسم کے لوگوں سے جزیہ مت لیا کرو، بلکہ اس کی ضرورت کا بندوبست کر دو (یعنی اس کا بیت المال سے گزارہ الاؤنس مقرر کر دو تاکہ اسے پیٹ پالنے کے لیے بھیک بھی نہ مانگنی پڑے) خدا کی قسم یہ بے انصافی ہوگی کہ اس سے ہم جوانی میں تو جزیہ لیں اور بڑھاپے میں اسے بے یار و مددگار چھوڑ دیں۔ (کتاب الخراج، ص ۱۲۶)

Marfat.com

اسلام کے نظامِ معیشت پر حرف گیری کرنے والے ذرا نظرِ انصاف سے اس کی برکتوں کو دیکھیں جو بلا تمیز اپنے پرائے سب پر برابر نثار کی جا رہی ہیں۔ فرنگی نظامِ حیات کا سرکارِ مدینہ کے نظامِ حیات سے موازنہ فرما کر خود ہی صحیح فیصلہ کریں ؎

خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوۂ دانشِ فرنگ
سُرمہ ہے میری آنکھ کا خاکِ مدینہ و نجف

غیر مسلم نادہندوں کے ساتھ سلوک

اسلام کے نظامِ معیشت میں مسلمان تو مسلمان رہے غیر مسلم نادہندگان سے بھی جو حسنِ سلوک برتا جاتا ہے، اس کی کہیں مثال نہیں ملتی، اس کے برعکس آج کے نام نہاد ترقی پسند و مہذّب دور میں جس طرح مجبور عوام کے ساتھ بہیمانہ سلوک کیا جاتا ہے، وہ بھی کسی سے پوشیدہ نہیں۔

اسلام کے سراپا رحمت و شفقت نظامِ معیشت کو رجعت پسندی کا طعنہ دینے والے حق و انصاف کے نام کی کسی چیز سے اگر واقف ہیں، تو وہ غور کریں، کیا یہی نام نہاد جدید اور ترقی یافتہ نظامِ معیشت بہتر ہے جس میں مجبور عوام سے سود در سود وصول کیا جاتا ہے اور ناداری و غربت سے ادائیگی نہ کرنے والے کو پابند سلاسل کر کے جیل میں ڈالا جاتا ہے اور اگر اس کے باوجود وہ بیچارہ و نادار آدمی ٹیکس کی رقومات کسی مجبوری سے نہ دے سکے، تو اس کی جائداد جو اس کی ضروریاتِ زندگی تک کی کفایت نہیں کر سکتی، نیلامِ عام کر کے اس سے سرکاری قرضے وصول کیے جاتے ہیں؟ یا اسلام کا وہ نظامِ معیشت بہتر ہے جس میں مسلمان تو کجا نادہندگانِ غیر مسلموں سے بھی مشفقانہ سلوک کیا جاتا ہے اور ان سے کسی طرح کی زیادتی و تشدد کو ہرگز برداشت نہیں کیا جاتا؟ اس لیے یہ کہنا بجا ہوگا کہ اسلام کا نظامِ معیشت ہی ایک واحد نظامِ حیات ہے جو اپنے پرائے سے قطع نظر انسانی قدروں کا سچا محافظ ہے اور اس حقیقت کا اعتراف وہ

Marfat.com

حضرات ضرور کریں گے جن کا سینہ عقل وشعور اور عدل وانصاف سے روشن ہے اور جو اس روشنی سے محروم ہیں، وہ اپنی کج فہمی پر روئیں، اسلام کے نظامِ معیشت کا کیا قصور ؟ ؎

میرے شرر میں بجلی کے جوہر
لیکن نیستاں تیرا ہے نمناک

امام قاضی ابو یوسف علیہ الرحمۃ کتاب الخراج میں فرماتے ہیں :

ہمیں ہشام بن عمروہ نے اپنے باپ عروہ سے اُنہوں نے سعید بن زید سے روایت کی ہے کہ ان کا اہلِ کتاب کے ایک گروہ سے گزر ہوا، جنہیں دھوپ میں کھڑا کیا گیا تھا، سعید بن زید نے اس کی وجہ دریافت کی جواب ملا کہ یہ لوگ جزیہ نہیں دیتے، انہیں اس کا دُکھ ہوا، وہ سیدھے حاکم کے پاس گئے اور کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے آپ نے فرمایا مَن عذب الناس عذبہ اللہ جو لوگوں کو عذاب دے گا، اسے اللہ تعالیٰ عذاب دے گا (اس پر ان کی رہائی ہوگئی)

(کتاب الخراج ص ۱۲۵)

اس کے بعد امام موصوف لکھتے ہیں کہ سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، شام سے واپس تشریف لا رہے تھے کہ آپ کا کچھ ایسے لوگوں سے گزر ہوا جنہیں دھوپ میں کھڑا کر کے ان پر زیتون کا تیل ڈالا جا رہا تھا، آپ نے اس کی وجہ دریافت کی، عرض کی گئی کہ یہ لوگ جزیہ نہیں دیتے، آپ نے فرمایا کیا کہتے ہیں :

قَالُوْا یقولون لَا نجد قَال فَدَعُوهُمْ لَا تکلفوهم مَا لَا یُطِیقُوْنَ فَانِیْ سَمِعْتُ رَسُوْل

انہوں نے عرض کی کہ کہتے ہیں ہم ادائیگی کی طاقت نہیں رکھتے۔ آپ نے فرمایا، پھر ان کو چھوڑ دو، ایسے بے ہمت لوگوں کو

Marfat.com

اللّٰہِ صلی اللّٰہ علیہ وَسلم قَالَ لَا تُعَذِّبُوا النَّاسَ فَاِنَّ الَّذِیْنَ یعذبون النَّاس فِی الدُّنْیَا یعذبہم اللّٰہ یَوْمَ الْقِیَامَۃ و اُمر بِہِمْ فَخلی سَبِیْلَہُمْ۔ (کتاب الخراج ص۱۲۵)

تکلیف نہ دیا کرو میں نے رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ لوگوں کو (قابلِ درگزر بات میں) تکلیف نہ دیا کرو جو لوگوں کو (قابلِ درگزر بات میں) عذاب دیں گے، خدا روزِ قیامت انہیں عذاب دے گا۔ آپ نے انہیں رہا کر دینے کا حکم دیا، تو انہیں رہا کر دیا گیا ؎

آدمیت احترامِ آدمی !
باخبر شو از مقامِ آدمی !

اس کی نفرت بھی عمیق، اس کی محبت بھی عمیق
قہر بھی ہے اس کا اللہ کے بندوں پہ شفیق

قحط سالی میں قطع ید کی ممانعت

اسلام کے معاشی نظام کی برتری اور سربراہِ اسلام کی شفقتِ عامہ کا یہ عالم قابلِ دید ہے کہ قحط سالی میں چونکہ معاشی بدحالی کا دَور دورہ ہوتا ہے، اس لیے فاروقِ اعظم رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ، نے اس زمانہ میں قطع ید کی ممانعت فرمادی تھی؛ چنانچہ امام ابو عبید فرماتے ہیں کہ فاروقِ اعظم رضی اللّٰہ عنہ، کی خیر خواہی اور معاملہ فہمی اس حد تک بڑھ گئی تھی کہ آپ نے زمانۂ قحط میں چوروں سے ہاتھ کاٹنے کی سزا بھی ساقط فرمادی تھی اور فرمایا کہ زمانۂ قحط میں ہاتھ کاٹنے کی سزا انہیں دی جائے گی اور ایسے ہی وجوہ کی بنا پر آپ نے سو بکریوں کے ریوڑ کے مالک کو بوقتِ ضرورت زکوٰۃ لینے کی اجازت دے دی تھی (کتاب الاموال، ج ۲، صفحہ ۳۳۱) کہ بکریوں سے کچھ حاصل نہیں ہوتا، کیونکہ وہ بھوک سے دودھ دینا بند کر دیتی ہیں اور دودھ پر تو مالک کی روزی کا انحصار رہتا ہے۔ قحط سالی اور معاشی بدحالی

Marfat.com

کے زمانے میں چوروں سے عفو و درگزر کرنا نظامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا طرۂ امتیاز ہے، اس لیے یہ کہنا یقیناً بجا ہوگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیا ہوا نظامِ زندگی پوری انسانیت کے لیے پیغامِ فوز و فلاح اور سراپا عفو و اماں ہے ؎

نہ کہیں جہاں میں اماں ملی، جو اماں ملی تو کہاں ملی

مرے جرمِ خانہ خراب کو ترے عفوِ بندہ نواز میں

حضرت علی کی ایک تحصیل دار کو وصیت

امام بیہقی سنن کبریٰ اور امام ابو یوسف کتاب الخراج میں روایت کرتے ہیں کہ قبیلہ بنو ثقیف کا ایک شخص کہتا ہے کہ مجھے حضرت علی کرم اللہ وجہٗ نے سابور علاقہ کا تحصیل دار مقرر کیا اور روانگی کے وقت مجھے حکم دیا کہ دیکھو روپیہ پیسہ کی وصولی میں کسی کو کوڑے نہ مارنا اور نہ ان کے خوراک کے سامان کو فروخت کرنا اور نہ ان کے موسم سرما اور گرما کے کپڑے نیلام کرنا اور نہ ہی ان کے جانوروں کو جن سے وہ کام کرتے ہیں اور نہ کسی کو ایک ٹانگ پر کھڑا کرنا۔ تحصیل دار نے عرض کی کہ اس صورت میں تو میں اسی طرح خالی ہاتھ واپس آؤں گا جیسے خالی ہاتھ گیا تھا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا: افسوس کہ ہمیں حکم ہی یہی ہے کہ جو چیز فاضل اور ضرورت سے زائد ہو، اس سے محصول وصول کریں، تو اگر تو نے میرے حکم کی خلاف ورزی کی تو خدا تعالیٰ تجھے میرے بغیر ہی پکڑ لے گا اور اگر مجھے علم ہو گیا، تو میں تجھے معزول کر دوں گا۔ تحصیل دار کا کہنا ہے کہ میں حضرت علی کے حسبِ ارشاد روانہ ہوا فَعَلتُ بِالَّذِی اَمَرَنِی بِہٖ فَرَجَعتُ وَلَم اَنتَقِص مِنَ الخَرَاجِ شَیئًا۔ یعنی میں نے خراج کے وصول کرنے سے متعلق حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی ہدایات پر عمل کیا، تو پورا خراج لے کر لوٹا اور خراج سے کچھ بھی کم نہ تھا۔

یہ اسلام کی انتہائی رحمت و شفقت ہے کہ سرکاری ٹیکس اسی طرح لطافت و

Marfat.com

شفقت سے وصول کیا جاتا ہے کہ اس سے نہ کوئی بھوکا رہتا ہے، نہ پریشان و تنگ۔

لہٰذا ہمیں تہذیبِ حاضر کی اندھی تقلید کرنے کے بجائے اس سے استغنا و اعراض کر کے اپنے خدا و مصطفیٰ جل و علا و صلی اللہ علیہ وسلم کے دیے ہوئے نظامِ معیشت کو نافذ کر کے اپنی عزتِ رفتہ کو واپس حاصل کرنا چاہیئے جس میں مسلمانوں کے لیے حقیقی ترقی کا راز مضمر ہے اور جو ہماری صحیح منزل و معراج ہے ؎

نہ ڈھونڈھ اس چیز کو تہذیبِ حاضر کی تجلی میں
کہ پایا میں نے استغناء میں معراجِ مسلمانی

جزیہ کی قلیل مقدار پر جرجی زیدان جیسے متعصب عیسائی کو تسلیم کرنا پڑا کہ جزیہ کی جو رقم اسلامی سلطنت میں غیر مسلم رعایا سے لی جاتی ہے، وہ اس رقم سے بہت ہی کم ہے جو وہ اسلام سے قبل روم و ایران کی حکومتوں کو دیا کرتے تھے۔ اب جبکہ غیر مسلم حکومتِ پاکستان کو مختلف ٹیکس دیتے ہیں جو جزیہ سے کہیں زیادہ ہے، تو ٹیکسوں کی موجودگی میں ان سے جزیہ کی وصولی نہیں ہوگی؛ البتہ جزیہ میں انہیں فائدہ ہے کہ وہ تھوڑا ہوگا اور ٹیکس زیادہ ہے۔

جزیہ کے مصارف جزیہ کے مصارف وہی ہیں جو خراج کے ہیں۔ (کما فی کتب الفقہ)

وقف وقف کے معنیٰ ہیں کسی منقولہ یا غیر منقولہ شیٔ کو اپنے ذاتی ملک سے خارج کر کے خالص اللہ کی ملک میں کر دینا تاکہ اس کا نفع واقف کی حسبِ خواہش بندگانِ خدا کو ملتا رہے۔ وقف ایک صدقہ جاریہ ہے کہ وقف کرنے والے کو ہمیشہ ہمیشہ (تا وجودِ موقوف) اس کا ثواب پہنچتا رہتا ہے اور بہتر وقف وہی ہے، جس کی مسلمانوں کو زیادہ ضرورت ہو جس کا نفع بھی زیادہ ہو، مثلاً کتابیں خرید کر کتب خانہ قائم کرنا اور اسے دین کے لیے وقف کرنا کہ اس سے اہلِ علم استفادہ کرتے رہیں اور وقف

Marfat.com

کرنے والے کو ثواب ہوتا رہے۔

اسی طرح مدرسہ قائم کرنا اور اس کے لیے جائداد اور زمین، دکانیں و باغات وقف کرنا تاکہ اس کی ضروریات خود بخود پوری ہوتی رہیں جس سے اس کا وجود ہمیشہ کے لیے قائم رہے، یہ نہایت اعلیٰ درجے کا کام ہے، اس کے بعد مساجد کا قیام و تعمیر اس کے باقی رفاعی اداروں کی تعمیر ہے جو جائداد فقراء المسلمین پر وقف کی گئی، وہ بیت المال کی تحویل میں ہوگی جہاں سے فقراء المسلمین امداد پاتے رہیں گے۔

آج سے کچھ عرصہ قبل مسلمانوں میں اپنی آخرت سنوارنے کا جذبہ خوب تھا جس کی وجہ سے وہ اپنی جائدادیں نیک کاموں اور دینی اداروں کے لیے وقف کرکے انہیں خود کفیل بنا کر دین و دنیا میں بلند مقام حاصل کر جاتے تھے، مگر آج بخل و کنجوسی کا خوب دور دورہ ہے، جائدادیں بنانے اور سمیٹنے کا جذبہ و رجحان ترقی پر ہے۔ خدا تعالیٰ اس مادہ پرستی اور ہوس ساختی سے بچا کر مسلمانوں کو پھر سے وہی جذبہ کہن عطا فرمائے۔ آمین ؎

شرابِ کہن پھر پلا ساقیا
وہی جام گردش میں لا ساقیا
جوانوں کو سوزِ جگر بخش دے
میرا عشق میری نظر بخش دے

کراء الارض

کراء الارض حکومت کی مملوکہ اراضی کا سالانہ کرایہ اور لگان ہے جو کاشت کاروں پر عائد کیا جاتا ہے۔ ایسی زمینوں کو اسلام کی اصطلاح میں ارض المملکۃ یا ارض الحوزہ کہتے ہیں اور جو لاوارث زمین ہو کہ جنگ سے مفتوح ہو کر وقف علی المسلمین ہوگئی، اس کی بھی آمدنی بیت المال میں جاتی ہے اور جنگ سے مراد کفر و اسلام کی جنگ ہے کہ ایک طرف کفار ہوں اور دوسری طرف سے مسلمان اعلاء کلمۃ کے لیے لڑے ہوں، اس کے سوا کوئی اور وجہ جنگ نہ ہو ؎

یہی دینِ محکم یہی فتح یاب !
کہ دُنیا میں توحید ہو بے حجاب !

Marfat.com

عشور

ایران اور روم کی سلطنتوں کا دستور تھا کہ جب کوئی مسلمان تاجر مالِ تجارت لے کر ان کی سرحد میں داخل ہوتا، تو وہ اس سے محصول (کسٹم ڈیوٹی) لیا کرتے تھے اور اگر وہ سال میں متعدد بار آمد و رفت رکھتا، تو ہر بار محصول لیتے، لیکن جب غیر مسلم اسباب تجارت لیکر آتا اسلامی مملکت اس سے کوئی محصول نہیں لیتی تھی۔ اس صورتِ حال سے غیر مسلم تاجر فائدے اور مسلم تاجر خسارے میں رہتے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، نے جب امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ، کی خدمت میں اس بارے میں خط لکھا، تو آپ نے فرمان جاری کیا کہ تم بھی ان سے کسٹم ڈیوٹی لیا کرو، اسے اسلامی اصطلاح میں عشور کہتے ہیں۔

خذ انت منهم كما يأخذون من تجار المسلمين۔ (کتاب الخراج ص۱۳۵)	تم بھی غیر مسلم تاجروں سے ٹیکس لیا کرو جیسے وہ مسلمان تاجروں سے لیتے ہیں۔

اور اس فرمان میں مسلمان تاجروں سے محصول لینے کا حکم بھی شامل تھا، لیکن اس طرح کہ غیر مسلم ذمی سے کل مال لے کر گزرے، بیسواں حصہ اور غیر مسلم حربی سے دسواں اور مسلمان سے چالیسواں (وہی زکوٰۃ کا) حصہ لیا جائے۔ ساتھ ہی یہ ہدایت بھی درج تھی جس مال کا مسلمان سے چالیسواں حصہ اور ذمی سے بیسواں اور حربی سے دسواں حصہ لیا جائے، اس کی مالیت دو سو درہم سے کم نہ ہو اور اگر کم ہو، تو اس سے کوئی کسٹم ڈیوٹی نہ لی جائے۔ اگر کوئی شخص بہت سے مال کو اس قدر کئی قسطوں میں کر کے لے جائے جس کی مالیت دو صد درہم سے کم ہو، تب بھی اس سے کوئی ٹیکس نہ لیا جائے۔ نیز یہ بھی کہ جس مال سے ایک بار کسٹم ڈیوٹی لی جائے۔ اگر اسے تاجر واپس لے جا کر پھر دوبارہ لے آئے جب بھی اس مال سے کسٹم ڈیوٹی نہ لی جائے جب تک کہ وصولی کو سال نہ گزرے؛ البتہ غیر مسلم حربی سے ہر بار کسٹم ڈیوٹی وصول کی جائے گی، غیر مسلم ذمی اور مسلمان تاجر سے، دونوں سے نہیں۔ نیز اس میں یہ ہدایت بھی تھی کہ اگر مسلمان

Marfat.com

تاجراس بات کا حلف اٹھائے کہ اس مال کی اس نے زکوٰۃ ادا کردی ہے، تو اس سے بھی کسٹم ڈیوٹی نہ لی جائے۔ (کتاب الخراج ص۱۳۳/۱۳۴)

قارئین! غور فرمائیں کہ اسلام کو عوام کی حالت سدھارنے اور ان کی معیشت کو بہتر بنانے میں کس قدر احساس ہے۔ اسلام کے نظامِ معیشت میں ملک کے عوام سے جو جذبۂ صادقہ کارفرما ہے، اسے ایک حقیقت بیں کی آنکھ دیکھ کر تسلیم کیے بغیر نہیں رہ سکتی، لیکن جنہوں نے اپنی آنکھوں پر تعصب کی عینک چڑھا رکھی ہو، انہیں اس حقیقت کا ادراک کیسے حاصل ہو ؎

کیا خبر اس کو ہے یہ راز کیا؟
دوست کیا ہے، دوست کی آواز کیا؟

فائدہ راقم کی رائے میں ادائیگیٔ زکوٰۃ کا سرٹیفکیٹ یا رسید کا مصدقہ کاغذ بھی پیش کرنا فی زمانہ مزید موجب حصولِ طمانیت ہوگا کہ آج کے مسلمان جھوٹی قسم اٹھانے میں کوئی باک محسوس نہیں کرتے اور یہ سرٹیفکیٹ یا رسید کسی سرکاری یا نیم سرکاری ادارہ کی طرف سے مصدقہ ہو۔

عشور (کسٹم ڈیوٹی) کی شرعی حیثیت عشور یعنی کسٹم ڈیوٹی جو مسلمان سے لی جائے وہ زکوٰۃ اور جو ذمی و حربی غیر مسلم سے لی جائے وہ خراج متصور ہوگی، چنانچہ امام ابو یوسف کتاب الخراج میں فرماتے ہیں:

وکل ما اخذ من المسلمین من العشور فسبیلہ سبیل الصدقۃ وسبیل ما یوخذ من اھل الذمۃ جمیعا و اھل الحرب سبیل الخراج۔ ص۱۳۴

اور جو عشور مسلمانوں سے لیا جاتا ہے وہ زکوٰۃ کے طور اور جو غیر مسلم ذمیوں اور حربیوں سے لیا جاتا ہے، وہ خراج کی مد سے متصور ہوگا۔

Marfat.com

یعنی ہر ایک کو متعلقہ مد میں جمع کر کے اس کا حساب واندراج اسی کے ساتھ رکھا جائیگا۔

ضرائب

ضرائب (ہنگامی ٹیکس) بھی بیت المال کے لیے ہوتے ہیں۔ اگر کفار کے ساتھ جنگ ہو جائے اور بیت المال خالی ہو اور لوگوں کو ان کی ضروریات میسّر نہ آ رہی ہوں جس سے تباہی و بربادی اور ہلاکت کا قوی اندیشہ منڈلا رہا ہو اور غنی و سرمایہ دار لوگ بھی وہ تمام مالی حقوق ادا کر چکے ہوں جو ان پر عائد ہوتے تھے، لیکن بایں ہمہ ملکی ضرورت پوری نہ ہو رہی ہو یا قحط سالی سے بربادی و ہلاکت کا قوی اندیشہ بدستور باقی ہو، تو اس صورت میں سرمایہ داروں پر ہنگامی اور وقتی ٹیکس لگائے جائیں گے، ان کا نام ضرائب ہے، ان سے جنگی اور غریب و پریشان حال لوگوں کی معاشی ضرورت پوری کی جائے گی، بجائے اس کے کہ ہم غیر ملکوں سے قرض کی بھیک مانگتے پھریں۔ اپنے ملک کے دولت مندوں سے ان کے حسبِ استطاعت وقتی ٹیکس لے کر ملکی معیشت و ضرورت کو سنبھالا دیا جا سکتا ہے، بلکہ ہمارے اسلاف کی روایت تو یہ ہے کہ اہلِ ثروت و غنی لوگ اپنی صداقتِ نیت اور خلوص للہیت کی بنا پر معاشی بدحالی اور غربت و فقر میں مبتلا لوگوں کی خود ہی خبر گیری کرتے اور ان کی اس حد تک معاونت فرماتے تھے کہ افلاس و غربت کے مارے ہوؤں کو زبان پر حرفِ شکایت لانے کی ضرورت ہی کم محسوس ہوتی تھی ؎

اب تلک یاد ہے قوموں کو حکایت ان کی!
نقش ہے صفحۂ ہستی پہ صداقت ان کی!

ضرائب ہنگامی امداد سے اگر اہلِ استطاعت گریز کرنے لگیں، تو حکومتِ اسلامیہ ان سے جبری طور پر بھی امداد لے سکتی ہے۔ چنانچہ ہدایہ میں ہے:

وللامام ان یفعل ذالك
فی مال العادل عند الحاجة
ففی مال الباغی اولی والمعنیٰ

یعنی سربراہِ مملکت ملک کے وفادار دولت مندوں کے مالوں میں (ہنگامی ٹیکس عائد کرنے کا) تصرف کر سکتا ہے، تو وہ ملک

Marfat.com

فیہ الحاق الضرر الادنیٰ لدفع الاعلیٰ۔

(ھدایہ شریف۔ ج ۱۔ صـ۵۸۵)

کے بے وفاؤں (جو ملکی ضروریات میں استطاعت کے باوجود تعاون نہیں کرتے بلکہ آمادہ بہ فساد رہتے ہیں) کے مالوں میں ضرر اعلیٰ کے دفع کو تصرّف کر سکتا ہے۔

اور امام سرخسی رحمۃ اللہ علیہ کی مبسوط شریف میں ہے کہ حرب ہوازن میں ضرورت درپیش تھی، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے صفوان سے کچھ زرہیں اس کی بلا اجازت استعمال کے لیے لے لی تھیں۔ (مبسوط ج ۱۰ صـ۱۲۶)

نظامِ مُصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم میں موجودہ بے ہنگم ٹیکسوں کی کوئی گنجائش نہیں

لیکن نظامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم میں ان موجودہ بے ہنگم ٹیکسوں کی کوئی گنجائش نہیں جو حکومتیں عوام پر بلا جواز مسلّط کرتی ہیں، یہ سراسر عدل وانصاف کے خلاف اور خالص جبر وظلم ہے اور یہ ظالمانہ اور بے رحمانہ ٹیکس محض مقتدر ہستیوں کی عیاشیوں اور ہوس پرستیوں کو پورا کرنے کے لیے لگائے جاتے ہیں۔ اگر اہلِ اقتدار عیاشیوں اور ہوس پرستیوں سے باز آکر اسلامی زندگی اختیار کریں، تو غریبوں پر اس قدر ظالمانہ ٹیکسوں کا بوجھ نہ لادنا پڑے۔

قارئین! غور فرمائیں کہ جس ملک کے سربراہ کی یہ حالت ہو:

"جو ملک کے خزانے سے اپنے لیے ایک کروڑ دس لاکھ روپے سالانہ یعنی تیس ہزار روپے روزانہ وصول کرتا تھا اور دوسرے اخراجات اس کے علاوہ تھے۔ پاکستان کے خزانے سے انہوں نے اپنے لیے بیس لاکھ روپے کی ایک کار خریدی جس کا نام مرسیڈیز ۶۰۰ ہے۔"

ہفت روزہ "اسلامی جمہوریہ" ۲۱ فروری ۱۹۷۷ء صـ۴۲)

اور جس سربراہ کی یہ حالت ہو:

"دفترِ خارجہ کے سفارتی ذرائع سے اور حکومتِ پاکستان کے خرچ پر

Marfat.com

نیویارک سے پانچ سو ڈالر کے سوٹ، لندن سے ایک سو ڈالر کی قمیض، روم سے ایک سو ڈالر کے بوٹ اور پیرس سے معدنی پانی منگوایا جاتا تھا اس کے علاوہ اس کی پسندیدہ چائے سنگاپور سے منگوائی جاتی تھی۔"

("نوائے وقت لاہور"، ۱۱ رمضان المبارک ۱۳۹۷ھ)

ایسے سربراہِ مملکت کو، مملکت اور عوام کا خیر خواہ کہنا چاہیئے یا بدخواہ، پھر عوام بھوکوں مر رہے ہوں اور سربراہ کی عیاشی کا یہ عالم ہو کہ وہ اپنے ملک اور وطنِ عزیز کا پانی پینا بھی پسند نہ کرتا ہو اور غیر ملکوں کا معدنی پانی نوش کرے ؎

ہم کو میسّر نہیں مٹّی کا دیا بھی !!
گھر میر کا بجلی کے چراغوں سے ہے روشن

بہرصورت قرآن و سنّت، اسلام اور مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلّم کے دیے ہوئے نظامِ حیات میں عوام پر ٹیکس عائد کرنے کی اس وقت تک اجازت نہیں، جب تک کہ خزانے میں کچھ موجود ہو، درِ مختار طبع انڈیا مطبع احمدی میں ہے :

وکرہ الجعل ای اخذ المال من الناس لاجل الغزاۃ مع الفیئ ای مع وجودِ شیئ فی بیت المال۔ ص ۳۴۷	یعنی مجاہدین کے لیے لوگوں سے ضروریات کا سامان پکڑ لینا اس وقت تک ناجائز ہے، جب تک کہ بیت المال میں کچھ موجود ہے۔

اور خزانہ تو مسلمانوں ہی کی ضرورت کے لیے ہے لانّ بَیت المَال مُعدٌ لنوَائب المسلمین (شامی۔ ج ۴۔ ص ۱۲۷)، حکّام کی عیاشیوں کے لیے نہیں، علّامہ امام ابن عابدین درِ مختار کی بالا مسطورہ عبارت کی شرح میں فرماتے ہیں :

وللامام ان یکلف الناس بان یقوی بعضہم بِالکُرَاعِ	کہ حاکم جنگی ضرورت کے وقت (جبکہ خزانے میں کچھ نہ ہو) ضرورت مندوں کے لیے

Marfat.com

الی الخیل والسّلاح وغیر ذالك من النفقة والزاد۔ (رد المختار ج ۴۔ ص۱۲۷)

صاحب استطاعت لوگوں سے جبری طور پر سواریاں واسلحہ اور سفر خرچ دلوا سکتا ہے۔

اسی طرح ہدایہ وفتح القدیر وعنایہ میں ہے وما وظّف الامام لتجہیز الجیش وفداء الاسارٰی الخ (ج ۳۔ ص۱۲۵ و ج ۷۔ ص۲۲۲ و ج ۷۔ ص۲۲۱/۲۲۲) اور ضرورت کے پورے ہوئے بعد ٹیکس کے بغیر اصلی اشیاء جو جبراً لی گئی تھیں، تو مالکوں کو واپس کردی جائیں گی اور اگر کوئی چیز ضائع ہوگئی، تو مالکوں کو اس کی قیمت دی جائے گی، چنانچہ مجمع الانہر میں ہے:

بشرط الضمان فاذا زالت الحاجة یرد ان کان قائما والا فقیمته، (ج ۱۔ ص۶۴۲)

یعنی بشرطِ ضمان پھر رفع ضرورت کے بعد اگر وہ چیز موجود ہو تو وہی مالک کو لوٹا دی جائے گی، ورنہ اس کی قیمت۔

اسلام جان اور مال کا تحفّظ دیتا ہے

یہ اس لیے کہ ہمارا دین، دینِ اسلام ہے اور یہ مسلّم ہے کہ اسلام جان و مال کا مکمّل تحفّظ دیتا ہے۔ دارالاسلام میں ہر شخص کی جان، مال واجب الاحترام اور واجب العصمۃ ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

عصموا منی دماء هم و اموالهم (مشکوٰۃ۔ ج ۱۔ ص۱۲)

کہ میں ہر مسلمان کو جان و مال کا مکمّل تحفّظ دینے کا ذمّہ دار ہوں۔

اور جان و مال و عزّت و ناموس کا صحیح محافظ اسلام یعنی نظامِ مصطفٰے ہی ہو سکتا ہے، بلکہ اسلام تو دارالاسلام میں موجود پناہ گزیں غیر مسلموں کو جان و مال کا مکمّل تحفّظ دیتا ہے۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اسلام کیسا عادلانہ نظامِ حیات ہے کہ ذاتی ملکیّت کو تحفّظ دیتا ہے اور حاجت مندوں کی ضروریات کا کفیل بھی ہے۔ ایسے عظیم الشان اور حیات افزا نظامِ مقدس کے ہوتے ہوئے کیپٹلزم اور سوشلزم ایسے رسوائے زمانہ نظام بے معنی ہو کر

Marfat.com

رہ جاتے ہیں ؎

ہفت کشور جس سے ہو تسخیر بے تیغ و تفنگ
تو اگر سمجھے تو تیرے پاس وہ ساماں بھی ہے

فیئ اگر کفار مسلمانوں کے لشکر سے خائف و مرعوب ہو کر مال چھوڑ کر بھاگ جائیں اور وہ مال مسلمانوں کے ہاتھ لگے، اسے فیئ کہتے ہیں اور اس کے بھی تین حصے کیے جاتے ہیں۔ عمدۃ القاری شرح بخاری میں ہے:

وابوحنیفۃ یقسمہ اثلاثاً۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱۔ ص ۲۲۴) — کہ امام ابوحنیفہ اسے تین حصوں میں بانٹنے کا فرماتے ہیں۔

خمس غنیمت مالِ غنیمت میں سے پانچواں حصہ فقراء و مساکین اور یتیموں کے لیے بیت المال میں رکھا جاتا ہے۔

صدقات صدقات نافلہ اور فقراء و مساکین اور یتیموں کے لیے نذر کیے ہوئے اموال بھی بیت المال میں جمع ہوتے ہیں جہاں سے مستحقین کو دیے جاتے ہیں۔

اموالِ فاضلہ یہ متفرق آمدنیاں:
۱۔ لاوارث لوگ فوت ہو جائیں اور اپنے پیچھے جائداد چھوڑ جائیں۔ ۲۔ مرتد کے زمانۂ ارتداد کا کمایا ہوا مال۔ ۳۔ ناجائز ذرائع سے حاصل کی ہوئی دولت بحق بیت المال ضبط کرلی جاتی ہے۔ یہ سب اموالِ فاضلہ ہیں جو بیت المال میں رکھے جاتے ہیں۔

کانیں زمین کے وہ خزانے جو قدرت نے اس میں پیدا کیے اگر سرکاری زمین میں دستیاب ہوئے تو کل بیت المال کے لیے ورنہ پانچواں حصہ بیت المال کے لیے۔ حدیث شریف میں ہے وفی الرکاز الخمس کہ قدرتی خزائنِ ارضی میں خمس ہے۔ (کما فی الہدایہ ج ۱ ص ۱۸۲)

دفینے کسی زمین دفن کیا ہوا مال دفینہ کہلاتا ہے، اگر یہ کسی کو دستیاب ہو اور اس کا مالک بھی کوئی نہ بنے، تو چار حصے دستیاب کرنے والے کے اور پانچواں حصہ بیت المال کا ہوتا ہے (کما فی الہدایۃ)

سواری ٹیکس بسوں، ٹرکوں، کاروں، سکوٹروں، موٹر سائیکلوں اور تانگوں پر ٹیکس وغیرہ، لیکن اس کی موجودہ مقدار زیادہ ہے، اسے کم کرنا ہوگا اور اگر اس کے بغیر مملکت کا کام چل سکے، تو اس ٹیکس کے عائد کرنے کی ضرورت نہ ہوگی، اس کا نہ ہونا ہی بہتر ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ جب اسلام کا نظامِ حیات مکمل طور پر نافذ ہوگا تو اللہ تعالیٰ آسمان سے ایسی برکتیں نازل فرمائے گا کہ سواری ٹیکس جیسے بوجھوں کی مصیبت سے قوم کو نجات مل جائے گی ؎

آسماں ہوگا سحر کے نور سے آئینہ پوش!
اور ظلمت رات کی سیماب پا ہو جائے گی!

ذرائع مواصلات سرکاری بسیں، گاڑیاں (ریلوے)، جہاز اور محکمۂ ٹیلیفون اور محکمۂ ڈاک کی آمدنی۔

برقیات بجلی (الیکٹرک)، کی آمدنی

سیاحت وزیارت اسی طرح غیر ملکیوں کی سیاحت و زیارت کی آمدنی۔

تجارت بنکوں سے سودی نظام کو ختم کر کے انہیں شریعت کے مطابق مضاربت و مشارکت کے اصولوں پر چلایا جائے گا، اس کے منافع بھی بیت المال میں جمع ہوں گے۔

صنعت اسی طرح سرکاری فیکٹریاں بھی جو آمدنی پیدا کرتی ہیں، اس سے ورکروں کی زندگی خوشحال بنانے کے بعد فاضل آمدنی بھی بیت المال

Marfat.com

میں جمع ہو۔ مملکتِ اسلامیہ کی مندرجہ بالا پیداواری مدّت اور ذرائع آمد بہت وسیع ہیں، ان کے مقابلے میں اخراجات محدود ہیں۔ اگر ملکی معیشت پر عیاش و فضول خرچ کی بجائے قناعت پسند و امانت دار قیادت کا کنٹرول ہو تو کوئی وجہ نہیں کہ ملک میں غربت و افلاس باقی رہ جائے ؎

اس قدر ہو گی ترنّم آفریں بادِ بہار!
نکہتِ خوابیدہ غنچے کی نوا ہو جائے گی

کورٹ فیس کی ممانعت

کورٹ فیس چونکہ حصولِ انصاف کی فیس ہے، اس لیے یہ جائز نہیں۔ نظامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں اس کی گنجائش نہیں، اسے ختم کر دیا جائے تاکہ ہر شخص کو انصاف کے مواقع مفت حاصل ہوں۔

گزارہ الاؤنس اور تنخواہیں

اسلام کا معاشی نظام اس لحاظ سے بھی دنیا بھر کے نظاموں سے اعلیٰ و برتر ہے کہ اس میں لوگوں کی معاشی کفالت کا پورا اہتمام ہے، حتیٰ کہ اس میں نومولود بچے تک کو گزارہ الاؤنس دیا جاتا ہے اور اسلام نے اس وقت یہ اقدام کیا، جبکہ روئے زمین پر کسی بھی معاشرے میں اس کا تصور تک نہیں ملتا تھا، اگر آج کسی غیر اسلامی معاشرہ میں یہ چیز پائی جاتی ہے، تو وہ اسلامی معاشرہ کی تقلید میں ہی ہے؛ لہٰذا حقوقِ انسانی کے تحفظ و نگہداشت کا سہرا خادمانِ اسلام کے ہی سر ہے۔ اسلام کے معاشی نظام میں وظائف کا نظم و نسق کئی ایک شعبوں پر مشتمل ہے۔ ہر ایک شعبہ کے لیے الگ الگ حساب و کتاب رکھا جاتا ہے۔

فوج کی تنخواہ

فوج کے جوان جو فوجی خدمت و حاضری پر ہیں، ان کے لیے باقاعدہ ماہانہ تنخواہ ہوتی ہے۔ فوج کی تنخواہیں باضابطہ طور پر سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جاری فرمائیں۔ یہ تنخواہیں اس قدر ہوتیں کہ فوجیوں کے

Marfat.com

روزِ مرّہ کے ضروری اخراجات بآسانی پورے ہوتے۔ یہاں تک کہ جب کسی فوجی کے ہاں کوئی بچّہ جنم لیتا، تو اس کی تنخواہ کے ساتھ اس کے بچّے کا ماہانہ وظیفہ بھی جاری کیا جاتا اور بچّوں کے وظائف صرف فوج کے لیے ہی نہیں، سب کے لیے ہوتے تھے، کیونکہ اسلام کے معاشی نظام کا سایۂ رحمت سب کے لیے یکساں ہیں، اس کی نگاہ میں چھوٹا بڑا ایک سا ہے ؎

اسے واسطہ کیا کم و بیش سے
نشیب و فراز و پس و پیش سے

شیر خوار بچّہ کا وظیفہ

بشر بن غالب سے روایت ہے کہ حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا گیا کہ نومولود بچّوں کا وظیفہ کب سے جاری ہوگا؟ انہوں نے فرمایا اسی وقت سے جبکہ وہ پہلی آواز نکالے (کتاب الاموال ج ۱ ص۲۹۹)

حضرت عبداللہ عمر سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، کا وظیفہ اس وقت تک جاری نہ کرتے، جب تک کہ اس کا دودھ نہ چھڑایا جاتا، لیکن بعد میں انہوں نے اعلان جاری کیا کہ:

> لوگو! اپنے بچّوں کا دودھ چھڑانے میں جلدی نہ کیا کرو، ہم ہر مسلمان بچّے کی پیدائش کے وقت ہی سے اس کا وظیفہ جاری کریں گے اور یہی حکم انہوں نے تمام اسلامی مملکت میں بھیج دیا کہ مسلمان کے ہر بچّہ کا اس کی پیدائش ہی سے وظیفہ مقرّر کیا جائے۔
>
> (کتاب الاموال ج ۱ ص۴۰۰)

عمر کے ساتھ بچّہ کے وظیفہ میں اضافہ

محمد بن ہلال المدینی اپنے باپ کی وساطت سے

Marfat.com

اپنی دادی کے بارے میں روایت کرتے ہیں وہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضری دیا کرتی تھیں۔ ایک دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو وہ نظر نہ آئیں، تو آپ نے اپنے گھر والوں سے دریافت کیا کہ فلاں خاتون دکھائی نہیں دیتیں کیا وجہ ہے؟ ان کی اہلیہ نے عرض کی کہ آج رات اس کے ہاں بچہ ہوا ہے۔ حضرت عثمان نے (باوجودیکہ اس کی طرف سے کسی قسم کی درخواست تک نہ بھیجی گئی تھی، خلیفہ نے محض اپنی ذمہ داری کا احساس کرتے ہوئے) محمد بن ہلال کی دادی کے پاس پچاس درہم اور ایک چادر بھیجی اور فرمایا کہ یہ تیرے بیٹے کا وظیفہ ہے اور چادر سے اس کے کپڑے بنالے۔ جب یہ بچہ ایک سال کا ہوگا ہم پچاس کی بجائے اس کا وظیفہ سو درہم کر دیں گے۔ (کتاب الاموال۔ ج ۱ صفحہ ۲۹۰)

ہے سوزِ دروں سے زندگانی
اٹھتا نہیں خاک سے شرارہ

امام ابو اسحاق اپنے دادا انصار سے	**خلیفۂ وقت کو جب کسی بچے کی ولادت کا علم ہوتا تو وہ درخواست طلب کیے بغیر اس کا وظیفہ جاری کر دیتے**

راوی ہیں کہ ان کا گزر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر سے ہوا، تو حضرت عثمان نے ان سے پوچھا بڑے میاں! آپ کے کتنے بچے ہیں؟ انہوں نے عرض کی کہ امیر المومنین میرے ساتھ کنبہ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ہم نے تمہارے لیے اتنا وظیفہ مقرر کر دیا ہے (راوی کو یہ مقدار یاد نہ رہی) اور تمہارے بال بچوں میں سے ہر ایک کے لیے سو سو درہم مقرر کیے۔ (ایضاً صفحہ ۲۹۰)

عزبت کی ہوا ہیں بار در ہو!!
ساقی تیرا نم سحر ہو!!

میت کا ترکہ وارثوں کے لیے اور اس کے عیال کا خرچ اور واجب الادا قرض حکومت کے ذمہ

اسلام کے معاشی نظام کی بے مثال خوبیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس میں سماجی تحفظ کا خوب اہتمام کیا گیا ہے اور وہ اس طرح کہ اگر کوئی مر جائے، تو اس کا ترکہ وارثوں کا ہوگا، مگر اس کے عیال کا خرچ اور واجب الادا قرض مملکتِ اسلامیہ کے بیت المال (خزانہ) کے ذمہ ہوتا ہے؛ چنانچہ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ، سے مروی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

فمن توفی من المومنین فترك دیناً فعلی قضاءه ومن ترك مالاً فهو لورثته (متفق علیه) (مشکوٰۃ ج ۱ ۔ ص ۲۵۲)	کہ جو مسلمان فوت ہو گیا اور اس کا قرضہ ہو تو (سربراہِ مملکت کی حیثیت سے) اس کی ادائیگی میرے (خزانے کے) ذمہ ہے اور جو مال چھوڑے، وہ اس کے وارثوں کیلئے ہے۔

یعنی مرنے والے کا اگر ترکہ ہو تو اس کا قرض اس کے ترکہ سے ادا ہوگا۔ اور اگر قرض نہ ہو تو وہ ترکہ وارثوں میں تقسیم ہوگا۔ ہاں مال و ترکہ اگر کچھ نہ ہوگا اور قرض ہی قرض ہوگا، تو وہ بحکم امیر المومنین سرکاری خزانے سے ادا ہوگا۔ یہ حکم عام ہے کہ امیر المومنین رعایا کے لیے باپ کی حیثیت رکھتا ہے اور باپ کی شفقتِ پدری ادائیگی قرض کا باعث ہے۔ اس حکم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مختص نہیں کرنا چاہیے جیسا کہ ہم نے بین القوسین حیثیت کی قید لگا کر اس حکم کے عموم کی طرف پہلے ہی اشارہ کر دیا ہے۔ اسی طرح کی ایک اور حدیث ہے جسے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

انا اولی بالمومنین من انفسهم فمن مات وترك مالا فماله	میں مسلمانوں کے ان کی جانوں کے زیادہ قریب ہوں، جو مسلمان مر جائے اور

Marfat.com

مقروض کی نماز جنازہ

شروع شروع میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مقروض کی نمازِ جنازہ پڑھانے سے پرہیز فرماتے تھے، لیکن بعد میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ مقروض میت جس نے جائز ضرورت کی بنا پر قرض لیا تھا، اس کی نمازِ جنازہ پڑھایا کریں اور جس نے خلافِ شریعت کاموں میں خرچ کرنے کو قرض لیا تھا، اس کی نمازِ جنازہ نہ پڑھائیں، چنانچہ عمدۃ القاری شرح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مقروض کی نماز جنازہ نہ پڑھاتے تھے۔ ایک انصاری کا انتقال ہوگیا اس پر کسی کا قرض تھا۔ آپ نے پوچھا کہ کیا اس پر قرض ہے؟ عرض کی گئی کہ "ہاں ہے"، فرمایا تم خود ہی اس کی نمازِ جنازہ پڑھ دو، تو حضرت جبرائیل علیہ السلام حاضرِ خدمت ہوئے اور اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچایا:

اِنَّمَا الظَّالِمُ عِندی فِی الدُّیُوْنِ	میرے نزدیک قرضوں کے معاملے میں
الَّتِیْ حُمِلَتْ فِی الْبَغْیِ وَالْاِسْرَافِ	وہی شخص ظالم ہے جس کے قرضے ناجائز کاموں،
والمعصیتہِ فَاَمَّا الْمُتَعَفِّفُ	فضول خرچیوں اور خلاف شرع کاموں کے
ذُوالْعِیَالِ فَاَنَا ضَامِنٌ اَنْ	لیے گئے ہوں اور جو عیالدار ضرورت مند جائز
اُؤَدِّیَ عَنْہُ فَصَلّٰی عَلَیْہِ	کاموں کے لیے قرض لیتا ہے، اس کا قرض
النبی صلی اللہ علیہِ وَسلّم	میں آپ ہی ادا کردوں گا، تو آنحضرت صلی اللہ
وَقَالَ بَعْدَ ذٰالِكَ مَنْ تَرَكَ	علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور
ضِیَاعًا اَوْ دَیْنًا فَعَلَیَّ الخ	فرمایا کہ جو شخص قرض اور ضروریات چھوڑ جائے
(ج ۱۲ ص ۱۱۳)	اس کی ادائیگی اور ذمہ داری میں اٹھاتا ہوں۔

اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے امام بدرالدین عینی علیہ الرحمۃ بعض اہلِ علم کا اس حدیث سے استنباط نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

یَجِبُ عَلَی الْاِمَامِ اَنْ یَقْضِیَ	کہ امام وحاکم وقت کا فرض ہے کہ آنحضرت

Marfat.com

مِنْ بَیْتِ الْمَالِ دَیْنَ الْفُقَرَاءِ اِقْتِدَاءً بِالنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

ج ۱۲ ص ۱۱۳)

صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے ادائیگی قرض کی استطاعت نہ رکھنے والے حضرات کا قرض بیت المال سے ادا کرے۔

جن کو سوئے آسماں پھیلا کے جل تھل بھر دیے
صدقہ ان ہاتھوں کا پیارے ہم کو بھی درکار ہے

لہذا ناداروں کے قرض جو ضروریاتِ زندگی کے لیے حاصل کیے گئے، فضول خرچی اور گناہ وخلافِ شرع کاموں کے لیے نہیں، ان کی ادائیگی بیت المال سے ہوگی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں چونکہ باقاعدہ بیت المال نہ تھا، اس لیے اسکی ادائیگی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی طرف سے فرما دیتے تھے۔ چونکہ آپ کی حیثیت ایک نبی برحق اور رسولِ برحق کے علاوہ اسلامی ریاست کے سربراہ کی بھی تھی، اس لیے اسے آپ کی خصوصیت قرار دینے کی بجائے عموم پر رکھا جائے اور ملک کے ناداروں کے قرض کی ادائیگی کی ذمہ داری ملک کے بیت المال (خزانے)، پر عائد کی جائے گی۔

اگر سربراہِ مملکت اور حکومت اپنے ملک کے ناداروں کی خبرگیری نہ کرے اور ان کے قرضے نہ اتارے تو نادار کہاں جائیں اور کس سے کہیں ؎

غریبم درمیان محفلِ خویش!
تو خود گو باکہ گویم مشکلِ خویش!

اک زندہ حقیقت میرے سینے میں ہے مستور
کیا سمجھے گا وہ جس کی رگوں میں ہے لہو سرد
جس قوم نے اس زندہ حقیقت کو نہ پایا!
اس قوم کا خورشید بہت جلد ہوا زرد

Marfat.com

لموالی العصبة ومن ترك کلا اوضیاعاً فانا ولیه فلادع له۔ (ج ۲ ص ۹۹۸/۹۹۹ طبع مجتبائی)

مال چھوڑ جائے، وہ اس کے وارثوں کا ہے اور جو قرض یا محتاج کنبہ چھوڑ جائے اس کے اخراجات کی ذمہ داری مجھ پر ہے تم مجھے یاد کیا کرو۔

کتاب الاموال میں ہے کہ جو شخص (قرض یا عیال داری کا) بار چھوڑ کر مرے گا، وہ ہمارے ذمہ ہے اور جو شخص مال چھوڑ کر مرے گا، وہ اس کے وارثوں کا ہوگا (ج ا ص ۲۹۹)

حقائقِ ابدی پر اساس ہے اس کی
یہ زندگی ہے نہیں ہے طلسمِ افلاطوں
عناصر اس کے ہیں روح القدس کا ذوقِ جمال
عجم کا حسن طبیعت عرب کا سوزِ دروں

علماء واساتذہ، ائمہ ومؤذنین اور طلباء علمِ دین کے وظائف

علمائے کرام وائمہ وخطباء اور مؤذنین کے وظائف باقاعدہ وباضابطہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جاری فرمائے تھے اور وہ اسلامی مملکتوں میں بھی جاری رہے، کیونکہ علماء وفقہا واہلِ علم حضرات جو قرآن وحدیث اور دیگر علومِ اسلامیہ کی خدمات انجام دیتے ہیں اور جو ان علوم کے سیکھنے میں مصروف ہیں اور اسی طرح جو دنیاوی علوم وفنون کے مفیدہ کے معلم ومتعلم ہیں، ان کے وظائف بھی ان کے حسبِ شان مقرر ہوتے ہیں۔

علماء اگرچہ دین کے علوم کی تعلیم اور فرائض کی بجاآوری خالص اللہ کے لیے کرتے ہیں تاہم اسلام کے نظام میں پابندئ اوقات کا ان کو معقول مشاہرہ دیا جاتا ہے جو اعلیٰ افسروں اور وزیروں کے برابر ہوتا ہے تاکہ کسی نہ کسی جذبے سے لوگ اپنے بچوں کو علمِ دین پڑھانے کی طرف مائل ہوں اس سے علومِ دینیہ کی تجدید و البقاء میں مدد ملتی ہے۔ اور اگر علماء کا وقار اور ان کے مشاہرے نسبتہً کم ہوئے۔ تو لوگ اپنے بچوں کو علمِ دین پڑھانے سے گریز کریں گے جس سے ملک وملت اور اسلام کو ناقابلِ تلافی نقصان

Marfat.com

پہنچے گا جس کا مشاہدہ اب ہم کر چکے ہیں، نیز علمائے کرام کا فکر معاش سے آزاد ہونا ملک و ملت کی اوّلین ضرورت ہے ؎

اِس جہاں میں اک معیشت اور سو افتاد ہے
روح کیا اِس دیس میں اس فکر سے آزاد ہے

فقرا و مساکین اور بے روزگاروں کے لیے گزارہ الاؤنس

اسلامی نظام نے فقرا، مساکین اور بے روزگاروں کے ماہانہ وظائف مقرر کیے ہیں، اس میں نادار، بے روزگار، مریض، بوڑھے معذور، یتیم اور بیوگان سب شامل ہیں، حکومتِ اسلامیہ کا بیت المال سب کی ضروریاتِ زندگی کا حدِ ضرورت تک کفیل ہوتا ہے۔ فتوح البلدان میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان مستحقین کی خوراک کی مقدار مقرر کرنے کے لیے اچھی خوراک کھانے والے چند آدمیوں کو بلا کر انہیں دو وقت کا کھانا کھلایا اور اسی حساب سے ہر شخص کی خوراک بیت المال سے ماہانہ طور پر مقرر کر دی۔ کتاب الاموال میں سفیان بن وہب سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ میں مدی اور قسط دو پیمانے لے کر فرمایا: میں نے ہر شخص کے لیے ماہانہ ایک مدی (ایک من چھتیس سیر) گندم دو قسط (سوا چار سیر) زیتون کا تیل مقرر کر دیا ہے۔ حاضرین میں ایک نے عرض کی کہ غلاموں کا بھی؟ فرمایا ہاں غلاموں کا بھی (ج ۱ ص ۱۱۳)

حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کا حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کو مشورہ دینا

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کتاب الخراج میں لکھتے ہیں کہ حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا:

فاجزل لهم فى العطاء والرزق لا يحتاجون ص ۱۱۳ کہ علمائے کے وظائف بھاری مقرر کیجیے تاکہ وہ معاشی فکر و احتیاج سے بالاتر ہو کر ملک و ملت کی خدمت کریں۔ چنانچہ فاروقِ اعظم نے اس پر عمل کیا اور علمائے کے بھاری مشاہرے مقرر کر کے انہیں فکرِ معاش سے مستغنی کر دیا۔

Marfat.com

قرآن مجید پڑھنے پر وظیفہ

سعید بن ابراہیم سے مروی ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، نے اپنے گورنروں کو فرمان بھیجا کہ "لوگوں کو قرآن مجید سیکھنے پر وظیفے دو" گورنروں نے آپ کی خدمت میں لکھا کہ آپ کے حکم کی تعمیل کی گئی ہے اور کچھ ایسے لوگوں نے بھی قرآن مجید سیکھنا شروع کر دیا جنہیں سوائے وظیفہ کے اور کوئی کشش تعلیم قرآن کے حصول میں نہیں ہے (اور یہ اچھی بات ہے کہ کسی طرح قرآن تو سیکھ لیں گے) آپ نے پھر لکھا کہ لوگوں کو شرافت و مروّت اور نیک صحبت کی بنا پر بھی وظیفے دو۔ (کتاب الاموال ج ۱ ص ۴۶۸)

اسید بن عمرو سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، کو جب معلوم ہوا کہ (ایک گورنر حضرت) سعد رضی اللہ عنہ، نے یہ اعلان کیا ہے کہ جو قرآن مجید پڑھے گا، میں اس کا نام دو ہزار وظیفہ پانے والوں میں درج کر دوں گا، تو انہوں نے کہا کہ اُف اُف کیا (یہ زمانہ بھی ہمیں دیکھنا پڑا کہ) کتاب اللہ (کے علم کو اسلامی جذبے سے نہیں محض وظیفے کے طمع سے) پڑھنے پر (بھی) وظائف دیے جائیں گے۔ (کتاب الاموال ج ۱۔ ص ۴۲۸)

تعلیم قرآن پر تنخواہ

ابو غیلان سے مروی ہے کہ عمر بن عبد العزیز نے یزید بن ابی مالک دمشقی اور حارث بن یمجد اشعری کو دیہاتی لوگوں کو دینی تعلیم دینے کے لیے بھیجا اور ان کے لیے تنخواہ مقرر کر دی، مگر حارث نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اس بارے میں حضرت عمر بن عبد العزیز کو اطلاع دی گئی، تو آپ نے جواب میں لکھا کہ یزید نے جو کچھ کیا (کہ تعلیم قرآن پر تنخواہ قبول کر لی) اس میں کوئی خرابی معلوم نہیں ہوتی اور ہماری دُعا ہے کہ خدا تعالیٰ ہمارے اندر حارث جیسے (بے لوث خدمت کرنے والے) لوگوں کی کثرت کرے۔" (کتاب الاموال ج ۱ ص ۲۲۸)

ہیں لوگ وہی جہاں میں اچھے
آتے ہیں جو کام دوسروں کے

Marfat.com

تعلیمِ حدیث پر معاوضہ

جس طرح دوسرے علوم کی تعلیم و تدریس پر اجرت لینا جائز ہے، اسی طرح تعلیم و تحدیثِ حدیث پر بھی معاوضہ و اجرت لینا جائز ہے۔ چنانچہ صاحب المجتبیٰ امام عبدالرحمٰن نسائی علیہ الرحمۃ کے شیخ یعقوب بن ابراہیم علیہ الرحمۃ حدیث کی روایت پر اجرت لیتے تھے۔ المجتبیٰ یعنی سننِ امام نسائی میں ہے:

کان یعقوب لایحدث بھذا الحدیث الا بدینار (سنن نسائی ج ۱ ص ۲۱)

یعنی شیخ یعقوب بن ابراہیم علیہ الرحمۃ ایک دینار لے کر ہی اس حدیث کی روایت کرتے تھے۔

اور وہ حدیث جسے یعقوب بن ابراہیم علیہ الرحمۃ دینار لے کر روایت فرماتے تھے یہ ہے: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لایبولن احدکم فی الماء الدائم ثم یغتسل منہ (نسائی ج ۱ ص ۲۱)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص رُکے ہوئے پانی میں ہرگز پیشاب نہ کرے، پھر اس میں نہائے (یعنی پیشاب نہ کرے کہ اس میں نہانا پڑیگا)

جو علمائے قومی و دینی کاموں پر مامور ہیں، ان کی معاشی کفالت حکومت کے ذمّہ ہے

جو علمائے قومی اور دینی کاموں پر مامور ہیں، اُن کی معاشی کفالت حکومت کے ذمّہ ہے، چنانچہ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ، نے کیا، بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ثابت ہے کہ آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ، کو یمن میں کسی کام کے لیے بھیجا، جب واپس آئے، تو حضور نے انہیں اس خدمت کا صلہ دیا۔ کما فی النسائی اسی طرح بیہقی میں امام زہری سے مروی ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عتاب بن اسید کو مکّہ مکرمہ کا عامل بنایا تو ان کے لیے چالیس اوقیہ سالانہ مقرر فرمائے اور ایک اوقیہ

Marfat.com

چالیس درہم کی ہوتی ہے (عنایہ شرح ہدایہ ج ۱۰ ص ۲۷ طبع مصر)

الاختیار اور الہدایہ میں ہے:

وَیجُوزُ الاِجَارَۃُ عَلی التعلیمِ والاِمامۃِ فِی زمَانِنَا وعلیہ الفتوی لحاجۃِ النَاسِ الیہ۔ (الاختیار ج ۲ ص ۶۰ والہدایہ ج ۳ ص ۳۱)

کہ تعلیم قرآن وحدیث وغیرہ اور امامت واذان ایسے نیک کاموں (میں پابندیٔ اوقات) کا معاوضہ جائز ہے کہ لوگوں کو اس کی ضرورت ہے۔

معلوم ہوا کہ علمأ کا درس وتدریس پر وظیفہ لینا بلاشبہ جائز ہے اور یہ دراصل پابندیٔ اوقات کا وظیفہ ہوتا ہے جس میں یہ درس وتدریس ایسی دینی خدمت انجام دیتے ہیں، اس پر علم فروشی کا اطلاق نہیں ہوسکتا۔ علم فروشی کے معنی یہ ہیں کہ طمع ولالچ میں دیدہ دانستہ غلط بیانی کی جائے یا علم کی بات چھپا دی جائے، حالانکہ اس کے اظہار کا بھی وقت اور ضرورت ہو۔ اجرت لے کر وقت خرچ کرنا اور اوقات کی پابندی کرنا قابلِ معاوضہ چیز ہے۔ بس اسی کی اجرت اور اسی کا مشاہرہ ہوتا ہے۔ نہ یہ علم وفتویٰ فروشی ہے اور نہ ہی رشوت کہ یہ بلاشبہ جائز اور رشوت بلاشبہ حرام وناجائز اس کا احادیث میں جواز وارد ہے، جبکہ رشوت لینے کی مذمت وممانعت ایک امر مسلم ہے۔

رشوت کی ممانعت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رشوت دینے اور لینے والے پر لعنت فرمائی اور اس پر بھی جو رشوت کا دلال ہے (ابوداؤد وابن ماجہ عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، وترمذی عنہ وعن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، واحمد وبیہقی عن ثوبان رضی اللہ عنہ،)

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کسی کی سفارش کرے اور وہ اسے کچھ ہدیہ دے اور یہ قبول کرلے، تو وہ سود کے دروازوں میں سے ایک بڑے دروازے پر آگیا۔ (ابوداؤد عن ابی امامۃ رضی اللہ عنہ،) حکام کا معاملہ علمأ کے معاملہ سے مختلف ہے اور وہ یہ کہ

Marfat.com

ہدیہ علماء کے لیے جائز اور حکام کے لیے ناجائز

حاکم اور افسر کو ہدیہ وصول کرنا جائز

نہیں، بلکہ یہ رشوت ہے جیسا کہ اکثر لوگ حکام کو ڈالی یا تحفہ اور گفٹ کے نام سے دیتے ہیں اور اس سے مقصود صرف یہی ہوتا ہے کہ اگر کوئی معاملہ ہوگا، تو ہماری رعایت کریں گے۔ اگر اس کی چیز واپس کر دی، تو اسے تکلیف ہوگی، تو وہ اس کی چیز کو لے کر اس کی مناسب قیمت دے دے۔ کم قیمت دے کر لینا بھی جائز نہیں اور اگر کوئی اس چیز کو رکھ چلا گیا، اسے معلوم نہ ہو سکا کہ وہ کون تھا، تو اس چیز کو بیت المال (قومی خزانے) میں بطور امانت داخل کر دے، خود نہ رکھے، جب دینے والا معلوم ہو جائے، تو اسے واپس کر دے۔ اسی طرح حاکم کو رعیت سے قرض و عاریت لینا اور مفت کام کرانا بھی جائز نہیں۔ (در مختار مع الشامی ج ۵ ص ۳۷۲)

واعظ و مفتی و مدرس و امام و خطیب مسجد قبول کر سکتے ہیں (جبکہ یہ کسی محکمہ کے افسر نہ لگے ہوں ورنہ ان کے لیے بھی وہی مسئلہ ہے جو حاکم و افسر کے بارے میں گزرا) کہ انہیں جو کچھ دیا جاتا ہے، وہ ان کے علم و دین کا اعزاز ہے کسی چیز کی رشوت نہیں ہے۔ اگر مفتی کو فتوے کی رعایت کے لیے ہدیہ دیا کہ وہ اس کے حسب خواہش ہی فتویٰ دے خواہ غلط ہی کیوں نہ ہو، تو دینا لینا دونوں حرام اور فتویٰ بتانے کی اجرت بھی حلال نہیں، ہاں لکھنے کی اجرت لے سکتا ہے، فتاویٰ شامی میں ہے:

وانّما یَحلُّ عَلَی الکِتَابَۃِ لِانّھا غَیرُ واَجِبۃٍ عَلَیہِ۔ (شامی ج ۵ ص ۳۷۴)

اور فتویٰ لکھنے کی اجرت لے سکتا ہے کہ لکھنا اس پر شرعاً واجب نہیں۔

اور یہ جو گزرا کہ شیخ یعقوب بن ابراہیم حدیث کی روایت پر ایک دینار اجرت لیتے تھے، اس کا محمل یہ بھی ہو سکتا ہے یعنی کانَ رضی اللہ عنہ، یاخذ الدینار علی تحدیث ذالک الحدیث کتابۃً لا علیٰ نفس روایۃ الحدیثِ واللہ اعلم۔ نیز حکام وافسران کو ان کے جو رشتہ دار و احباب ان کے عہدہ سے بیشتر ہدیہ کرتے تھے، وہ اب

Marfat.com

بھی لے سکتے ہیں، مگر معمول سابق سے زیادہ نہیں، ہاں اگر ہدیہ دینے والا اب مالی اعتبار سے ترقی کر گیا ہے اور ہدیہ میں اضافہ اسی مالی فراوانی کی بناء پر ہے، تو کل کے قبول کر لینے میں حرج نہیں ہے کہ مقصود اخلاص ہے طمع نہیں ؎

اخلاصِ عمل مانگ نیاگانِ کہن سے!
شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدا را!

رشوت کی تعریف وحکم

رشوت اس مال کو کہتے ہیں جسے ضرورت مند شخص اس شرط پر حاکم کو دے تاکہ وہ اس کے حق میں فیصلہ دے یا کسی ایسے شخص کو اس شرط پر دے جو حاکم سے اس کا کام کرا دے گا (شامی ج ۵ ص ۳۶۲)

اور اگر ایک شخص کسی کا کام بلا طمع کر دے، پھر وہ اسے کچھ دے، تو اس کے لینے میں حرج نہیں اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے جو کراہت منقول ہے، وہ ان کے تقویٰ پر مبنی ہے (شامی ج ۵ ص ۳۶۲) یعنی یہ اگرچہ جائز ہے تاہم لینے والے کو اس سے پرہیز بہتر ہے۔

مجبوری و بے بسی میں رشوت کا مسئلہ

فقہاء اسلام نے اس امر کی تصریح فرمائی ہے کہ ظالم وجابر آدمی سے اپنی جان وعزت بچانے یا اپنا حق وصول کرنے کے لیے بے بس ومجبور انسان رشوت دینے پر گنہ گار نہ ہوگا، بلکہ اس کی بجائے رشوت لینے والا ظالم ہی دوہرے گناہ میں ملوث اور عذاب کا مستحق ہوگا (فتح القدیر شرح ہدایہ ج ۷، ص ۲۵۵)

ایک شبہ کا ازالہ

جب حاکم کو ہدیہ لینا جائز نہیں، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت حاکم اعلیٰ کی بھی تھی، تو آپ ہدیے اور تحفے کیوں قبول فرما لیتے تھے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ (بنا بر عصمت وعفت) یہ آپ کی خصوصیت ہے، چنانچہ علامہ حصکفی فرماتے ہیں:

Marfat.com

وَمِن خُصُوصِیَتِہٖ علیہ الصّلوٰۃُ والسّلام اَن ھَدَایَاہُ لہٗ مفادہٗ انہٗ لیسَ للامامِ قبولُ الھدیۃ والّا لَمْ تکُنْ خُصُوصیۃ۔

کہ یہ آپ کی خصوصیت ہے کہ آپ کے لیے حاکم ہونے کے باوجود ہدیے جائز تھے، دوسرے حاکم کے لیے نہیں، ورنہ یہ خصوصیت نہ رہے گی۔

(درمختار مع الشامی ج ۵ ص ۳۷۲)

غرضیکہ علماء کے وظائف بیت المال سے مقرّر کیے جائیں گے اور سب مستحقین کو کہ جن کے وظائف مقرّر ہیں، دینے کے بعد فاضل سرمایہ دیگر ضرورت مندوں میں تقسیم کیا جائے گا، کہیں قرض خواہ کو قرض کے طور پر اور کہیں مقروضوں کے قرض اتارنے میں وقس علیٰ ھذا کیونکہ سرمایہ کے ویسے پڑے رہنے سے اس کا ضرورت مندوں پر خرچ ہونا بہتر ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کا عمل

حضرت انس بن محمد سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پاس آنے والے مال پر نہ دوپہر گزرنے دیتے تھے نہ رات۔ (کتاب الاموال، ج ۱ ص ۲۱۲)

دلِ بے نیاز یکہ در سینہ دارم !!
گدارا دہد شیوۂ بادشاہے

کتاب الاموال ص ۲۱۲ میں اس روایت کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم مال کو تقسیم فرماتے اور مستحقین تک پہنچانے میں عجلت سے کام لیتے تھے۔ اگر آپ کے پاس مال صبح پہنچتا، تو آپ اسے دوپہر تک اپنے پاس نہ رہنے دیتے۔ اسی طرح اگر مال شام کے وقت آتا، تو آپ رات سے پہلے اسے تقسیم فرما لیتے تھے اور حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میرے پاس اُحد پہاڑ کے برابر سونا ہو تو مجھے بڑی خوشی ہو گی کہ تین راتیں گزرنے سے پہلے پہلے اس میں سے کچھ بھی میرے پاس باقی نہ رہے، مگر یہ کہ مجھ پر قرض ہو اور اسے ادا کرنے کے لیے میں نے کچھ بچا لیا ہو

Marfat.com

ے کہاں سے تونے اے اقبال سیکھی ہے یہ درویشی
کہ چرچا پادشاہوں میں ہے تیری بے نیازی کا

حضرت جبیر بن مطعم سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غزوۂ حنین سے واپسی پر میں بھی اور لوگوں کے ساتھ آپ کے ساتھ جا رہا تھا کہ کچھ دیہاتی عرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے لگ گئے اور آپ سے مانگنے لگے۔ ایک کیکر کے درخت کے پاس سے گزرتے ہوئے آپ کی چادر اس میں الجھ گئی۔ آپ ٹھہر گئے اور فرمانے لگے میری چادر چھڑا دو، فرمایا اگر ان کیکر کے درختوں کے پتوں، کے برابر بھی اونٹ یا مویشی ہوتے تو میں وہ بھی تم میں تقسیم کر دیتا اور تم دیکھ لیتے کہ میں نہ تو بخیل ہوں اور نہ دروغ گو اور نہ ہی بزدل۔

(کتاب الاموال ج ۱ ص ۴۱۳)

سب مال ضرورت مندوں میں بانٹ دیا

صحیح ترمذی میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انصار میں سے کچھ حاجت مند لوگ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور آپ سے مالی امداد کا سوال کیا، آپ نے انہیں حسبِ ضرورت عطا فرمایا انہوں نے پھر سوال کیا آپ نے عطا فرمایا۔ صحیحین میں ہے کہ یہاں تک کہ جو مال جمع تھا، سب دیدیا اور کچھ بھی باقی نہ چھوڑا فرمایا ما یکون عندی من خیر فلن ادخرہ عنکم یعنی جو مال میرے پاس ہوتا ہے، اسے تم میں سے روک کر جمع کر کے نہیں رکھتا۔ (ترمذی ج ۲ ص ۲۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول و فعل سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ بیت المال (سرکاری خزانہ) ملک و قوم کی امانت ہے۔ مملکت کا سربراہ اور امیرِ ملک اسے مفادِ عامہ کے لیے ہی مصرف میں لانے کا ذمہ دار ہے۔ اسے اس بات کی اجازت ہرگز نہیں کہ بیت المال یا قومی خزانے کو نفس پرستی اور اقربا پروری کا ذریعہ بنا لے۔ اس سلسلے میں سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ، کی ایک روایت ملاحظہ فرمایئے جو آپ نے

Marfat.com

درسِ عبرت کے طور پر ہمارے لیے چھوڑی ہے۔

فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کا اپنے ایک قریبی رشتہ دار سے برتاؤ

امام ابن جریر طبری اپنی تاریخ میں فرماتے ہیں کہ سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کا ایک قریبی رشتہ دار آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کچھ مانگا، آپ نے اسے ڈانٹ ڈپٹ کر کے نکال دیا۔ کسی نے آپ سے عرض کی : یا امیرَ المومنین فلانٌ سَألَکَ فَزَبَرْتَهُ وَ اَخْرَجْتَهُ فَقَالَ اَنّهُ سَألَنِیْ مِنْ مَالِ اللّٰهِ فَمَا مَعْذِرَتِیْ اِنْ لَقِیْتُهُ مَلِکاً خَائِناً فَلَوْلَا سَألَنِیْ مِنْ مَالِیْ قَالَ فَاَرْسَلَ اِلَیْهِ بِعَشْرَةِ اٰلافٍ۔

(تاریخ الطبری ج ۵ ص ۱۹)

کہ یا امیر المومنین آپ کے فلاں قریبی رشتہ دار نے آپ سے سوال کیا، تو آپ نے اسے جھڑک دیا آپ نے فرمایا اس نے مجھ سے خدا کے مال (قومی و سرکاری خزانے) سے مانگا تھا تو اگر میں خیانت پسند حکمران خدا کے حضور پیش ہوا تو میرے پاس کیا عذر ہوگا ؟ ہاں ! وہ میرے ذاتی مال سے سوال کرتا تو میں اسے کچھ ضرور دیتا۔ پھر آپ نے اپنے ذاتی مال سے دس ہزار کی رقم اس کے پاس بھیج دی۔

اس واقعہ و روایت میں تین باتیں قابلِ تقلید ہیں، ایک یہ کہ سربراہِ مملکت ایک ایسی شخصیت ہی ہونی چاہیئے جس کا دل و دماغ قرآن و سنّت اور فقہ اسلام کے نور سے منوّر اور خوفِ خدا سے بھرپور ہو تاکہ امورِ مملکت میں اس کا ہر اقدام و تصرّف خدا و رسول جل وعلا وصلی اللہ علیہ وسلم کے تابعِ امیر اور دیانت و امانت پر مبنی ہو، دوسری یہ کہ وہ بخل و کنجوسی کی وصفِ مذموم سے بھی منزّہ و پاک ہو، تیسری یہ کہ قومی اور ملّی مفاد کے تحفظ کے لیے اپنے اور پرائے سب کے لیے سختی اور درشتی کی ضرورت ہے ؎

حفاظت پھول کی ممکن نہیں ہے
اگر کانٹے میں ہو خوئے حریری

Marfat.com

قومی خزانہ جسے اسلامی فقہ میں بیت المال کہنا چاہیئے قوم کے لیے ہے۔ سربراہ مملکت کو نہ صرف اس حقیقت کا علم ہونا ضروری ہے، بلکہ اسے اس بات کا فکر بھی دامنگیر ہونا چاہیئے کہ ملک کے عوام اس کے ہوتے ہوئے معاشی مصائب میں مبتلا نہ ہونے پائیں۔ اس سلسلے میں سیرت فاروقی کی ایک اور روایت قابلِ تقلید ہے۔

سیدنا عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ کا ایک مسافر عورت کی امداد کو پہنچنا

امام ابن جریر طبری اپنی تاریخ میں فرماتے ہیں ایک مرتبہ سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ، رات کے وقت حسب معمول گشت پر تھے اور حضرت اسلم رضی اللہ عنہ، بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ آپ نے کچھ دُور آگ جلتی دیکھی۔ حضرت اسلم سے فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے کہ رات اور سردی کی وجہ سے وہاں کوئی مسافر ٹھہرنے پر مجبور ہوا ہے۔ آیئے چل کر اس کی خبر لیں؛ چنانچہ ہم تیز تیز چلتے ہوئے وہاں جا کر دیکھا، تو وہ ایک عورت تھی (جس نے ایک خیمے میں پناہ لے رکھی تھی) اس کے ہمراہ کچھ بچے تھے۔ اس نے ہانڈی آگ پر چڑھا رکھی تھی اور بچے بھوک سے بلک رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، نے فرمایا اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَصْحَابَ الضَّوْءِ۔ یا اصحاب النار کہنا پسند نہ فرمایا (کہ قرآن میں اصحاب نار دوزخیوں کو کہا گیا ہے) عورت نے سلام کا جواب دیا۔ آپ نے فرمایا کہ کیا میں قریب آ سکتا ہوں۔ اس نے کہا ہاں بھلائی کا ارادہ ہے تو آ سکتے ہو، ورنہ نہیں۔ آپ نے قریب ہو کر پوچھا تمہارا کیا حال ہے؟ اس نے کہا رات کو سردی سے مجبور ہو کر ہمیں یہاں ٹھہرنا پڑا ہے۔ آپ نے پوچھا بچے کیوں بلک رہے ہیں؟ کہنے لگی بھوک سے۔ آپ نے پوچھا اَیُّ شَیْءٍ فِیْ هٰذِهِ الْقِدْرِ (کہ اس ہانڈی میں کیا ہے؟) قَالَتْ مَاءٌ اُسْكِتُهُمْ بِهٖ حَتّٰى يَنَامُوْا اللّٰهُ بَيْنَنَا وَبَيْنَ عُمَرَ بولی کہ اس میں پانی ہے، اس بہانے میں نے بچوں کو بہلا کر انہیں خاموش کر رکھا ہے تاکہ وہ سو جائیں اور ہمارے اور عمر کے درمیان اللہ ہی فیصلہ کرے گا۔ آپ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ تجھ پر رحم کرے

عمر کو تمہارا کیا علم ؟ بولی کہ وہ ہمارا والی ہو کر ہم سے بے خبر ہے۔ آپ وہاں سے جلدی سے اٹھے اور اسلم کو ساتھ کر کے بیت المال تشریف لائے اور وہاں سے آٹے کی بوری، گھی کا ٹین اور دوسری ضروریات کی چیزیں لیں اور (اسلم کہتے) مجھے فرمایا کہ یہ سامان میری پیٹھ پر رکھ دو۔ میں نے اصرار کیا کہ نہیں میں اٹھاؤں گا۔ آپ نے فرمایا اَنْتَ تَحْمِلُ عَنِّیْ وِزْرِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ کہ روزِ قیامت میری کوتاہی کا بوجھ تم ہی اٹھاؤ گے۔ آخر میں نے آپ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے وہ سامان آپ کی پیٹھ پر رکھ دیا اور ہم تیز تیز چلتے ہوئے وہاں پہنچے۔ آپ نے اس بوری وغیرہ کو اس عورت کے پاس جا کر اتار دیا اور کچھ آٹا نکالا اور اسے گوندھ کر رکھ دیا اور عورت سے فرمایا کہ تم مجھے آٹے کے پیڑے بنا بنا کر دیتی جاؤ اور میں روٹی پکاتا جاؤں۔ چنانچہ روٹی پک گئی۔ پھر آپ نے ہانڈی آگ پر رکھ دی۔

وَجَعَلَ یَنْفُخُ تَحْتَ الْقِدْرِ وَ کَانَ ذَا لِحْیَۃٍ عَظِیْمَۃٍ فَجَعَلْتُ اَنْظُرُ اِلَی الدُّخَانِ مِنْ خَلَلِ لِحْیَتِہٖ (تاریخ الطبری ج ۵ ص ۲۱)

اور ہانڈی کے نیچے خود ہی آگ کو پھونکنے لگے۔ آپ کی داڑھی بہت بھاری اور گھنی تھی، میں دھوئیں کو آپ کی داڑھی کے بیچ سے نکلتا ہوا دیکھ رہا تھا۔

یہاں تک کہ سالن تیار ہو گیا، تو آپ نے ہانڈی نیچے اتار لی اور عورت سے فرمایا: پیالے دو، اس نے پیالے دیے۔ آپ پیالوں میں سالن ڈال ڈال کر عورت کو اور اس کے بچوں کو روٹی پکڑاتے گئے یہاں تک کہ انہوں نے پیٹ بھر کر کھانا کھا لیا اور آپ نے ان کے لیے بستر لگا دیے پھر ایک طرف ہو کر بیٹھ گئے۔ عورت آپ کو بے ساختہ دعائیں دینے اور کہنے لگی:

جَزَاکَ اللّٰہُ خَیْرًا اَنْتَ اَوْلٰی بِہٰذَا الْاَمْرِ مِنْ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ (تاریخ الطبری ج ۵ ص ۲۱)

خدا تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے، امیر المومنین کی بہ نسبت آپ ہی خلافت کے زیادہ لائق ہیں۔

Marfat.com

آپ نے فرمایا کہ دعا دیجئے۔ تم جب امیر المؤمنین کے پاس آؤ گی تو انشاء اللہ تم مجھے وہاں پاؤ گی۔ حضرت اسلم فرماتے ہیں کہ میں آپ سے کہتا تھا کہ آپ کی بڑی شان ہے، آپ مجھ سے کوئی بات نہ فرماتے (اور خاموشی سے بیٹھے رہے) پھر اس عورت کے بچے آپس میں کشتی کرنے، کھیلنے اور ہنسنے لگے اور پھر آرام سے سو گئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خدا تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور مجھ سے فرمایا کہ اے اسلم بچے بھوک سے بیدار تھے اور رو تے تھے مجھے انہیں اس طرح آرام و سکون اور خوشی میں دیکھے بغیر جانا پسند نہ تھا۔ پھر ہم وہاں سے رخصت ہوئے اور واپس آ گئے ؎

حدیثِ بندۂ مومن دل آویز
جگر پُرخوں، نفس روشن، نگہ تیز

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ، کے اس طرح کے کئی ایک مثالی واقعات و روایات ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ اسلامی مملکت کے سربراہ کی ذمہ داری کس قدر ہے اور اسے عوام کی معاشی تکلیف کا احساس کس قدر ہونا چاہیے اور یہ کہ قومی خزانے میں عوام کا کس قدر حق ہے۔ افسوس کہ آج کے حکمران آنکھیں کھولیں اور زبانی ہمدردی کے اظہار کی بجائے عوام کی صحیح خدمت کریں اور اس احساس و ادراک کو اپنے اندر پھر سے پیدا کریں جو ہمارے اسلاف میں کارفرما تھا ؎

آتی ہے صبح دم صدا عرش بریں سے
کھویا گیا کس طرح تیرا جوہر ادراک؟

فرات کے کنارے پر اگر کوئی اونٹ بھوک سے مر جائے تو عمر اس کا بھی جوابدہ ہوگا

امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۳۱۰ھ اپنی مشہور تاریخ "تاریخ الطبری" میں لکھتے ہیں کہ حضرت عمر نے فرمایا کہ

Marfat.com

وَاللهِ الَّذِیْ بَعَثَ مُحَمَّدًا بِالْحَقِّ لَوْاَنَّ جَمَلاً هَلَكَ ضِيَاعًا بِشَطِّ الفُرَاتِ خَشِيْتُ اَنْ يَّسْأَلَ اللهُ عَنهُ اٰلَ الخَطَّابِ

(تاریخ الطبری ج ۵ ص ۲۳)

اس خدائے برتر کی قسم جس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا اگر ایک اونٹ دریائے فرات کے کنارے پر بھوک سے مرجائے، تو مجھے اس بات کا اندیشہ ہے کہ روزِ قیامت مجھے اس کا جوابدہ ہونا ہوگا۔

یہ ہے سربراہانِ اسلام کا احساسِ ذمہ داری کہ انسان تو بڑی چیز ہے وہ جانوروں تک کی معاشی کفالت کا اپنے آپ کو ذمہ دار سمجھتے تھے۔

اسلامی ریاست کا نصب العین کیا ہوتا ہے

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ، جب تختِ خلافت پر متمکن ہوئے، تو انہوں نے حکومت کا نقطۂ نظر بدل کر اسے صحیح سمت کی طرف پھیر دیا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، کے بعد بنو امیہ کے حکمرانوں نے حکومت کو ایک طرح سے محاصل وخراج وصول کرنے کا انتظامی ادارہ بنا کر رکھ دیا تھا جسے مسلمانوں کے اخلاق وعقائد، سیرت وتربیت اور ان کی اقتصادی ومعاشی ترقی وتنزلی سے کوئی غرض نہ تھی، لیکن جب عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ، نے عنانِ اقتدار اپنے ہاتھ میں لی۔ اس وقت آپ نے حکومت کے نصب العین میں اپنے اس تاریخی فقرے سے حکومت کے مزاج ونقطہ نظر میں ہی انقلاب برپا کر دیا کہ:

"حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں ہادی بنا کر بھیجے گئے تھے۔ تحصیل دار (مال کی وصولی کرنے والے) بنا کر نہیں بھیجے گئے۔

(تاریخ دعوت وعزیمت ج ۱ ص ۴۹ بحوالہ کتاب الخراج ص ۷۵)

جس کے بعد وہ دُنیوی حکومت کی بجائے خلافتِ نبویہ بن گئی، ان کی ساری مدتِ خلافت

Marfat.com

اسی جملہ کی عملی تفسیر تھی، اس لیے آپ کی خلافت بھی خلافتِ راشدہ (خلافت بر طریقۂ نبوت) قرار پائی۔ ان کے زمانۂ خلافت میں اسلامی حکومت وسلطنت کے غیر مسلم باشندے (اقلیتی فرقے) بڑی تعداد میں مسلمان ہو رہے تھے جس کا نتیجہ یہ تھا کہ جزیہ کی آمدنی و مالی حالت جو حکومت کی آمدنی کا اہم عنصر تھا، روز بروز کم ہوتی جا رہی تھی۔ اس سے اسلامی سلطنت کی معیشت و ترقی پر بھی زبردست اثر پڑ رہا تھا۔ اہلکارانِ سلطنت نے آپ کو اس طرف متوجہ کیا اور تشویش ظاہر کی، آپ نے فرمایا اس میں بہتری ہے کہ یہ (غیر مسلموں کا مسلمان ہونا) تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت (تشریف آوری) کا عین مقصد ہے۔ ایک دوسرے عہدے دار کو لکھا کہ مجھے اس سے بڑی خوشی ہوگی کہ سب غیر مسلم مسلمان ہو جائیں اور (جزیہ کی آمدنی بند ہونے کی وجہ سے) ہم اور تم دونوں کھیتی کر کے اور ہل چلا کر اپنا پیٹ بھریں۔ (تاریخ دعوت وعزیمت ج ۱ ص ۴۹) ؎

میرا طریق امیری نہیں فقیری ہے
خودی نہ بیچ، غریبی میں نام پیدا کر

حضرت عمر کا رونا

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف فرماتے ہیں کہ حضرت عمر نے مجھے بلوایا، تقریباً ظہر کا وقت تھا، میں ان کے پاس پہنچا۔ جب میں ان کے مکان میں داخل ہونے لگا، تو مجھے ان کے بآوازِ بلند رونے کی آواز آئی۔ میں نے کہا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن، واللہ! امیر المومنین کوئی بات نہیں پریشان نہ ہو جیے۔ آپ نے فرمایا کہ اے عبدالرحمٰن! تم کس خوش خیالی میں ہو ؎

ہر درد دل کو رونا میرا رُلا دے
بیہوش جو پڑے ہیں شاید انہیں جگا دے

واقعی میں سخت مشکل میں ہوں، میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے گھر لے گئے جہاں میں نے اوپر تلے بہت سی تھیلیاں رکھی دیکھیں۔ پھر آپ نے فرمایا یہ ہے وہ مقام جہاں اللہ کی نظر میں آل خطاب ؎

Marfat.com

آزمایا جارہا ہے۔ اللہ کی قسم اگر ہم سخاوت کرتے ہوئے اسے تقسیم کردیں، تو میرے سامنے میرے دو پیشرو بزرگوں (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) کی مثال ہے جنہوں نے میرے لیے اس طرح کا قابلِ تقلید نمونہ چھوڑا ہے۔ میں نے عرض کی، آیئے امیر المومنین ہم مل کر اس مسئلہ پر غور کریں۔ چنانچہ ہم بیٹھ گئے اور ہم نے ضرورتمندوں اور مستحقوں کی فہرستیں تیار کیں جس میں مدینہ والوں کے نام لکھے، اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والوں کے نام لکھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے نام لکھے، پھر دوسرے لوگوں کی فہرستیں بنائیں، اس طرح ہم نے حساب لگایا، تو لوگوں کے لیے دو دو دینار آئے۔ پھر ہم نے وہ سب کچھ ان فہرستوں کے مطابق تقسیم کر دیا۔ (کتاب الاموال ج ۱ ص ۴۱۳/۴۱۴) ؎

جب تک نہ زندگی کے حقائق پہ ہو نظر
تیرا زجاج ہو نہ سکے گا حریفِ سنگ

سونے کے ڈھیر بلا تاخیر تقسیم کر دیے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ، نے بلوایا، جب میں حاضر ہوا تو میں نے ان کے سامنے بھوسہ کی طرح سونے کے ڈھیر بکھرے دیکھے۔ آپ نے فرمایا "آؤ اسے اپنی قوم (مسلمان بھائیوں) میں تقسیم کر دو۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اس نے یہ دولت اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ، سے روک کر مجھے کیوں دی۔ معلوم نہیں کہ اس میں میرے لیے کوئی بھلائی ہے یا برائی۔" پھر میں دیئے فہرست کے مطابق لوگوں کو بلایا اور اس سونے کے، تقسیم کرنے میں منہمک ہو گیا تو مجھے بہ آواز بلند رونے کی آواز سنائی دی۔ میں نے دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، رو رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں "قسم بخدا جس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ نبی بنا کر بھیجا یہ ناممکن ہے کہ اس نے یہ دولت

Marfat.com

اپنے نبی اور ابوبکر سے تو کسی بُرائی کے قصد سے روک لی ہو اور عمر کو یہ دولت کسی بھلائی کے لیے دے دی ہو۔" (کتاب الاموال ج ۱ ص ۴۱۴)

بیت المال کی فاضل دولت حضرت معاویہ نے تقسیم کر دی

عطیہ بن قیس سے

مروی ہے کہ حضرت امیر معاویہ نے ہمارے سامنے تقریر فرمائی (اور وہ مال تقسیم کر رہے تھے) تمہارے بیت المال میں ان وظائف کے بعد (جو وظیفہ خوروں کو دے کر) بچ رہتا ہے جو تم کو دیا جا رہا ہے۔ میں اس بچے ہوئے مال کو تمہارے سامنے تقسیم کر رہا ہوں لیکن یاد رکھو۔ اگر آئندہ سال بچ گیا، تو وہ تم میں تقسیم ہوگا، نہ بچا، تو اس بارے میں ہم سے ناراض نہ ہونا، کیونکہ یہ مال ہمارا تو ہے نہیں، یہ تو وہ ملکی دولت و امانت ہے جو اللہ تعالیٰ تمہارے لیے (ہمارے پاس) بھیجتا ہے۔ (کتاب الاموال ج ۱ ص ۴۱۴) ؎

مجھے رازِ دو عالم دل کا آئینہ دکھاتا ہے
وہی کہتا ہوں جو کچھ سامنے آنکھوں کے آتا ہے

بیت المال کی فاضل دولت کے مصارف

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے حضرت عبدالحمید بن

عبدالرحمٰن کو جو عراق کے گورنر تھے، لکھا کہ لوگوں کو ان کے وظائف دے دو۔ اس کے جواب میں عبدالحمید نے لکھا "کہ میں لوگوں کو ان کے وظائف دے چکا ہوں اور اس کے بعد بھی بیت المال میں مال بچا ہوا ہے۔" اس پر حضرت عمر بن عبدالعزیز نے انہیں لکھا "اب ایسے لوگوں کو دیکھو جو مقروض ہوں، لیکن انہوں نے یہ قرضہ کسی فضول خرچی یا بے راہ روی کے سلسلے میں نہ لیا ہو اور ان کے قرضہ جات (بیت المال میں بچی ہوئی رقم سے) ادا کر دو۔" اس پر انہوں نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کو لکھا کہ میں نے ایسے مقروض افراد کے قرضے بھی ادا کر دیے ہیں، بایں ہمہ بیت المال میں رقم بچی ہوئی ہے۔ اس پر حضرت

Marfat.com

عمر بن عبد العزیز نے لکھا کہ "اب ایسے کنواروں کو تلاش کرو جو نادار ہوں اور شادی کرنا چاہتے ہوں، تو تم ان کی شادی کرادو اور ان کے حق مہر بیت المال سے ادا کر دو۔"
عبد الحمید نے لکھا کہ "میں یہ بھی کر چکا ہوں، پھر بھی بیت المال میں رقم بچ رہی ہے۔"
آپ نے لکھا "کہ اب ایسے ذمیوں (غیر مسلموں کو) تلاش کرو جن پر جزیہ (ٹیکس) مقرر ہے اور وہ اپنی زمین کا انتظام کرنے سے قاصر ہیں، ایسے ذمیوں کو اتنی رقم دو جس سے وہ اپنی زمینوں کا انتظام کر سکیں، کیونکہ وہ مستقل ہمارے ملک کے باشندے ہیں، اس لیے ہمیں ان کی امداد و اعانت کا خیال رکھنا چاہیئے۔ (کتاب الاموال ج ا ص۱۵۱)

ے
جلانا ہے مجھے ہر شمع دل کو سوزِ پنہاں سے!
تیری تاریک راتوں میں چراغاں کر کے چھوڑوں گا

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ، نے اپنے زمانے میں مستحقین کے جو وظائف مقرر فرمائے تھے، ان میں کمی نہ ہو گی، بلکہ حالات کے تحت جو کہیں سے کہیں پہنچ گئے ہیں، ان میں اضافہ کیا جائے گا، مگر کمی کا تو سوچا ہی نہیں جا سکتا۔ اس سلسلے میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ، کا فرمان ملاحظہ ہو:

کم دینے والے کو بددُعا

حضرت عبد اللہ بن قیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ، ممبر پر تشریف فرما ہوئے اور حمد و ثنا کے بعد فرمایا:

"ہم نے تمہارے لیے (خوراک سے متعلقہ) ماہانہ وظائف مقرر کر دیے ہیں، پھر انہوں نے مدی اور قسط دو پیمانے ہاتھ میں لے کر انہیں نمایاں کرتے ہوئے ہلایا اور فرمایا جو مستحقین لوگوں کو اس مقررہ مقدار سے کم دے۔ خدا اسے ایسا اور ایسا کرے" یعنی کم دینے والے کو بددعا دی۔"

(کتاب الاموال ج ا ص۱۸۱)

Marfat.com

اسلامی مملکت کے سربراہ کو جو عوام سے ہمدردی ہونی چاہیئے۔ اس روایت سے اس کا اندازہ لگانا کوئی چنداں مشکل نہیں، ان کی ہمدردی محض لفظی یا نمائشی نہیں، عملی ہوا کرتی تھی اور ان کی شفقتِ عامہ کا یہ عالم کہ جیسے باپ اپنی اولاد کے بے جا تنگ کرنے والوں کو بددعا دینے پر طبعی لحاظ سے مجبور ہوتا ہے۔ اسی طرح آپ کی زبان سے بھی بہ تقاضائے طبیعت بددعا سرزد ہو رہی ہے ؎

یہ آگہی میری مجھے رکھتی ہے بے قرار
خوابیدہ اس شرر میں ہیں آتشکدے ہزار

اسلام کے نظامِ معیشت میں اراضی و زراعت پر نظر

اراضی کی دو قسمیں ہیں

جب کوئی ملک فتح ہو تو ابتدائی طور پر اس کی اراضی دو قسموں میں منقسم پائی جاتی ہے :

۱۔ ایسی زمین جس کا کوئی مالک نہ ہو، اسے اسلامی فقہ میں ارضِ مباحہ کہتے ہیں۔

۲۔ ایسی زمین جس کا کوئی خاص شخص مالک و متصرف ہو۔

اب ہم اوّل الذکر اراضی پر کچھ فقہی بحث کرتے ہیں تاکہ اسلام کے نظامِ معیشت میں اراضی سے متعلقہ مسائل خوب واضح ہو جائیں۔

ارضِ مباحہ کی قسمیں

۱۔ وہ زمینیں ہیں جو آبادی کے قرب میں واقع ہوں اور آبادی کی ضروریات کے لیے ہوں جن سے متعلقہ آبادی کے لوگ مشترکہ مفادات اٹھاتے ہیں جیسے سڑکیں، گلی کوچے، قبرستان، عیدگاہ و

Marfat.com

چراگاہ وتیراندازی وگھوڑدوڑ یا فوجی مشق کے میدان (۲) وہ زمینیں جو آبادی کی ضروریاتِ مشترکہ میں مصروف نہیں، مگر قابلِ زراعت وانتفاع ہیں، انہیں اراضی بیت المال کہتے ہیں۔ (۳) پہاڑی اور سنگلاخ اور غیر آباد جنگلات کی زمینیں جو نہ تو کسی آبادی کی ضروریات میں مصروف ہوں اور نہ ہی سرِدست انتفاع وکاشت کے قابل ہوں، البتہ محنت ومشقت کے بعد اس قابل ہوسکتی ہوں۔ ایسی زمینوں کو فقہ کی اصطلاح میں ارضِ موات (غیر آباد) زمینیں کہتے ہیں۔ اوّل الذکر یعنی مباحہ زمینوں کے بارے میں شریعتِ اسلامیہ کا فیصلہ یہ ہے کہ انہیں امیرالمومنین ایک سربراہِ مملکت سے لے کر ایک عام آدمی تک کوئی بھی ان میں مالکانہ تصرف نہیں کرسکتا، وہ جوں کی توں مفادِ مشترکہ عامہ کے لیے وقف کی طرح مصروف رہیں گی۔

نمک وغیرہ کی کانوں اور تیل کے چشموں کا حکم

نمک وغیرہ کی کانوں اور تیل یا پٹرول کے چشموں کا حکم شرعی بھی یہی ہے کہ وہ کسی کے تصرفِ مالکانہ کے متحمل نہیں بلکہ وہ رفاہِ عامہ کے لیے حکومت کی زیرِ نگرانی کام آئیں گے اور ان کی آمدنی ملکی مصارف و اخراجات میں صرف ہوگی، اور امام ابو عبید کتاب الاموال میں فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابیض بن حمال مازنی کی خواہش پر انہیں مارب کی زمینیں عطا فرمائیں۔ بعد میں معلوم کہ وہ نمک کی کانیں اور مفادِ عامہ کی چیزیں ہیں، تو آپ نے وہ واپس لے لیں کہ فرد کے مفاد سے قوم کا مفاد مقدم ہے۔ یہ اسلامی تہذیب وتمدن اور اسلامی معیشت کا اس وقت کا نظام ہے جب پوری دنیا پر نفسی نفسی کا عالم طاری تھا اور قومی واجتماعی مفاد کا کہیں نام ونشان تک نہ تھا اور نہ ہی آج نظامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اس کا صحیح تصور مل سکتا ہے ہاں اہلِ مغرب کی عقلِ عیار کے ایسے بلند بانگ دعوے ضرور سننے میں آتے ہیں جن کے پس پردہ حقوقِ انسانی کا خون بہتا ہوا دکھائی دیتا ہے ؎

Marfat.com

جہانِ مغرب کے بتکدوں میں، کلیساؤں میں، مدرسوں میں
ہوس کی خونریزیاں چھپاتی ہے عقل عیّار،

ثانی الذکر یعنی اراضی مباحہ کا قسم ثانی جنہیں بیت المال کہا جاتا ہے، اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں:

(ا) وہ زمینیں جو کسی علاقے کے فتح کے وقت کسی کی مملوک نہ تھیں

(ب) وہ زمینیں جو اگرچہ شروع میں کی مملوک تھیں، مگر مالک لاوارث مرگیا۔

(ج) مملوکہ مفتوحہ اراضی دیگر مالِ غنیمت کی طرح پانچ حصّوں میں منقسم ہوں گی۔ اس کا پانچواں حصّہ بیت المال کا ہوتا ہے۔

(د) کفار کی مملوکہ زمین جو جنگ کے ذریعے حاصل کی گئی جسے سربراہِ مملکت غانمین میں تقسیم کرنے کی بجائے ساری کی ساری بیت المال کے لیے چھوڑ دی۔

(ھ) یا امام اس میں سے خاص خاص زمینوں کو بیت المال کے لیے مخصوص کر دے۔

(و) زمین کا مالک زمین چھوڑ کر بھاگ گیا اور غائب اور لاپتہ ہوگیا جس کا پیچھے کوئی وارث نہیں۔

(ز) معرکۂ جنگ میں قتل ہونے والے لاوارث کی زمین ایسی اراضی بیت المال کی قرار پائے گی۔ (فتاویٰ شامی و کتاب الاموال و بدائع صنائع)

بیت المال کی اراضی کی آمدنی کا مصرف

وہی لوگ ہیں جن کے حقوق کا بیت المال کفیل ہے۔ مثلاً یتیم، نادار، بیوائیں، مسافر، مریض، معذور، فوج، پولیس، علماً عدلیہ وانتظامیہ و رفاہِ عامہ اور مثلاً دریاؤں، نہروں کے پُل مساجد و مدارس و شفاخانوں اور خانقاہوں کی تعمیرات وغیرہ۔

Marfat.com

بیت المال کی اراضی میں سربراہ کے اختیارات

بیت المال کی اراضی دیگر اموال بیت المال کی طرح سربراہِ مملکت یعنی امام المسلمین یا امیر المومنین کی نگرانی اور ذمہ داری میں رہے گی، انہیں امام المسلمین شریعتِ مطہرہ کی روشنی میں اپنی صوابدید کے مطابق کام میں لانے کے احکام نافذ کرے گا۔

منافع اٹھانے کی صورتیں

بیت المال کی زمینوں سے مندرجہ ذیل صورتوں میں فوائد اٹھائے جائیں گے۔

۱۔ قابلِ زراعت اراضی میں کھیتی باڑی کرائی جائے، خواہ حکومت اپنے وسائل سے کھیتی باڑی کرائے یا کاشت کاروں کو بٹائی وغیرہ پر دے اور اس کی آمدنی بیت المال میں جمع کرائے اور اس کا باقاعدہ حساب ہو جسے مملکت کا کوئی بھی ذمہ دار فرد چیک کر سکے۔

۲۔ سکنی جائدادوں کو کرایہ پر دے کر اس کی آمدنی بھی باضابطہ طور پر بیت المال میں جمع کرائی جائے۔

۳۔ اگر ضرورت پڑ جائے، تو ان اراضی یا جائدادوں کو فروخت کرے اور ان کی قیمت بیت المال میں جمع کرائی جائے۔

۴۔ امام کی طرف سے ان اراضی یا جائدادوں میں کچھ حسبِ ضرورت وصوابدید کسی ایسے شخص کو بخشش کی جا سکتی ہیں جس نے ملک و ملت اور اسلام کے لیے کوئی قابلِ قدر خدمات انجام دی ہوں یا ایسے شخص کو جو فقر و فاقہ یا معذوری رکھتا ہو (ان مسائل کی مزید تفاصیل کتاب الاموال کتاب الخراج وغیرہ میں موجود ہے)

امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک زمین بیت المال کے بمنزلہ سے ہے امام المسلمین کو حق ہے کہ وہ اس میں سے حسبِ صوابدید کسی ایسے شخص کو جس کی اسلام کو ضرورت

Marfat.com

ہو زمین کا ٹکڑا بخش دے، جبکہ وہ یہ سمجھے کہ ایسا کرنا اسلام و مسلمانوں کے حق میں مفید ہے۔ پھر فرماتے ہیں:

وَلَا اَرٰی اَن یَّترکَ اَرضًا لَا مِلکَ لِاحدٍ فیھا وَلَا عِمَارَۃَ حتّٰی یقطعھا الامامُ فان ذالک اَعمَرُ لِلبِلادِ وَاَکثَرُ لِلخِرَاجِ۔ (کتاب الاموال ج ا ص۱۶)

کہ میں جائز نہیں سمجھتا کہ غیر مملوکہ غیر آباد زمینوں کو یوں ہی چھوڑے رکھے، بلکہ کسی آباد کار کو جاگیر کے طور پر دے دے کہ اس سے خدا کی زمین آباد ہوگی اور آمدنی بکثرت ہوگی۔

ہمارے ملک کا وسیع و عریض معتد بہ حصہ ویران پڑا ہے اس کی آبادی کی طرف توجہ کرنے کی شدید ضرورت ہے، اسے آباد کرنے سے انشاء اللہ ہماری معاشی تکالیف کا کافی حد تک ازالہ ہو جائے گا ؎

وسعتِ عالم میں رہ پیما ہو مثلِ آفتاب
دامنِ گردوں سے ناپید ہوں یہ داغ سحاب

ارضِ موات (غیر آباد) کا مسئلہ

اراضی مباحہ غیر مملوکہ کے تیسرے قسم کو ارضِ موات (یعنی غیر آباد زمین) کہتے ہیں اس کے بارے میں شریعتِ اسلامیہ کا فیصلہ یہ ہے کہ سربراہ مملکت یعنی (حکومت) سے اجازت لے کر جو چاہے آباد کرے، وہ اس کا مالک سمجھا جائیگا۔

جو زمین آباد کرے، وہی اس کا مالک ہے

کا یہی مطلب ہے کہ جو شخص سرکاری (یعنی بیت المال کی) غیر آباد زمینوں کو سربراہِ مملکت (حکومت) سے اجازت لیکر آباد کرے، وہ اس کا مالک ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

مَن اَحیٰی اَرضًا مَیتۃً فَھِیَ لَہٗ — یعنی جس نے غیر مملوکہ غیر آباد زمین کو

(الجامع الصغیر سیوطی ج ص۱۶) آباد کیا، وہ اس کی ہوگی۔

اور آبادکاری کے لیے اسے تین سال کی اجازت دی جائے گی۔ اگر اس مدت میں آباد نہ کرسکا، تو اس سے واپس لے کر اسے دی جائے گی جو اسے آباد کرے گا اور اگر کچھ آباد کرسکا اور کچھ نہیں تو آباد کو اس کے پاس رہنے دیا جائے گا اور غیر آباد کو واپس لے کردہ دوسرے بے زمین خواہشمند کو دی جائے گی، چنانچہ کتاب الخراج میں مروی ہے:

مَنْ كَانَتْ لَهُ اَرْضٌ ثُمَّ تَرَكَهَا ثَلَاثَ سِنِيْنَ فَلَمْ يَعْمُرْهَا فَعَمَرَهَا قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ فَهُمْ اَحَقُّ بِهَا وَفِيْ رِوَايَةٍ لَيْسَ لِمُتَحَجِّرٍ حَقٌّ بَعْدَ ثَلَاثِ سِنِيْنَ (ص۶۱، ۶۵)

کہ جس کو زمین دی گئی، پھر اس نے اسے تین سال تک غیر آباد چھوڑا آباد نہ کیا تو دوسرے لوگوں نے (امام کے اذن سے) اسے آباد کیا، تو وہی اس کے حقدار ہیں اور تین سال کے بعد زمین کو غیر آباد حالت میں روک کر رکھنے والے کا کوئی حق نہیں (یعنی اسے تین سال سے زائد مہلت نہیں دی جائیگی)

زمین کو آباد کرنا ضروری ہے خود کرے یا کرائے

زمین کو آباد کرانا ضروری ہے۔ خود کرے یا کسی دوسرے سے آباد کرائے، چنانچہ کتاب الخراج میں ہے یَزْرَعُهَا اَوْ يُزَارِعُهَا وَلْيُوَاجِرْهَا (ص۶۵) کہ خود کاشت کرے یا مزارعت پر کاشت کو دے (وایضاً رواہ النسائی وغیرہ) زمین جب تک آباد کی جارہی ہے، اسے واپس نہیں لیا جاسکتا جبکہ امام المسلمین نے زمین ہی کی تملیک کردی ہو۔ صرف منافع کی نہیں، یعنی صرف تمتیعاً نہ دی، بلکہ تملیکاً دی ہو۔ پھر مالک زمین اس میں ہر طرح کے تصرف کا مجاز ہوگا۔ ہبہ، بیع وغیرہ اور اس میں وراثت بھی جاری ہوگی اور اگر زمین کی بجائے صرف زمین سے منافع اٹھانے کی اجازت دی گئی تھی تو یہ اجازت بوقتِ ضرورت و مصلحت منسوخ کرکے اس سے زمین واپس لی جاسکتی ہے جیسا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے حکومت پر متمکن ہوکر کیا تھا۔

Marfat.com

ذاتی ملکیت کا مسئلہ

اسلامی نظامِ معیشت ایک ایسا نظام ہے جو ہر طرح کے افراط و تفریط سے پاک ہے۔ یہ ایک معتدل راستہ ہے۔ اسلام شخصی اور ذاتی ملکیت کو حقوقِ انسانی میں سے ایک اہم حق تصوّر کرتا ہے اور کسی شخص یا پارٹی اور حکومت کو اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ وہ مالک کی مرضی کے بغیر اس کی مملوکہ چیز میں دخل دے یا تصرّف کرے۔ کسی کی مملوکہ چیز میں مالک کی اجازت کے بغیر تصرّف کرنا حرام اور ناجائز ہے۔ قرآن کریم میں ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ (الآیۃ)

اے مسلمانو! آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ، مگر جو سودا تمہاری باہمی رضامندی سے ہو۔

اسلام میں جائز طریقے سے تجارت اور سرمایہ کاری کی اجازت ہے

اسلام جائز طریقے سے تجارت و سرمایہ کاری کی اجازت دیتا ہے، یعنی اسلام کے نظامِ معیشت میں ہر شخص اسلام کے اصولِ تجارت کے مطابق تجارت میں ترقی کر کے سرمایہ حاصل کر سکتا ہے، مگر اس اندیشے سے کہ کہیں لامحدود سرمایہ کسی شخصِ واحد کے ہاتھوں میں مرتکز ہو کر عوام الناس کے مفادِ عامہ کو متاثر نہ کرے اس پر زکوٰۃ و صدقات ایسے عوامی حقوق عائد کر دیے جن کی ادائیگی کے بعد ایک فرد یا چند افراد کے ہاتھوں میں لامحدود سرمایہ و دولت جمع نہیں ہو سکتی! ورنہ ہی مطلق العنان سرمایہ داری کی نوبت آتی ہے۔

اس آیتِ کریمہ میں باہمی رضامندی کے سوا ایک دوسرے کے مال کی ممانعت کر دی گئی ہے اور ممانعت میں چوری، خیانت، غصب (زبردستی چھین لینا) جوا اور سود وغیرہ سب شامل ہیں۔ (تفسیر خزائن العرفان صـ۱۳۲)

Marfat.com

بلکہ ان حقوق کی ادائیگی سے دولت میں تحریک وگردش کا عمل جاری رہتا ہے جس سے امیر ہوں یا غریب سب مستفید ہوتے رہتے ہیں، اس لیے تاجرین کو بیرونِ ملک سے مال درآمد کرنے اور اندرونِ ملک سے بیرونِ ملک مال برآمد کرنے کی بھی عام اجازت ہے، اس لیے اسلام میں لائسنس پر کسی پارٹی یا فرد کی اجارہ داری قابلِ برداشت نہیں، مگر ملک سے باہر مال برآمد کرنے کی اجازت اس وقت نہ دی جائے گی جبکہ ملک کے صارفین و ضرورت مندوں پر مہنگائی کے مسلط ہونے کا اندیشہ ہو اور نہ ہی باہر سے مال درآمد کرنے کی کسی ایسی صورت کو برداشت کیا جا سکتا ہے جس سے ملک کا سرمایہ بیرونِ ملک چلا جائے اور ہم غیر ملکیوں کی امداد و اعانت کے محتاج ہو جائیں۔ آج یہ بات تجربہ میں آچکی ہے کہ بڑی طاقتیں غریب ملکوں کو لین دین کے ذریعے اپنی غلامی میں جکڑ لیتی اور ان پر اپنے نظریات مسلط کیے بغیر نہیں رہتیں اور یہ صورتِ حال ایک مسلمان ملک کے لیے قابلِ برداشت نہیں ہو سکتی، کیونکہ اس سے بالواسطہ اسلام کی عظمت و سربلندی پر بُرا اثر پڑ سکتا ہے ؎

وہی ناں ہے تیرے لیے ارجمند
رہے جس سے دنیا میں سربلند

غریبوں کا ہمدرد اسلام

غریبوں کا صحیح اور سچا ہمدرد اسلام ہی ہے، غریبوں کی ہمدردی کے تقاضے پورے کرنے کے لیے ضروری ہے کہ سرمایہ داروں اور دولت مندوں سے زکوٰۃ وصدقات اور عشر وغیرہ ایسے مالیے وصول کر کے معاشرہ کے مفلوک الحال اور غریب و مستحق افراد میں صرف کیے جائیں تاکہ معاشرہ میں خوشحالی کا دور دورہ ہو اور انشاء اللہ اس سے ہمارے ملک کا معاشرہ اضطراب و بے چینی کے بھنور سے بخوبی نکل آئے گا۔ نیز چھان بین اور صحیح تحقیق کی جائے اور پتہ چلایا جائے کہ تقسیمِ ہند سے قبل انگریزوں نے اپنے پاؤں جمانے

Marfat.com

اور اپنے اقتدار کے استحکام کے لیے جن جن لوگوں کو جاگیریں بخشیں اور ان کی وفاداریاں حاصل کیں اور انہیں اپنے مخصوص خطابات سے نوازا۔ پھر پاکستان بننے کے بعد انہوں نے رئیسوں اور وڈیروں کی حیثیت سے غریبوں کا استیصال کیا۔ ان کی وہ جاگیریں واپس لی جائیں اور مستحقین میں تقسیم کی جائیں، کیونکہ ایسے جاگیردار اب بھی نہ صرف غریبوں کو اپنا غلام بنائے ہوئے ہیں، بلکہ اسلام کے نظام کے نفاذ میں بھی حائل بنے ہوئے ہیں، لیکن اس بات کا خیال رہے کہ اس کی زد میں ایسے لوگ نہ آنے پائیں جو اپنے جائز ذرائع سے کما کر یا آباؤ اجداد سے وراثت سے زمینوں کے مالک چلے آئے ہیں، کیونکہ ایسے لوگوں کی زمینوں پر ان کی مرضی کے بغیر قبضہ کرنا سخت ممنوع ہے۔

کسی کی جائز کمائی پر ناجائز قبضہ کا مسئلہ

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ یعنی ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقے سے نہ ہتھیاؤ۔ حدیث شریف میں ہے:

مَنْ اَخَذَ شِبْرًا مِنْ اَرْضٍ بِغَيْرِ حَقِّ طُوِّقَهٗ مِنْ سَبْعِ اَرْضِيْنَ۔
(کتاب الخراج ص ۶۲)

جس نے کسی کی بالشت بھر زمین پر بھی ناجائز قبضہ کیا، وہاں سے ساتویں زمین تک کو طوق بنا کر اس کے گلے میں ڈال دیا جائیگا۔

صحیح بخاری میں سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ اَخَذَ مِنَ الْاَرْضِ شَيْئًا بِغَيْرِ حَقِّهٖ خُسِفَ بِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِلٰى سَبْعِ اَرْضِيْنَ۔
(الجامع الصغیر ج ۲ ص ۱۶۰)

کہ جس نے کسی کی زمین ناحق قبضے میں لی اسے قیامت کے روز ساتویں زمین تک دھنسا دیا جائے گا۔

Marfat.com

اس کی شرح سراج منیر میں ہے :

اَیْ یُجْعَلُ کَالطَّوْقِ فِیْ عُنُقِهٖ حَقِیْقَةً وَ یُعَظَّمُ عُنُقُهٗ لِیَسَعَ ذَالِكَ اَوْ یُطَوَّقُ اِثْمُ ذَالِكَ وَ یَلْزَمُهٗ لُزُوْمَ الطَّوْقِ۔

(سراج منیر ج ۳ ص ۳۲۲)

یعنی واقعی طور پر زمین کو طوق کی طرح کر کے اس کے گلے میں ڈالا جائے گا اور اس کی گردن کو اس قدر لمبا کیا جائے گا کہ اس میں زمین کا طوق پڑ سکے یا زمین کے غصب کا گناہ طوق کی صورت میں اس کے گلے میں ڈالا جائے گا۔

قومی ملکیت کی اصطلاح بے معنی ہے

اسلام کی نظر میں قومی ملکیت کی اصطلاح بے معنی ہے، کیونکہ کسی شئی کا مجموعہ یا کل، اس کے افراد و اجزا کے ہی تابع ہوتا ہے۔ جب تمام افراد کو حق ملکیت سے محروم کر دیا جائے، تو ان کا مجموعہ کیا چیز ہے جو تمام املاک کا مالک کہلاتا ہے جب افراد محروم ہو گئے، تو ان کا مجموعہ بھی محروم ہو گیا۔ اس اصطلاح میں فریب کے سوا کچھ نہیں ہے اس کے برعکس سرکاری ملکیت ایک اصطلاح معقول ہے۔ قومی ملکیت سوشلسٹوں کی عجیب و غریب بے معنی اصطلاح ہے۔ سابقہ حکومت نے لوگوں کے نجی تجارتی ادارے ان سے چھین لیے۔ پھر کسی کو تو معاوضہ دینے کا اعلان کیا اور کہا گیا کہ چونکہ ان کے ادارے سرکاری تحویل میں لیے گئے ہیں، اس لیے تمہیں معاوضہ ملے گا اور کسی کو معاوضہ دینے سے انکار کر دیا اور کہا گیا کہ چونکہ ان کے ادارے قومی تحویل میں لیے گئے ہیں، اس لیے انہیں معاوضہ نہیں ملے گا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ان اداروں کی نہ تو سرکار مالک قرار پائی اور نہ ہی سابقہ مالکان، تو کون مالک ہوا ؟ ع

اک جنوں ہے کہ باشعور نہیں

تحدید ملکیت

اسلام نہ تو سرمایہ داری کی طرح بے لگام ملکیت کی اجازت دیتا ہے کہ جائز و ناجائز ہر ذریعے سے دولت کمائی جائے اور جہاں

Marfat.com

دل چاہے اسے خرچ کیا جائے، بلکہ اسلام سرمایہ کے جمع کرنے پر دو طرح کی پابندی عائد کرتا ہے ایک یہ کہ ذرائع اور وسائل آمدنی جائز ہوں جن سے کسی کا استیصال لازم نہ آئے اور خدا و مصطفےٰ جل و علا وصلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات کے مطابق ہوں اور دوسرے یہ کہ اس سرمایہ کا مصرف صحیح ہو، یعنی اس سرمایہ کو خدمتِ اسلام و اعانت مستحقین اور اپنی ضروریات میں صرف کیا جائے جس کی بحث گزر چکی اور نہ ہی اشتراکی اور سوشلسٹ نظام کی طرح شخصی و انفرادی ملکیّت کو ممنوع قرار دیتا ہے اور اہلِ دولت کو زکوٰۃ و صدقات اور توریث ایسے احکام و قوانین کے نظامِ عمل کا پابند کرتا ہے جس سے معاشرہ ہمہ گیر سطح پر استیصال کا شکار ہونے کی بجائے مکمل طور پر خوشحالی اور فارغ البالی کی نعمت سے مالا مال ہو جاتا ہے۔ نظامِ زکوٰۃ اور نظامِ وراثت معاشرہ کی خوشحالی کی ضمانت اور تحدیدِ ملکیت کا قدرتی ذریعہ ہیں، بالخصوص نظامِ وراثت جب کسی سرمایہ دار کے مرنے کے بعد عمل میں آتا ہے، تو اس نظامِ عمل سے اس کی جائداد منقسم ہو کر متعدد ہاتھوں میں چلی جاتی ہے جس سے اس کے خاندان کے بہت سے مفلس و محتاج خوشحال ہو جاتے ہیں۔ زکوٰۃ و توریث نظامِ عمل تحدیدِ ملکیّت کا منطقی و قدرتی اور نہایت ہی کامیاب نظام ہے، اس کے مقابلے میں انسان کے بنائے ہوئے تحدیدی قوانین غیر منطقی اور غیر مؤثر ثابت ہوئے ہیں، لہٰذا اس کے مقابلہ میں ان کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہتی۔

نظامِ وراثت

ہمارے ملک کے تقریباً ننانوے فیصد مسلمان نظامِ وراثت سے گریزاں اور مستحق وارثوں کے استیصال کا عمل اختیار کیے ہوئے اور سب سے زیادہ استیصال بیچاری لڑکیوں کا ہو رہا ہے۔ لڑکی کے ماں باپ استیصال پر مبنی ظالمانہ رواج کی آڑ لے کر جہاں لڑکیوں کی حق تلفی کے مرتکب ہوتے ہیں، اور ان کا دل دکھاتے ہیں، وہاں مسلمان کہلانے کے باوجود عملی طور پر خداوند قدوس کے احکام وراثت سے کفر و انکار کر کے اپنی قبر میں آگ بھرتے ہیں ؎

آہ یہ قومِ نجیب و چرب دست و تر دماغ　　ہے کہاں روزِ مکافات اے خدائے دادگیر؟

Marfat.com

(کمافی کتاب الاموال) ؎

درغمِ دیگر بسوزد و دیگراں را بسوز!
گفتمت روشن حدیثے، گرتوانی دار گوش

اور اگر وہ لوگ مسلمان نہ ہوئے ہوں تو صلح نامہ میں فریقین کے درمیان ان زمینوں کے بارے میں جو معاہدہ طے پائے گا اس پر عمل درآمد ضروری ہوگا اور دیگر صورتوں کی تشریح پہلے گزر چکی ہے۔

محمد تقی امینی کی ایک غلط فہمی کا ازالہ

مولوی محمد تقی امینی ناظم دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ذاتی ملکیت کے خلاف اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

جن لوگوں نے اسلام کے نام پر موجودہ دور کی انفرادی ملکیت پر اصرار کیا ہے، وہ دراصل اس وقت کے اسلام کی نمائندگی کر رہے ہیں، جبکہ مسلمانوں میں ذاتی منفعت وحصول اقتدار خود مقصد بن گیا تھا، اس بناء پر ان کی بات زیادہ توجہ کے لائق نہیں ہے۔ (احکام شرعیہ ص۱۳۱)

محمد تقی صاحب ذاتی ملکیت ختم کرانے کے درپے ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے ذاتی ملکیت کے خلاف پہلے سے ایک نظریہ قائم کر لیا ہے۔ پھر اس نظریے میں دلائل لاتے چلے گئے، چونکہ سرے سے ہی یہ نظریہ غلط اور سوشلسٹ واشتراکیت نواز حضرات کا اثر ہے جو امینی صاحب پر چھایا ہوا ہے جس کی تائید میں انہیں صحیح دلائل میسر نہ آسکے۔ اس لیے انہوں نے بعض اکابر کی عبارات کو توڑ مروڑ کر پیش کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی ؎

سر دیں ادراک میں آتا نہیں
کس طرح آئے قیامت کا یقیں

Marfat.com

اراضی مفتوحہ کی دوسری قسم

مفتوحہ زمینوں کی دوسری قسم وہ ہے جو فتح کے وقت کسی کی ملکیت و تصرف میں ہو۔ پھر اس کی دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ:

وہ صلح و امن کے ساتھ فتح ہوا ور ان کے باشندے مسلمان ہو جائیں تو وہ زمینیں بدستور ان کے تصرف میں رہیں گی۔ امام المسلمین یا کوئی دوسرا کسی طرح کا ان میں دخل نہیں دے سکتا۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاس حَتّٰی یَشْهَدُوا اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَیُقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَیُؤْتُوا الزَّكٰوةَ فَاِذَا فَعَلُوْا ذٰلِكَ عَصَمُوْا مِنِّیْ دِمَاءَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ اِلَّا بِحَقِّ الْاِسْلَامِ وَحِسَابُهُمْ عَلَی اللّٰهِ۔

(متفق علیہ)

کہ مجھے حکم ہوا کہ میں لوگوں سے لڑوں، یہاں تک کہ وہ گواہی دیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بلا شک محمد اللہ کے رسول ہیں اور نماز پنجگانہ قائم کریں اور زکوٰۃ دیں، جب وہ یہ کریں، تو ان کے جان و مال میری طرف سے محفوظ ہو گئے، مگر اسلام کے حق (قصاص و حدود) میں (ان کا مواخذہ ہوگا) اور (ان کے باطن) کا حساب اللہ کے ذمہ ہے۔

مدینہ منورہ کے انصار چونکہ پہلے ہی مسلمان ہو چکے تھے، اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی اراضی کے ساتھ بھی یہی کیا کہ جو زمین جس کے پاس تھی، اس کے پاس رہی۔ البتہ انصار نے خوش دلی سے وہ زمینیں حضور کے حوالے کر دیں۔ جہاں پانی نہیں پہنچتا تھا، تو آپ نے بعض صحابہ کو ان زمینوں کی جاگیر بخشش فرما دی تاکہ وہ آباد کر کے ان سے خود بھی فائدہ اٹھائیں اور ان کے ذریعے سے دیگر مخلوق بھی۔

Marfat.com

اس کتاب میں بہت سے غلط مفروضے قائم کیے گئے ہیں اور بعض مسائل میں مصنف زبردست غلط فہمیوں کا شکار ہوئے جن کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔ سرِدست ہم ذاتی ملکیت کے بارے میں ان کے دلائل کا جائزہ لیتے ہیں۔ موصوف لکھتے ہیں کہ:

"حکومت جس کی زمین وجائداد پر چاہے قبضہ کرکے اسے قومی سرکاری تحویل میں لے سکتی ہے۔"

اس سلسلے میں موصوف کا وہی نظریہ ہے کہ جو زمانۂ حال کے سوشلسٹوں اور اشتراکیوں کا ہے۔ اس سلسلے میں موصوف نے بعض موجودہ زمانے کے مصنفین کی عبارات پیش کی ہیں۔ جن کے بارے میں کچھ معلوم نہیں کہ وہ کس نظریے کے لوگ ہیں، ممکن ہے کہ وہ بھی سوشلسٹ ذہنیت کے لوگ ہوں، اس لیے ان کا حوالہ چنداں اہمیت نہیں رکھتا اور علامہ ابن حزم ظاہری کے حوالہ جات بھی ہیں۔ ابن حزم چونکہ بہت سے نظریات میں منفرد اور جمہور سے الگ ہیں، یہاں تک کہ اجماع کے بھی خلاف کر جاتے ہیں، اس لیے ان کی بات میں بھی کوئی وزنی نہیں ہے یا کہا جاسکتا ہے کہ موصوف نے ان کی عبارات کا مفہوم بھی اسی طرح غلط سمجھا ہوگا جس طرح انہوں نے دوسرے محققین کی ان عبارات کا مفہوم غلط سمجھا جنہیں ہم عنقریب پیش کرنے والے ہیں۔ چنانچہ موصوف علامہ عینی کے حوالہ سے عبارت درج کرتے ہیں،

اِنَّ حکمَ الْاَرَاضِیْ اِلَی الْاِمَامِ۔	زمین کا معاملہ امام (حکومت) کے سپرد ہے (حکومت جو چاہے کرے)

موصوف نے عینی کی یہ عبارت قطع برید کرکے اس قدر لکھ دی ہے جس سے ان کے انفرادی ملکیت کو ختم کرنے کے خود ساختہ نظریے کو تقویت مل سکے، کیونکہ موصوف کا یہ نظریہ عام اراضی کے بارے میں ہے، اگرچہ وہ کسی کی ملکیت میں ہو، جبکہ علامہ عینی کی اس عبارت کا تعلق صرف ان اراضی سے ہے جو کسی کی مملوک نہیں ہیں جیسے وادیوں

Marfat.com

اور پہاڑوں وغیرہ کی غیر آباد اور غیر مملوکہ زمینیں ۔ موصوف علامہ عینی کا مقصد سمجھنے سے قاصر رہے ہیں ۔ علامہ عینی کا مقصد یہ ہے کہ انہیں چراگاہ کے لیے مخصوص کرنے کا حق امام کو ہے ۔ یعنی ان زمینوں کا معاملہ بادشاہ یا حکومت کے سپرد ہے ، وہ جس قدر چاہے اسی قدر بیت المال کے جانوروں کے لیے چراگاہ میں توسیع کے لیے عوام الناس کو وہاں جانوروں کے چرانے سے روک سکتی ہے ، اگرچہ لوگ پہلے وہاں سے فائدہ اٹھاتے چلے آ رہے ہوں ۔

علامہ عینی کی پوری عبارت ملاحظہ ہو :

وَانما یَحْمی الامامُ ما لَیسَ بِملكٍ لِاَحَدٍ مِثْلُ بُطُونِ الاَوْدِیَةِ وَالجبالِ وَالمواتِ وَاِنْ کَانَ یَنتفعُ المُسلمُونَ بتلْكَ المواضع فَمَنا فِعُهم فی حمایةِ الامام اَکْثَرُ

یعنی امام اس زمین کو چراگاہ ایسی سرکاری ضروریات کے لیے لے سکتا ہے جس کا کوئی مالک نہ ہو جیسے وادیوں کے بیچ کی زمین اور پہاڑوں کی اور غیر آباد غیر مملوک زمین اگرچہ ان مقامات سے عام مسلمین مشترکہ فائدے اٹھاتے ہوں تو ان کے مشترکہ منافع امام کی چراگاہ بنانے میں زیادہ ہیں ۔

قلتُ حَصْرُا لحِمیٰ للّٰهِ وَرَسُولِهٖ یَدُلُّ علیٰ ان حُکْمَ الاَراضی اِلی الامام الخ (عمدة القاری ج ۱۲ ص ۲۱۳)

ان کُلا مِنهُما لا یَکونُ الا فیما لا ملك له (عمدة القاری ج ۱۲ ص ۲۱۴)

میں کہتا ہوں باب کے عنوان الحمی اللہ اور رسولہ کہ چراگاہ بنانا صرف خدا اور رسول کا حق ہے کا نص دلالت کرتا ہے کہ مذکورہ زمینوں کا معاملہ امام (حکومت) کے سپرد ہے اور یہ کہ چراگاہ قرار دینا یا کسی کو آباد کرنے کے لیے دینا ، دونوں حکم اس زمین سے متعلق ہیں جن کا کوئی مالک نہیں ۔

اور امام قسطلانی ارشاد الباری شرح بخاری میں بھی یہی فرماتے ہیں ۔ ملاحظہ ہو :

Marfat.com

وَاِنَّمَا يَحْمِى الْاِمَامُ مَالَيْسَ بِمَمْلُوْكٍ الخ (ج ۴ ص ۲۰۶) کہ حکومت اس زمین میں تصرف کر سکتی ہے جو کسی کی ملکیت نہیں۔

امام نووی علیہ الرحمۃ کا سلطان مصر کو لوگوں کی زمینوں کو سرکاری تحویل میں لینے سے منع کرنا

ایک مرتبہ سلطانِ مصر نے لوگوں سے کہا کہ تم لوگ اپنی اپنی زمینوں کی ملکیت کے کاغذ پیش کرو، ورنہ ہم تمہاری اراضی کو بیت المال کے حق میں ضبط کرلیں گے۔ اس وقت کے بے نظیر عالمِ دین امام نووی علیہ الرحمۃ کو معلوم ہوا، تو آپ نے اس بادشاہ کے اس خیال کے خلاف آواز اٹھائی اور دلائل سے ثابت کیا کہ اگرچہ کسی کے پاس ملکیت نامے نہ ہوں، مگر وہ پشت در پشت قابض چلے آرہے ہوں، وہ مالک ہی ہیں، ان سے زمینیں چھیننا ظلم اور ناجائز ہے، تو بادشاہ اس خیال سے باز آگیا۔ (شامی ج ۴۔ ص ۱۸۱)

یہ اس صورت میں ہے کہ جب مذکورہ قابضین کسی دوسرے کی مملوکہ زمین پر غاصبانہ طور پر قابض نہ ہوں جیسا کہ پہلے مدلل گزرا ہے۔ اگر کسی نے کسی دوسرے کی زمین پر غاصبانہ قبضہ کر رکھا ہو تو اس سے وہ زمین لے کر اصلی مالک کو واپس دی جائے گی۔

تقی امینی کی ایک اور خیانت

افسوس کہ سوشلزم و اشتراکیت کے اہلِ قلم پاکستان ایسی سرزمین میں کہ جسے صرف اسلام کے نظامِ حیات کی تنفیذ و ترویج کے لیے حاصل کیا گیا، سوشلزم و اشتراکیت کا زہر پھیلانے کے لیے قلم جیسی مقدس دیانت کا خون کرنے اور اس عظیم امانت میں خیانت کرنے سے بھی باز نہیں آتے، چنانچہ کتاب مذکورہ میں حکومت کے حق میں ہر قسم کے بے پناہ اختیارات ثابت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

غرض حکومت اپنے اختیارات میں کسی ایک طریقِ تنظیم و تقسیم کی پابند نہیں ہے بلکہ مفادِ عامہ کے پیشِ نظر اس کے اختیارات کافی وسیع ہیں، انفرادی

Marfat.com

اور اجتماعی ہر طریق کی اجازت ہے جیسا کہ قاضی ابو یوسف کہتے ہیں:

وَاَرْجُوْ اَنْ یَکُوْنَ مُتَوَسَّعاً عَلَیْہِ فَکَیْفَ مَاشَاءَ مِنْ ذَالِکَ فَعَلَ۔ (کتاب الخراج ص۶)	مجھے امید ہے کہ حکومت جو بھی مناسب سمجھ کر کرے گی، اس لیے وسعت اور گنجائش ہے۔

تقی امینی صاحب نے مندرجہ بالا حوالے سے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ حکومت جو چاہے کرے، اس کے لیے اسلام کے احکام وہدایات اور قیود وضوابط کچھ نہیں ہیں، یہ پابندیاں صرف عوام کے لیے ہیں۔ شریعت عوام کے لیے تو اٹل ہے حکومت اس سے مستثنیٰ ہے۔ ایک عام آدمی اگر کسی کی کوئی چیز اس کی مرضی کے خلاف چھین لے، تو اس کے لیے ناجائز و حرام اور اگر حکومت قومیانے کے حیلے یا مفادِ عامہ کے ڈھونگ سے جس کی جائداد پر ہاتھ صاف کر ڈالے، اس کے لیے جائز ہے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

کرتے ہیں انسانوں کو غلامی پہ رضامند
تاویلِ مسائل کو بناتے ہیں بہانہ

حالانکہ بات یوں نہیں۔ یہاں امام ابو یوسف حکومت کو ایسے کلی اور مطلق العنان اختیارات نہیں سونپ رہے۔ یہ امینی صاحب ہی کی کوتاہ نظری یا خیانت کا کرشمہ ہے کہ ان کی عبارت کو اپنے خود ساختہ اشتراکی نظریے پر فٹ کر گئے۔ ع

جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے

لیجئے اب امام صاحب کی شروع کی عبارت ملاحظہ فرمائیے اور امینی صاحب دیانت وامانت کی داد دیجیے:

وَکُلُّ اَرْضٍ اَقْطَعَھَا الْاِمَامُ مِمَّا فُتِحَتْ عَنْوَۃً فَفِیْھَا الْخَرَاجُ اِلَّا اَنْ یُّصَیِّرَھَا الْاِمَامُ عُشْرِیَّۃً	یعنی اہل حرب سے جنگ کے بعد فتح کی ہوئی زمین جب امام کسی کو جاگیر کے طور پر عنایت کرے، تو اگر جاگیردار کو بیت المال

Marfat.com

وَذَالِكَ اِلَى الْاِمَامِ (الی ان قال) وَاَرْجُوْ اَنْ يَكُوْنَ ذَالِكَ مُوَسَّعًا عَلَيْهِ فَكَيْفَمَا شَاءَ مِنْ ذَالِكَ فَعَلَ ۔ (کتاب الخراج ص ۶۰)

میں عشر نہیں خراج جمع کرانا ہوگا۔ ہاں اگر امام اس زمین کو عشری قرار دیدے تو پھر عشر ہوگا، تو ایسی صورت میں میرا خیال ہے کہ زمین کو خراجی یا عشری قرار دینے کا معاملہ امام کی صوابدید پر ہے جو چاہے کرے۔

یہ تھی امام ابو یوسف کی پوری عبارت جس کا تعلق صرف اس بات سے ہے کہ امام المسلمین کو جنگ کے ذریعے مفتوحہ اراضی کو کسی کے لیے جاگیر قرار دینے کے بعد اسے عشری یا خراجی ٹھہرانے کا اختیار ہے، مگر امینی صاحب اسے کہاں سے کہاں کھینچ تان کر لے گئے۔ دراصل سوشلسٹوں کا طریقہ ہی یہی ہے کہ وہ اپنے من گھڑت نظریات کی تائید میں ایسے ایسے کرشمے دکھلاتے ہیں نیز ع

بریں قیاس کُن زگلستان من بہار مرا

کے مطابق موصوف کی دوسری تحقیقات کو بھی اسی پر قیاس کریجیے اور جہاں حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے بعض جاگیریں واپس لے کر بیت المال کو دے دیں، تو یہ وہ جاگیریں تھیں جنہیں آباد کرنے کے لیے دیا گیا تھا، مگر لینے والے انہیں آباد نہ کر سکے، تو آباد نہ کرنے کی وجہ سے وہ واپس لینا پڑیں، انہیں زمین کی بخشش نہ کی گئی تھی، بلکہ زمین بیت المال کی تھی اور منافع آباد کرنے والوں کے لیے جاگیر کی بخشش کی یہ دونوں صورتیں کتاب الخراج و در مختار و شامی وغیرہ میں موجود ہیں اور آخر الذکر زمین کا چونکہ جاگیردار مالک نہیں ہوتا، اس لیے امام اگر مناسب سمجھے تو اس سے واپس لے سکتا ہے، ملاحظہ ہو (شامی ج ۴ ص ۱۹۴)

زمین کو مزارعت و بٹائی پر دینے کا مسئلہ

مزارعت کے جواز و عدم جواز دونوں کے حق میں مختلف حدیثیں وارد

Marfat.com

ہوئی ہیں۔ اس بناء پر صحابہ کرام و ائمہ عظام میں مزارعت کے بارے اختلاف واقع ہوا۔ خود احناف کے امام حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اسے جائز نہیں سمجھتے، اس سلسلے میں وہ فرماتے ہیں کہ زمین کا مالک کام کرنے والے کو ایک معین مدت تک تنخواہ مقررہ پر لے کر اس سے کام لے اس میں شرط یہ ہے کہ بیج اور آلات مالک کے ہوں، مدت پوری ہونے پر باہمی رضامندی سے اسے تنخواہ کے عوض اسے اتنی مالیت کی پیداوار دے دے۔

(ملاحظہ ہو فتاویٰ شامی ج ۶ ص ۲۷۵)

لیکن صاحبین امام ابویوسف و امام محمد رحمہما اللہ مزارعت کو جائز سمجھتے ہیں اور صاحبین کی دلیل وہ حدیث ہے جسے امام نسائی کے بغیر اصحاب صحاح ستہ نے روایت کیا ہے، چنانچہ بخاری میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ہے:

انّ النبی صلی اللہ علیہ وسلم عَامَلَ اَھْلَ خَیْبَرَ بِشَطْرِ مَا یَخْرُجُ مِنْھُمَا مِنْ زَرْعٍ اَوْ ثَمَرٍ الخ (بخاری ص۳۱۳ ج۱)	کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ خیبر کے ساتھ زمینِ خیبر کی کچھ پیداوار یا پھل کے ایک پر معاہدہ کیا۔

مزارعت میں صاحبین کے قول پر فتویٰ ہے

مزارعت میں صاحبین رحمہما اللہ کے قول پر فتویٰ ہے، چنانچہ صاحبِ ہدایہ فرماتے ہیں:

والفتویٰ علیٰ قولھما لحاجۃ الناس الیھا ولظھور تعامل الامامۃ۔ (ھدایہ ج ۴ ص۴۲۳)	یعنی لوگوں کی ضرورت اور امت کے تعامل کے ظہور کی بنا پر فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے۔

مقصد ہے ان اللہ کے بندوں کا مگر ایک
ہر ایک ہے گو شرح معانی میں یگانہ

ان اختلاف میں امت کے فائدے ملحوظ ہیں، اس مقصد میں سب ائمہ متفق ہیں: البتہ متاخرین نے اس قول کو ترجیح دی جس میں امت کا فائدہ زیادہ ہے اور وہ مزارعت کا جواز

Marfat.com

ہے۔ یعنی کسی کو زمین اس طور پر دینا کہ کاشت سے جو پیداوار ہوگی، دونوں میں مثلاً نصف نصف یا ایک تہائی یا دو تہائیوں میں تقسیم ہوگی، اسے اسلام کی اصطلاح میں مزارعت اور یہاں کے عرف میں اسے بٹائی پر زمین دینا کہتے ہیں۔

مزارعت کی شرطیں

ایجاب قبول کے بعد مزارعت کے رُکن چار اور اس کے جواز کی شرطیں آٹھ ہیں۔

ع۱ زمین ع۲ بیج ع۳ کام ع۴ بیل (یا ٹریکٹر) اور آٹھ شرطیں یہ ہیں:

ع۱ زمین زراعت کی صلاحیت رکھتی ہو ع۲ عاقدین کا اہل ہونا کہ معاملہ کرنے والے دونوں آزاد اور بالغ ہوں، ہاں اگر غلام یا لڑکا ہو تو وہ اپنے آقا اور سرپرست سے اجازت یافتہ ہوں ع۳ مدّت مزارعت متعین کرلی جائے ع۴ بیج کس کی طرف سے ہوگا ع۵ جنس کا ذکر آجائے کہ کیا بوئے گا۔ ع۶ حصّہ مقرر ہو کہ ہر ایک کو کس قدر ملے گا۔ ع۷ مالکِ زمین کو کاشتکار کے سپرد کردے۔ صاحب دُرِّ مختار نے آٹھویں شرط کو شرکت فی الخارج (پیداوار میں مالکِ زمین اور مزارع دونوں کا شریک ہونا) قرار دیا ہے، لیکن یہ بعینہٖ چھٹی شرط کا اعادہ ہے۔ چنانچہ علامہ شامی فرماتے ہیں:

اَنَّ هٰذَا الشَّرْطَ مُسْتَدْرَكٌ لِلْاِسْتِغْنَاءِ عَنْهُ بِاشْتِرَاطِ ذِكْرِ قِسْطِ الْعَامِلِ (ج ۶ ص۲۷۰)

یعنی، یہ آٹھویں شرط بے فائدہ ہے کہ عامل کے حصّہ کی شرط سے اس کی حاجت نہیں رہتی۔

تو آٹھویں شرط زمین کا معلوم و متعین ہونا ہے کہ یہاں سے وہاں اور ادھر سے ادھر تک جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے (ج ۱ ص۲۳۶ طبع مصر) اور حکیم الامّت صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ نے بہارِ شریعت میں بھی اسی شرط کا ذکر فرمایا ہے (ملاحظہ ہو بہارِ شریعت ج ۱۵ ص۹۴) نیز علامہ شامی نے اس شرط کا ذکر کردیا ہے اِنَّ مَعْرِفَةَ الْاَرْضِ شَرْطٌ (ج ۶، ص۲۷۶) کہ زمین کا معلوم ہونا شرط ہے۔

Marfat.com

افادات ومسائل

اگر بیج مالکِ زمین کی طرف سے طے پایا تو پانچویں شرط ساقط ہو جائے گی کہ جس جنس کا بیج مالک زمین دے گا مزارع اس کو بوئے گا۔

یا مالک مزارع سے کہہ دے کہ جو مرضی آئے بوئے تو بھی جنس کا تعیّن ضروری نہیں اور شرط یہ جائز نہیں کہ بیج والا پیداوار میں سے بیج اٹھائے گا اور بقیّہ پیداوار کی تقسیم کی جائے گی، ہاں یہ جائز ہے کہ پیداوار میں سے پہلے عشر یا نصف عشر نکالا جائے گا اور یہ بھی جائز ہے کہ غلّہ تقسیم ہوگا اور بھوسہ غلّہ کے حصّہ کے برابر کیا جائے گا یا جس کا بیج اس کا بھوسہ یہ بھی جائز کہ زمین مالک کی اور بیج اور کام اور بیل وغیرہ مزارع کے یا زمین اور بیج مالک کے کام اور بیل (یا ٹریکٹر) مزارع کے۔

اسلام کے نظامِ معیشت میں زراعت کی اہمیّت

اشتراکی اور سوشلسٹ نظام میں تو ہوسِ نفسانی کے مخصوص عزائم کو پروان چڑھانے کے لیے مالک و مزارع زمیندار و کسان وغیرہم کے درمیان طبقاتی منافرت پھیلا کر انسانی قدروں کو پامال اور بنی آدم کے خون کو انتہائی ارزاں کیا جاتا ہے۔ لیکن اسلام ایک ایسا عادلانہ نظامِ معیشت ہے جس کی بنا مخلوقِ خدا کے درمیان ہر طرح کی باہمی منافرت و طبقاتیت کو ختم کر کے ان میں اخوت والفت پیدا کرنے پر ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کھیتی کو اگانے کی نسبت اپنی طرف کر کے جہاں زراعت کے پیشہ کو نظامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیشت میں بڑی اہمیّت بخشی ہے وہاں ضمنی طور پر کاشتکار کی عزّت افزائی بھی فرمائی ہے۔ ارشاد ہے:

أَفَرَءَيْتُم مَّا تَحْرُثُونَ أَأَنتُمْ تَزْرَعُونَهُۥٓ	تم جو بوتے ہو کیا اسے تم نے
أَمْ نَحْنُ الزَّٰرِعُونَ۔ (واقعہ)	دیکھا کیا تم اس کی کھیتی بناتے ہو
	یا ہم بناتے ہیں۔

Marfat.com

کاشت کاری پیشہ حضرت آدم علیہ السلام

امام ابن حجر عسقلانی فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مستدرک امام حاکم میں مروی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کا پیشہ کاشت کاری، حضرت نوح کا بڑھئی حضرت ادریس کا درزی، اور حضرت موسیٰ کا بکریاں چرانا تھا (ج ۴ ص ۲۵۹)

اس حدیث سے ایک تو دستکاری (ہاتھ کی کمائی) کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ دوسرا یہ کہ کاشت کاری ایک ایسا مقدس پیشہ ہے جسے ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام نے اختیار فرمایا اور اسی اہمیت کو واضح کرنے کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ فرماتے ہیں جسے امام ابوداؤد نے اپنی مراسیل میں امام زین العابدین سے روایت کیا ہے۔

اِحرِثُوا فَاِنَّ الْحَرثَ مُبَارِکٌ وَاَکثِرُوا فِیہِ مِنَ الْجَمَاجِم۔ (الجامع الصغیر ج ۱ ص ۶۳) یعنی زمین میں کھیتی باڑی کے لیے، ہل چلاؤ کہ ہل چلانا بابرکت ہے اور بیج خوب ڈالو۔

اس میں فرمایا گیا ہے کہ کھیتی باڑی کرو اور ہل چلاؤ کیونکہ کھیتی باڑی کا کام بابرکت ہے اور اس میں بیج بکثرت ڈالو، ہلکا بیج مت ڈالو یا مراد یہ ہے کہ نظر بد اور پرندوں سے حفاظت کے لیے کھیتی باڑی پر بکثرت ہنڈیاں لٹکاؤ، ہنڈیاں لٹکانے کا یہ امر تکلیفی نہیں، بلکہ امرِ ارشادی ہے۔ (ملاحظہ ہو سراج منیر شرح الجامع الصغیر ج ۱ ص ۶۳)

صحیح بخاری کے باب فصل الزرع میں حضرت انس رضی اللہ عنہ، سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

جو شخص درخت بوتا ہے یا کھیتی کرتا ہے اور اس سے پرند و انسان اور جانور اپنی خوراک حاصل کرتے ہیں، تو یہ عمل اس کے حق میں صدقہ بنتا ہے یعنی اجر و ثواب کا باعث ہوتا ہے (بخاری ج ۱ ص ۳۱۲ مجتبائی)

Marfat.com

اس کی شرح میں علامہ بدرالدین عینی فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ کسی نے درخت لگائے، اگرچہ حصولِ ثواب کی نیت اس کے دل ودماغ میں مستحضر نہ تھی، یہاں تک کہ اگر اس نے درخت لگا کر اسے فروخت کردیا یا اس نے کاشت کی اور اسے فروخت کردیا، پھر بھی اس کا یہ عمل اس کے لیے صدقہ ہوگا کہ اس کا یہ عمل مخلوقِ خدا کی روزی میں اضافہ کا باعث بنا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۵۵) نیز فرماتے ہیں۔

فِيْهِ الْحَضُّ عَلٰى عِمَارَةِ الْاَرْضِ لِنَفْسِهٖ وَلِمَنْ يَّأْتِىْ بَعْدَهٗ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۵۶)

کہ اس حدیث میں زمین کو اپنے اور بعد میں آنے والوں کے لیے (درختوں اور کھیتوں سے) آباد کرنے کی ترغیب ہے۔

سر پہ سبزہ کے کھڑے ہو کے کہا قم میں نے
غنچۂ گل کو دیا ذوقِ تبسم میں نے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہل چلایا

کھیتی باڑی کرنا اور ہل چلانا ایک ایسا بابرکت کام ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بہ نفسِ نفیس شرف بخشا۔ چنانچہ امام شمس الدین سرخسی المعروف بہ شمس الائمۃ علیہ الرحمۃ کتاب المبسوط میں فرماتے ہیں:

اَوَّلُ مَنْ فَعَلَهٗ آدَمُ صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهٗ عَلَيْهِ عَلٰى مَا رُوِيَ اَنَّهٗ لَمَّا اُهْبِطَ اِلَى الْاَرْضِ اَتَاهُ جِبْرِيْلُ بِحِنْطَةٍ وَاَمَرَهٗ بِالزِّرَاعَةِ وَازْدَرَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْجُرُفِ وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ الْمُزَارِعُ

کہ سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام نے کھیتی باڑی کا کام کیا۔ بنا برآں کہ مروی ہے کہ آپ جب زمین پر اتارے گئے تو حضرت جبریل آپ کی خدمت میں گندم لائے اور اسے زمین میں بونے کا امر کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام جرف میں بہ نفسِ نفیس کاشت فرمائی اور فرمایا کہ کاشتکار خدا سے

Marfat.com

... اجر ربه عزوجل (المبسوط ج ۲۳ ص ۲)

تجارت کرتا ہے۔

کمائی کے تین اصول

امام ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ فتح الباری میں امام الماوردی سے ناقل ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ کمائی کے تین اصول ہیں:

زراعت، تجارت اور صنعت (ملاحظہ ہو ج ۴ ص ۲۵۷) امام الماوردی علیہ الرحمۃ نے تینوں میں زراعت کو اولیت دے کر اسے سرفہرست رکھا ہے۔

مفکر اسلام مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ معاشیات کے بنیادی مسائل میں زراعت کو بہت ہی اہمیت دیتے ہوئے اپنی مشہور کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں:

وَاعْلَمْ اَنَّهُ اِذَا اجْتَمَعَ عَشَرَةُ الآفِ اِنْسَانٍ مَثَلاً فِي بَلْدَةٍ فَالسِّيَاسَةُ الْمَدَنِيَّةُ تَبْحَثُ عَنْ مَكَاسِبِهِمْ فَاِنْ كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُكْتَسِبِيْنَ بِالصِّنَاعَاتِ وَسِيَاسَةِ الْبَلْدَةِ وَالْقَلِيْلُ مِنْهُمْ مُكْتَسِبِيْنَ بِالرَّعْيِ وَالزِّرَاعَةِ فَسَدَ حَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا (ج ۲ ص ۱۰۵)

یعنی جب کسی شہر میں مثلاً دس ہزار لوگ بستے ہوں تو سیاست مدنیہ ان کے اسباب معاش سے بحث کرتی ہے، تو اگر ان میں سے اکثر صنعت کاری اور شہری سیاست میں مصروف اور ان میں سے تھوڑے زراعت و جانوروں کی حفاظت میں مشغول ہوں، تو دنیا میں تباہ و برباد ہو جائیں گے۔

یعنی زراعت ملکی معیشت میں ریڑھ کی حیثیت رکھتی ہے۔ اگر یہ کمزور ہے اور متبادل وسائل کی فراوانی بھی نہیں کہ ان سے تلافی و تدارک ہو سکے تو وہاں کے لوگ ترقی کی بجائے روبہ انحطاط و زوال ہوں گے اور ان کی حالت نہیں سدھر سکے گی اگر ملک کے اکثر باشندے زراعت پیشہ ہوں اور تمام زرعی سہولتوں سے مالا مال ہو کر محنت شاقہ سے کام لیں تو زمین سے وہ برکتیں ظاہر ہوں کہ ہمارے زراعت پیشہ بھائی ان کا تصور بھی نہ کر سکیں ۔

Marfat.com

وہقاں اگر نہ ہو تن آساں
ہر دانہ ہے صد ہزار دانہ
غافل منشیں نہ وقتِ بازی ست
وقتِ ہنرست و کارسازی ست

اس حدیث کی توجیہ کہ ہل ذلّت کا باعث ہے

گزشتہ تقریر سے ثابت ہوا کہ اسلام کے نظامِ معیشت میں زراعت کو نہایت ہی اہمیت حاصل ہے، لیکن صحیح بخاری کی کتاب المزارعۃ میں حضرت ابوامامہ باہلی سے مروی ہے:

سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ فَلَا یَدْخُلُ ھٰذَا بَیْتَ قَوْمٍ اِلَّا اَدْخَلَہُ اللّٰہُ الذُّلَّ۔
(صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۱۲)

میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ آپ نے ہل اور کھیتی کے دوسرے آلات کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ جس گھر میں یہ داخل ہوں گے، گھر میں خدا ذلت کو داخل کرے گا۔

علماء محققین نے اس حدیث کی کئی ایک توجیہات فرمائی ہیں۔ ایک یہ کہ ہل اور دیگر آلاتِ زراعت کھیتی باڑی میں استعمال کرنے کے لیے ہیں، لیکن اس کے برعکس جو قوم انہیں اپنے گھروں میں رکھ چھوڑے، یعنی کھیتی باڑی کا کام ترک کردے، تو ان کے وسائل رزق میں کمی آجائے گی جس کے نتیجے میں وہ بھوک و افلاس کی وجہ سے ذلیل و خوار ہوکر رہ جائیں گے اور دوسری توجیہ وہ ہے جو امام سرخسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ اِذَا اشْتَغَلُوْا بِالزِّرَاعَۃِ وَاتَّبَعُوْا اَذْنَابَ الْبَقَرِ وَقَعَدُوْا عَنِ الْجِہَادِ کَرَّ عَلَیْہِمْ عَدُوُّھُمْ فَجَعَلَھُمْ

جب مسلمان سب کے سب زراعت میں مشغول ہوں اور بیلوں کے دُم کے پیچھے پیچھے پھریں اور جہاد ترک دیں، تو دشمن ان پر حملہ کرکے انہیں ذلیل کردے گا۔

Marfat.com

اَذِلَّةً۔ (کتاب المبسوط ج ۱۰ ص۸۳ سطر ۲۰-۲۱)

حدیث مذکور کا پس منظر

اس حدیث کا پس منظر یہ ہے کہ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حرث وزراعت کے فضائل بہت سے بیان فرمائے۔ اندیشہ تھا کہ کہیں ان فضائل کے پیشِ نظر مسلمان سب زراعت وکھیتی کے کام میں مشغول ہوکر جہاد ایسی انتہائی اہم دینی ذمہ داری کو فراموش کردیں اور دشمن کے ساتھ لڑنے کے فن سے بے بہرہ ہوجائیں اور دشمن اس صورتِ حال سے فائدہ اٹھاکر ان پر حملہ کرکے انہیں ذلیل وخوار کردے، اس لیے یہ ارشادِ گرامی صادر فرمایا۔

امام بخاری علیہ الرحمۃ نے اس حدیث کا عنوان قائم کیا ہے۔ یعنی بَابُ مَا یُحْذَرُ مِنْ عَوَاقِبِ الْاِشْتِغَالِ بِآلَةِ الزَّرْعِ اَوْ مجاوزَةِ الْحَدِ الَّذِیْ اُمِرَبِہٖ۔ یعنی آلۂ زراعت (ہل وغیرہ) سے سراسر مشغول ہونے اور زراعت میں مشغول ہونے کی مطلوبہ حد سے تجاوز کرنے کے انجام سے ڈرنے کے بیان میں۔ یہ بھی اسی توجیہ کی تائید کرتا ہے جو امام سرخسی علیہ الرحمۃ نے فرمائی ہے امام بدر الملۃ والدین عینی علیہ الرحمۃ نے عمدۃ القاری شرح بخاری میں داؤدی سے یہ توجیہ نقل کی ہے۔ (بخوفِ طوالت ترجمہ عرض ہے)

یہ ارشادِ نبوی ان حضرات کے لیے ہے جو دشمنوں کی سرحدوں کے قریب ہیں، اس لیے وہ اگر کھیتی باڑی میں لگ کر جنگی فنون وتجربات کو نظرانداز کردیں، تو دشمن ان پر حملہ کردے گا، لیکن سرحدوں سے دور افتادہ لوگوں کے لیے زراعت کا کام ہی بہتر ومطلوب ہے اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اور تم حسبِ استطاعت دشمن کے مقابلہ کی تیاری کرو اور یہ زراعت کے ساتھ ہی قائم ہے اور جو لوگ سرحد پر یا دشمن کے قریب ہیں، وہ کھیتی باڑی نہیں کرسکتے (کہ انہیں جنگی فنون سیکھنا اور تجربات کرنا ہے) تو دوسرے مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ ضروریاتِ زندگی میں ان کی مدد کرتے رہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص۱۵۷)

Marfat.com

نیز اس توجیہہ کی اس حدیث سے بھی صراحت سے تائید ہو جاتی ہے جسے امام احمد بن حنبل اور امام طبرانی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ:

اِذَا ضَنَّ النَّاسُ بِالدِّیْنَارِ وَالدِّرْھَمِ وَتَبَایَعُوْا بِالْعِیْنَۃِ وَتَبِعُوْا اَذْنَابَ الْبَقَرِ وَتَرَکُوا الْجِھَادَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَدْخَلَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْھِمْ ذِلًّا لَا یَرْفَعُ عَنْھُمْ حَتّٰی یُرَاجِعُوْا دِیْنَھُمْ (الجامع الصغیر ج ۱ ص۲۹)

یعنی جب لوگ راہِ خدا میں دینار و درہم خرچ کرنے میں بخل کرنے لگیں اور ایک چیز مہنگے داموں بیچ کر اس شخص سے سستے داموں واپس خرید لیں اور جہاد فی سبیل اللہ کو ترک کر کے کھیتی باڑی کے شوق میں بیلوں کی دُم پکڑ لیں، خدا انہیں ذلت میں مبتلا کرے گا اور ان سے اس وقت تک ذلت نہ اٹھائے گا جب تک وہ اپنے دین کی طرف نہ لوٹیں گے۔

غرضیکہ حدیث مذکور کا ایک پس منظر ہے جسے ملحوظ رکھنے سے ہل (یا ہل جیسے دیگر آلات) سے متعلق ارشادِ نبوت کا عقدہ باقی نہیں رہتا اور اس علم و آگاہی کے رازداں تو علماء کرام ہی ہیں۔ جب تک شریعت کے رازدانوں کے حضور دستِ سوال نہ پھیلائیں گے، اس وقت تک علم کی ایسی باریک گتھیاں نہیں سلجھیں گی ؎

ہم اپنی دردمندی کا فسانہ!
سُنا کرتے ہیں اپنے رازداں سے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا غیب کی خبر دینا کہ کسانوں پر ظلم ہوں گے!

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آج سے چودہ سو سال پیشتر یہ غیب کی خبر دی تھی کہ کسانوں پر ظلم ہوں گے اور حدیثِ مذکورہ آپ کی اسی پیش گوئی پر محمول ہے، چنانچہ امام ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ فتح الباری شرح بخاری میں ابن تین سے ناقل ہیں:

ھٰذَا مِنْ اَخْبَارِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

یہ حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی

Marfat.com

بِالْمغيبات [illegible] هٰذا الْاٰنَ اَنَّ الظلم [illegible] عَلٰی اَهْلِ الْحرثِ ـ (فتح الباری ج ۵ ص۲)

غیب کی خبروں میں سے ایک خبر ہے کہ آج مشاہدہ ہو رہا ہے کہ سب سے زیادہ ظلم کسانوں پر ہو رہے ہیں۔

اور امام بدر الملۃ والدین عینی عمدۃ القاری اور امام قسطلانی ارشاد الساری شرح بخاری میں امام ابن بطال سے ناقل ہیں:

وَفِي الْحَدِيثِ علامۃٌ [illegible] قَالَ ابْنُ بَطَّالٍ وَذَالِكَ اَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِمَ اَنَّ مَنْ يَّاتِي اٰخرالزَّمَانِ يُجورُوْنَ فی اخذ الصدقاتِ والعشورِ يَاخذونَ اَكْثَرَ مِمَّا يَجِبُ لَهُمْ لِاَنَّهٗ ذِلٌّ لِمَنْ اُخِذَ مِنْهُمْ بِغَيْرِ الْحق اِنْتهٰى قُلْتُ قُوَّةُ الذل وكَثْرَتُه فِي الزَّارِعِيْنَ فِي الاراضی مصر فَاِنَّ اَصْحَابَ الاقطَاعَاتِ يَتَسَلَّطُوْنَ عَلَيْهِمْ وَيَاخُذُوْنَ مِنْهُمْ فَوقَ مَا عَلَيْهِمْ بِضَرْبٍ وَحَبْسٍ وَتَهْدِيْدٍ بَالِغٍ وَيَجْعَلُوْنَهُمْ كَالْعَبِيْدِ الْمُشْتَرِيْنَ فلا يَتَخَلَّصُوْنَ مِنْهُمْ فَاِذَا مَاتَ [illegible] منهم يُقِيْمُوْنَ

یہ حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غیب کی خبروں میں سے ایک خبر (پیشگوئی) ہے اور یہ اس لیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ آخری زمانے میں ایسے جاگیر دار پیدا ہوں گے جو عشر و زکوٰۃ کی وصولی میں کسانوں پر ظلم کریں گے اور حق شرعی سے زیادہ وصول کریں گے کہ اس میں کسانوں کی ناحق توہین ہے میں (علامہ عینی) کہتا ہوں کہ سب سے زیادہ مصر کے جاگیر دار کسانوں کی تذلیل و توہین کرتے ہیں، ان پر مسلط ہیں، ان کی مار پیٹ کر کے انہیں قید کرتے اور ان سے حق شرعی سے زیادہ وصول کرتے ہیں اور زر خرید غلاموں کا سا ان سے سلوک کرتے ہیں، بیچارے کسان ان سے رہائی نہیں پاتے، پھر جب کوئی کسان مرجاتا ہے، تو جاگیر دار وہی سلوک ان کے بچوں سے کرتے ہیں،

Marfat.com

وَلَدَہٗ عِوَضَہٗ بِالْغَصْبِ وَالظُّلْمِ غَالِبَ مَا تَرَکَہٗ وَیُحَرِّمُوْنَ وَرَثَتَہٗ

(عمدۃ القاری شرح بخاری ج ۱۲ ص ۱۵۷)

(ارشاد الساری شرح بخاری ج ۴ ص ۱۷۲)

اور ان کے باپ کی اکثر جائیداد پر غاصبانہ قبضہ کر کے انہیں وراثت کے حق سے محروم کر دیتے ہیں۔

یہ کس قدر افسوسناک بات ہے کہ ملکی معیشت کاشت کار کی مرہونِ منت ہو، لیکن ایک مخصوص طبقہ استیصال کا نشانہ بھی انہیں بنائے ؎

وائے ناکامی فلک نے تاک کر توڑا اسے
میں نے جس ڈالی کو تاڑا آشیانے کیلئے

کسانوں پر سوشلسٹوں اور کمیونسٹوں کے بہیمانہ مظالم

کسانوں پر سوشلسٹوں اور اشتراکیوں نے جو مظالم ڈھائے۔ ان کی داستان نہایت دردناک اور لرزہ خیز ہے، چنانچہ لینن نے ۲۵ فروری ۱۹۱۷ء کو ایک پمفلٹ تقسیم کر دیا کہ بڑی بڑی زمینداریاں ختم کر کے زمین بے زمین کسانوں میں بانٹ دی جائے گی۔ پھر دو ماہ بعد اپریل ۱۹۱۷ء میں لینن نے تمام زمینوں کو قومیانے کا اعلان کر دیا اور یہ اعلان گول مول تھا۔

چھوٹے درجے کے کسانوں کو بڑے زمینداروں سے لڑا دیا۔ آخر بڑے اور متوسط درجے کے زمینداروں میں ہیجان پیدا ہوا، تحریکیں چلیں۔ مارچ ۱۹۱۷ء اور جون ۱۹۱۷ء تک کے درمیانی عرصہ میں کسانوں کی سترہ تحریکوں کو بڑی سفاکی اور خونریزی کے ساتھ دبا دیا گیا۔ ان پر جو مظالم ڈھائے گئے۔ اس کی داستان کو قلم لکھنے سے قاصر ہے۔ جب بڑی بڑی اور متوسط درجے کی زمینداریوں کو ختم کر دیا گیا۔ تو اب چھوٹی چھوٹی زمینداریوں کے خاتمے کا اعلان کر دیا گیا۔ آخر ۱۹۳۰ء تک ان کسانوں کے خون سے ہولی کھیلنے کے بعد پوری مملکتِ روس میں ایک کسان بھی ایسا نہ چھوڑا گیا جس کے

Marfat.com

ں ایک اپج بھی زمین ہو۔ ایک فرانسیسی مصنف اپنی تصنیف (T H C RBC یا)
میں لکھتا ہے کہ اس تصادم میں پچاس لاکھ انسان قتل ہوتے۔ اہلِ اشتراکیت کا طُرّۂ
امتیاز یہ ہے کہ وہ انسانوں سے جذبۂ اخوّت و ہمدردی ختم کرکے انہیں کئی ایک
طبقات میں تقسیم کرکے آپس میں لڑا دیتے ہیں، نتیجے میں کچھ لوگ ہلاک ہوگئے اور
جو باقی بچے ان کا حکومت خود ہی صفایا کر دیتی ہے، بیچارے کسانوں کو عشقِ اشتراکیت
کا یہی انعام ملا کرتا ہے، لیکن بیچارے کسان ہیں کہ اپنی سادگی کی بناء پر سوشلسٹوں کے
دامِ فریب میں آجاتے ہیں ؎

تیرے عشق کی انتہا چاہتا ہوں!
مری سادگی دیکھ کیا چاہتا ہوں!

اشتراکی اور سوشلسٹ ملکوں میں مزدوروں اور کسانوں کے ساتھ سلوک

ان کے ساتھ بھی وہی سلوک روا رکھا جاتا ہے جو ایک بے زبان جانور کے ساتھ روا رکھا جاتا ہے، جبکہ اسلام کا معاشی نظام مزدوروں اور کسانوں کو ایک مقدّس و حلال رزق کا سبب تصوّر کرکے معاشرے میں اس کا احترام پیدا کرتا ہے۔ لیکن اشتراکیوں نے اجتماعی اور قومی مصالح کے نام پر مزدوروں پر ایسی قیود و پابندیاں اور سختیاں عائد کر دیں کہ بیچارے مزدور انسانیت کے مقام سے گر کر کولہو کے بیل بنا دیے گئے۔ ان کی قوّت سے بڑھ کر کام لینا، احتجاج کرنے کے حق سے محروم کرنا اور اُن کی عورتوں اور بچوں تک سے مشقّت لینا اور اس کے بدلے روٹی کے چند ٹکڑے اور موٹا کپڑا اور رہائشی کیمپ میں تنگ سی جگہ دینا کہ جہاں غسل خانے تک مشترکہ ہیں جن میں لمبی لمبی قطاروں میں کھڑا ہونا پڑے۔ پھر بھی حسبِ خواہش نہانے کی آزادی تک میسّر نہیں۔ اشتراکیّت کی بدولت بچارے مزدوروں کے حصّہ

Marfat.com

میں یہی عنایتیں ہیں اور بس۔ اور افسوس یہ ہے کہ ان عنایات کے خلاف جو کسان و مزدور آواز بلند کرے اور اسے باغی قرار دے کر چند منٹوں میں گولی سے اُڑا دیا جاتا ہے ؎

بھری بزم میں راز کی بات کہہ دی
بڑا بے ادب ہوں سزا چاہتا ہوں

اگر ان حقائق کا ملاحظہ کرنا ہو تو چین اور روس کا غیر سرکاری طور پر دورہ کر کے دیکھیں۔ جو سرکاری مہمان وہاں جاتے ہیں، وہ وہاں کی حکومت کے مطابق ہی وہاں کا جائزہ لیتے ہیں جن میں مصنوعی طور پر سب کو خوشحال ظاہر کر کے دکھایا جاتا ہے، جیسے مشرقی پاکستان کے سانحے میں ہمارے فوجی قیدی جب ہندوستان کی قید میں تھے، تو وہاں کی حکومت ان کے بیانات ریڈیو سے نشر کراتی کہ ہمیں یہاں بڑے آرام سے رکھا جاتا ہے۔ ہمیں کسی طرح کی کوئی تکلیف نہیں ہے، ہم ایسے رہتے ہیں جیسے گھر میں ہوں۔ حالانکہ واپسی کے بعد انہوں نے اپنے ساتھ حکومتِ انڈیا کے کیے گئے سلوک کی جو داستانیں سنائیں، اس سے سننے والے کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے۔

محنت کشوں کے متعلق اسلام کی روح پرور ہدایات

اس کے برعکس محنت کشوں

اور مزدور کے ساتھ اسلام جو مشفقانہ سلوک روا رکھنے کے احکام صادر فرماتا ہے، ان سے ایک عام مزدور صنعت کار اور مالک ادارہ کے سربراہ کے ساتھ برابر عزت و وقار کا حقدار ٹھہرتا ہے؛ چنانچہ صحیح بخاری میں ہے:

حضرت معرور فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابوذر سے ربذہ کے مقام پر ملا تو میں نے دیکھا کہ انہوں نے ایک ازار اور چادر زیبِ تن فرما رکھی تھی اور ان کے غلام نے بھی اس طرح کا لباس پہن رکھا تھا (آقا اور غلام کے لباس میں کوئی فرق نہ تھا) تو میں نے حضرت

Marfat.com

ابوذر سے اس کی وجہ دریافت کی۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے ایک مرتبہ اپنے غلام کو سخت کلمہ کہہ دیا (کالی عورت کے بیٹے کہہ کر پکارا تھا) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر پہنچی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ اے ابوذر! تم نے اسے ماں (کے کالے رنگ) کی عار دلائی ہے، تم میں ابھی جاہلیت کا اثر باقی ہے۔ پھر فرمایا:

إِخْوَانُكُمْ خَوَلُكُمْ جَعَلَهُمُ اللّٰهُ تَحْتَ أَيْدِيكُمْ فَمَنْ كَانَ أَخُوهُ تَحْتَ يَدِهِ فَلْيُطْعِمْهُ مِمَّا يَأْكُلُ وَلْيُلْبِسْهُ مِمَّا يَلْبَسُ وَلَا تُكَلِّفُوهُمْ مَا يَغْلِبُهُمْ فَإِنْ كَلَّفْتُمُوهُمْ فَأَعِينُوهُمْ۔

یعنی تمہارے ماتحت کام کرنے والے تمہارے بھائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں تمہارا ماتحت بنا دیا ہے تو جس کا بھائی اس کے ماتحت کام کرتا ہے، اسے وہی کھلائے جو خود کھائے اور وہی پہنائے جو خود پہنے۔ انہیں ان کی طاقت سے زیادہ کام نہ بتاؤ اور اگر بتاؤ تو ان کی امداد و اعانت کرو

(صحیح البخاری ج ۱ ص ۹ طبع دہلی)

یہ ہدایتِ مبارکہ معاشرہ میں مزدور کو ایک باوقار مقام عطا کرنے کے ساتھ ساتھ ایسے رہنما اصول بھی پیش کرتی ہے جنہیں عمل میں لانے سے وہ تمام مفاسد اور خرابیاں یکسر ختم ہو جاتی ہیں، جو آج معاشرتی بے چینی کا باعث بنی ہوئی ہیں۔ یہ وہ اصول ہیں جنہیں محدثین و ائمۂ اسلام نے اس حدیث سے اخذ کیے ہیں؛ چنانچہ امام بدرالدین عینی عمدۃ القاری میں فرماتے ہیں: (بخوفِ طوالت عربی کے بجائے اس کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے)

اسلام کے نظامِ معیشت و معاشرت سے متعلق اہم ہدایات و اصول:

اوّل:۔ یہ کہ اپنے ماتحت کو ایسا کلمہ کہنا ممنوع جس سے اس کی عزتِ انسانی میں فرق آتا ہو اور ایسی بات بھی کرنا منع ہے جس سے ایک کی برتری کے ساتھ دوسرے کی تحقیر لازم آتی ہے، بلکہ اس کے برعکس ماتحت کے ساتھ احسان و شفقت سے بھرپور برتاؤ کیا جائے۔ پھر عبد کا ایک وسیع مفہوم ہے (ماتحت) خواہ وہ مزدور ہو یا خادم و نوکر اور

Marfat.com

کمزور وضعیف ہو اور اسی طرح جانوروں کو بھی برا بھلا کہنا اور ان کی طاقت سے زائد بوجھ لادنا منع ہے۔

دوم: ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو اس انداز سے اپنا ترفع اور برتری نہ جتلائے کہ اس سے دوسرے کی تذلیل وتحقیر لازم آتی ہو۔ اگرچہ وہ غلام، نوکر اور مزدور ہی کیوں نہ ہو کہ برتری کی بنا کارخانہ داری یا صنعت کاری وزمینداری نہیں، بلکہ تقویٰ وپرہیزگاری ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ کہ میرے نزدیک وہی اچھا ہے جن کا عمل اچھا ہو

سوم: یہ امر بھی لائقِ تحسین وثواب اور از جملہ آداب ہے کہ مالک ونوکر کا کھانا پینا بھی یکساں ہو، جب کھانے اور پہننے میں یکسانیت اسلام کے نزدیک محبوب ومرغوب ہے، تو رہائش وسکونت میں کیوں نہ ہوگی؛ لہٰذا اسلامی آداب اخلاقِ عالیہ کا تقاضا ہے کہ رہنے کی سہولت بھی یکساں ہو۔ آج کے غیر عادلانہ سرمایہ دارانہ اور سوشلسٹ واشتراکیت کے بہیمانہ نظام میں جو معاشی ورہائشی تفاوت ہے، اسے اسلام پسندیدگی کی نگاہ سے نہیں دیکھتا کہ کوئی تو اعلیٰ وعمدہ اور ایک ایک مربع کے ایئر کنڈیشنڈ بنگلوں اور تفریح گاہوں سے لطف اندوز ہوں اور ان کے علاوہ انہیں گھر کے باہر فارمز میں بھی بے پناہ سہولتیں میسر ہوں اور کسی کو تنگ وتاریک کمرے بھی مشکل سے حاصل ہوں اور نہ ہی انہیں برقی پنکھوں سے پسینہ سکھانے کی سہولت میسر ہو (حدیث میں ہے کہ جو شخص رہائش کے لیے ضرورت سے زائد زمین گھیرے گا، قیامت کے روز وہ اس کے سر پر رکھی جائے گی)

چہارم: انہیں طاقت سے زائد کام نہ بتایا جائے اور نہ ہی ان سے اس قدر تسلسل سے کام لیا جائے کہ وہ تھک کر چور چور ہو جائیں۔

لِاَنَّ النَّھْیَ لِلتَّحْرِیْمِ بلاخلاف کہ حدیث میں وارد ممانعت بالاتفاق تحریم کے لیے

Marfat.com

پنجم : اگر انہیں طاقت سے زاید یا تھکا دینے والے تسلسل کے ساتھ کام بتاؤ تو ان کی جسمانی یا مزید مالی یا دونوں قسم کی امداد کرو۔ (گویا دفتری اوقات میں اگر مقدور سے زیادہ کام بتاؤ تو اپنے یا دوسرے معاونین کے ذریعے سے اور اوور ٹائم کی صورت میں مالی لحاظ سے ان کی مزید امداد کرو جو معمول سے زاید ہو تو بہتر ہے، ورنہ کسی صورت میں کم نہ ہو۔

ششم : سرمایہ دار اپنے نوکر، مزدور اور خادم کو اپنا بھائی سمجھے اور ایک بھائی کے دوسرے بھائی کے ساتھ کا سا سلوک کرے، وغیرہ وغیرہ۔

(ملاحظہ ہو عمدۃ القاری شرح بخاری ج ۱ ص ۲۰۸-۲۰۹)

اسلام کے معاشی نظام کی یہ ہدایت سنہری حروف سے لکھ لینے کے قابل ہے کہ لَا تُکَلِّفُوْھُمْ مَا یَغْلِبُھُمْ فَاِنْ کَلَّفْتُمُوْھُمْ فَاَعِیْنُوْھُمْ، یعنی کارکنوں کو ان کی طاقت سے زائد کام نہ بتاؤ اگر بتاؤ، تو ان کی امداد کرنا ضروری ہے۔ گویا پیداوار بڑھانے کے شوق میں کارکن اور محنت کش کے کام و محنت میں اضافہ کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ ہاں اگر ایسا کرنا ہے تو اس کی رضا اور رغبت سے کرو اور اسے مزید مالی اعانت سے خوش کرو۔

محنت کش کی مزدوری جلدی ادا کرو

امام ابن ماجہ اپنی سنن میں حضرت ابن عمر امام ابو یعلیٰ اپنی مسند میں حضرت ابوہریرہ امام طبرانی اپنی اوسط میں حضرت جابر اور امام حکیم ترمذی نوادر میں حضرت انس رضؓ سے راوی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَعْطُوا الْاَجِیْرَ اَجْرَہٗ قَبْلَ اَنْ یَجِفَّ عَرَقُہٗ۔ (الجامع الصغیر ج ۱ ص ۴۵)

کہ محنت کش کو اس کی اجرت اس کے پسینے کے خشک ہونے سے پہلے ادا کرو۔

مطلب یہ ہے کہ محنت کش کو اس کے کام سے فارغ ہونے کے بعد بلا تاخیر معاوضہ

Marfat.com

ادا کرو۔ خواہ اسے پسینہ آیا ہی نہ ہو یا آنے کے بعد ابھی تک خشک نہ ہو (سراج منیر و حاشیہ شیخ الاسلام الحفنی ج ا ص ۲۴۳) اسی طرح آپ کا ارشاد ہے کہ روزِ قیامت میں اس شخص کا دشمن ہوں گا جس نے مزدور سے کام لیا ہو اور اس کی اجرت نہ دی۔

(صحیح بخاری ج ا ص ۳۰۲ کتاب الاجازۃ عن ابی ہریرۃ)

ان تمام نصوص میں بلا تاخیر حقوق العباد کی ادائیگی کا درس ہے، بلکہ ان محنت کشوں کی ہر ممکن طریقے سے دل جوئی اور حوصلہ افزائی کا سبق ہے جن پر پیداوار کے اضافے کا دار و مدار ہے۔ ظاہر ہے کہ محنت کش خوش ہوں گے، تو دل جمعی اور دل چسپی سے کام بھی کریں گے۔

مزدوروں کا منافع میں حصّہ

قرآن کریم کے ارشاد يَسْئَلُونَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ کیا خرچ کریں فرما دیجئے اپنے مالوں کے فاضل حصّہ کو۔

ازالۂ شبہ

اگر آیتِ مذکورہ کے منسوخ ہونے کا شبہ ہو جیسا کہ بعض مفسرین لکھتے ہیں، تو اس کا جواب یہ ہے کہ صحیح یہی ہے کہ یہ آیت منسوخ نہیں ہے۔ آیتِ زکوٰۃ اس کے لیے ناسخ نہیں، بلکہ آیتِ زکوٰۃ کا صدقۂ واجبہ سے تعلق ہے اور اس آیت کا صدقۂ نافلہ سے۔ امام ابن جریر تفسیر طبری میں فرماتے ہیں: بَلْ مُثْبَتَةُ الْحُكْمِ غَيْرُ مَنْسُوْخَةٍ (ج ۲ ص ۲۱۵) یعنی اس آیت کا حکم باقی ہے، منسوخ نہیں ہے۔

اس آیت کو مزدوروں کے لیے صنعت کے منافع میں حصّہ کی دلیل بھی قرار دیا جا سکتا ہے۔ بہر صورت قرآن کریم میں وارد جامع الفاظ اپنی معنوی وسعتوں کے اعتبار سے اس نئی تعبیر کے بھی متحمل ہیں۔ کہا جا سکتا ہے کہ آج کے حالات چونکہ پہلے سے ہی خدا علیم و خبیر کے علم میں تھے اور اسے معلوم تھا کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا جس میں

Marfat.com

محنت کشوں کے مسائل پیدا ہوں گے اور اسلام ایک ہمہ گیر اور ابدی دین ہے تو مسلمان محنت کش اسلام سے راہبری کے طلب گار ہوں گے، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ و عشر کے حکم کو اپنے ارشاد واٰتوا الزکوٰۃ اور واٰتوا حقہٗ یوم حصادہ میں علیحدہ علیحدہ بیان فرما کر "العفو" کی شق بھی رکھ دی اور "العفو" کا ذکر قرآن میں صحابہ کرام کے ایک سوال کے جواب میں وارد ہوا۔ انفاق فی سبیل اللہ (خدا کی راہ میں خرچ کرنے) کی دو قسمیں ہیں۔ واجب و ضروری کہ اس کے ترک پر گناہ و عذاب کا مستوجب ہو۔ یہ زکوٰۃ و عشر پر صادق آتا ہے۔ دوسرا مستحب کہ اس کے ترک پر گناہ و عذاب کا موجب تو نہیں لیکن وہ باہمی تعاون و ہمدردی و اخوت اور اخلاقی قدروں کی علامت و عظمت و شرافت انسانی کی نشانی ضرور ہے اور "العفو" اسی سے عبارت ہے جہاں تک انفاق واجب یعنی زکوٰۃ و عشر کا تعلق ہے، اس کے لیے اموال بھی متعین ہیں اور نصاب بھی: لہٰذا یہ بات واضح ہے کہ صحابہ کرام کا ماذا ینفقون سے انفاق کے بارے میں سوال انفاق واجب کے علاوہ کسی اور انفاق سے متعلق ہوگا اور وہ انفاق مستحب ہے، یعنی باہمی تعاون و ہمدردی کی بنیاد پر رضا کارانہ ایثار جو انسانی قدروں کی ترقی کا ذریعہ ہے اور وسعت ظرفی کا ثبوت بھی جو شرافت انسانی کا ایک لازمہ ہے اور مزدوروں کے لیے بونس وغیرہ کی بنیاد اسی حقیقت پر مبنی ہے "جو العفو" میں مضمر ہے۔ علاوہ ازیں سرمایہ دار اور محنت کش کے درمیان جو کرار بط و تعلق ہے کہ ان میں سے کوئی بھی دوسرے سے مستغنی نہیں، اس کی اہمیت بھی اس بات کی مقتضی ہے کہ سرمایہ دار مقررہ تنخواہ اور مزدوری کے علاوہ بھی مزدور و اجیر کے ساتھ وقتاً فوقتاً احسان و رواداری کا برتاؤ کرتا رہے جو پیداوار و منافع میں سے شش ماہی یا سالانہ بونس کی صورت میں ادا کیا جائے جسے اسلامی معیشت میں ایک کریمانہ اور فیاضانہ معاونتِ باہمی سے تعبیر کیا جائے گا۔ اس سے بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ مزدور میں ایک مزدور کی حیثیت سے بڑھ کر

Marfat.com

سرمایہ دار کے حق میں ایک ہمدرد کارکن ہونے کا جذبہ پیدا ہوگا اور یہی جذبہ اسے دیانت و محنت پر مزید ابھارے گا اور محنت ہی پیداوار میں ترقی اور اضافے کا باعث ہے ؎

بے محنتِ پیہم کوئی جوہر نہیں کھلتا
روشن شررِ تیشہ سے ہے خانۂ فرہاد

زمیندار اور کسان کا مسئلہ

اسی طرح اسلام کے نظامِ معیشت نے کسانوں کو وہ مقام بخشا ہے جس کی مثال اسلام کے سوا دنیا کے کسی ازم میں نہیں ملے گی۔ زراعت و کھیتی باڑی سے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ ارشاداتِ عالیہ دلیل کے طور پر کافی ہیں جو گزشتہ سطور میں مذکور ہوئے۔

کاشتکار اور زمیندار کا صحیح مقام

ہمیں اس بات کا افسوس ہے کہ کسان و مزارع اور زمیندار کو جو محنت کرکے زمین آباد کرتا ہے اور زراعت کی مدد سے ملک کی معیشت کے استحکام میں مدد دیتا ہے، اس کا جائز مقام نہیں ملا۔ اسلامی معاشرے میں وہ صدا احترام و تعظیم کا مستحق ہے کیونکہ پوری قوم بلکہ بڑے بڑے بادشاہ تک بھی اس کی کمائی کھاتے ہیں ؎

اس کے نعمت خانے کی ہر چیز ہے مانگی ہوئی
دینے والا کون ہے ؟ مردِ غریب بے نوا

کاشتکار اور زمیندار کے درمیان جو حاکم و محکوم کا غیر عادلانہ سلسلہ قائم ہے۔ اسلام کے نظامِ معیشت میں وہ سراسر غلط اور ظلم و زیادتی ہے، کیونکہ اس میں زمیندار ایک آقا و حاکم اور کاشتکار ایک غلام و محکوم نظر آتا ہے۔

Marfat.com

زمیندار اور کاشت کار برابر کے کاروباری ہیں

لیکن اسلام کا شتکاروں پر کس قدر احسان ہے

کہ اس نے زمیندار اور کاشتکار کے درمیان ایک ایسا مقدس اور پرُوقار تصور قائم کیا ہے، جس کی رُو سے زمیندار و کاشتکار برابر کے کاروباری متصور ہوتے ہیں، کسی کو ایک دوسرے پر برتری حاصل نہیں ہے، کیونکہ صاحبِ زمین اگر مستاجر منہ ہے، تو دوسرا مستاجر ہے۔ یعنی مستاجر منہ اور مستاجر میں حاکم و محکوم کا کوئی تصور نہیں، بلکہ دونوں کی برابر کی رضامندی سے معاملہ طے پاتا ہے اور اگر بٹائی کی صورت ہے، تو ایک طرف سے زمین ہے، تو دوسری طرف سے بیج و وسائل کاشت اور محنت ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ زمیندار حاکم و آقا اور کاشتکار محکوم و غلام ہو؛ چنانچہ ملک العلماء بدائع میں فرماتے ہیں:

لانَّ المزارعۃ ففیہا الاجارۃُ والشرکۃُ تنعقدُ اجارۃً ثُمَّ تتمُّ شرکۃً۔ (ج ۶ ص ۱۷۷)

یعنی اس لیے کہ مزارعت میں اجارہ اور شرکت دونوں پائے جاتے ہیں۔ یہ ابتداءِ معاملہ میں اجارہ اور نتیجہ میں شرکت بن جاتی ہے۔

اور اسی طرح مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر میں ہے (ملاحظہ ہو، ج ۲ ص ۴۹۹ طبع مصر) اور امام ابو یوسف کتاب الخراج میں فرماتے ہیں:

وَکَذٰلِکَ الْاَرْضُ عِنْدِیْ ھِیَ بِمَنْزِلَۃِ مَالِ الْمُضَارَبَۃِ (ص ۸۸)

یعنی جیسے مضاربت درست ہے کہ ایک طرف سے مال اور دوسری طرف سے محنت اور نفع میں دونوں شریک۔

اسی طرح میرے نزدیک زمین بھی مالِ مضاربت کے بمنزلے ہے۔

یعنی ایک صاحبِ زمین اور دوسرا مستاجر اور دونوں نفع میں شریک ہیں، خواہ مزارعت کا معاملہ ہو یا اجارہ کا ہدایہ شریف میں ہے:

Marfat.com

فَيَجُوزُ اِعْتِبَارًا بِالْمُضَارَبَةِ۔

(ج ۱ ص ۴۲۲)

کہ مزارعت مضاربت کے اعتبار سے جائز ہے۔

اسی طرح نسائی شریف میں ہے:

كَانَ مُحَمَّدٌ يعنى ابْنَ سِيْرِيْنَ يَقُوْلُ الْاَرْضُ عِنْدِىْ مِثْلُ مَالِ الْمُضَارَبَةِ فَمَا صَلُحَ فِىْ مَالِ الْمُضَارَبَةِ صَلُحَ فِى الْاَرْضِ وَمَا لَمْ يَصْلُحْ فِىْ مَالِ الْمُضَارَبَةِ لَمْ يَصْلُحْ فِى الْاَرْضِ۔

(سنن نسائی ج ۱ ص ۱۵۶)

امام محمد ابن سیرین فرماتے تھے کہ میرے نزدیک زمین مالی مضاربت کی طرح ہے تو جس کی مال مضاربت میں گنجائش ہے اس کی زمین میں گنجائش ہے اور جو مال مضاربت میں جائز نہیں وہ زمین میں جائز نہیں۔

یعنی زمین کا معاملہ لگان اور بٹائی میں مضاربت کے مال کی طرح ہے اور مضاربت باہمی تعاون و شراکت پر مبنی ہے جس میں فریقین کو مساوی حیثیت حاصل ہوتی ہے، ان میں حاکم و محکوم اور آقا و غلام کا کوئی تصور نہیں ہوتا، لہٰذا زمیندار کے لیے ہرگز جائز نہیں کہ وہ کاشتکار سے زمین معلوم کی کاشتکاری کے علاوہ دوسری خدمات بالجبر لے، یہ عین ظلم ہے جسے اسلام کا نظام عدل ہرگز برداشت نہیں کرتا ؎

میں کہ میری نوا میں ہے آتشِ رفتہ کا سراغ
میری تمام سرگزشت کھوئے ہوؤں کی جستجو

مضارعت میں وارد متعارض حدیثوں میں تطبیق

مزارعت یعنی زمین کو بٹائی پر دینے

کے بارے میں جو متعارض احادیث وارد ہوئی ہیں، ان میں تطبیق کی یہ صورت ہے کہ ممانعت کی حدیثیں اس صورت پر محمول ہیں کہ متعاقدین زمین کے حصے کرلیں کہ اس طرف کی پیداوار

Marfat.com

فلاں کے لیے اور دوسری طرف کی فلاں کے لیے چنانچہ اس کی تائید میں صحیح بخاری کی حدیث شریف پیشِ خدمت ہے۔ حضرت رافع بن خدیج کہتے ہیں:

كُنَّا اَكْثَرَ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ حَقْلاً كَانَ اَحَدُنَا يُكْرِيْ اَرْضَهٗ فَيَقُوْلُ هٰذِهِ الْقِطْعَةُ لِيْ وَهٰذِهٖ لَكَ فَرُبَّمَا اَخْرَجَتْ ذِهٖ وَلَمْ تُخْرِجْ ذِهٖ فَنَهَاهُمُ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم۔

(ج ۱ ص ۳۱۳)

یعنی ہمارے ہاں اکثر اہلِ مدینہ کاشت کرتے تھے اور ہم میں سے کچھ لوگ اپنی زمینیں کرائے پر دیتے اور کہتے کہ یہ ٹکڑا میرا ہے اور یہ تیرا۔ پس کبھی اس ٹکڑے میں پیداوار ہوتی اور کبھی اس میں، لہٰذا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس (طریقہ سے مزارعت کرنے) کو منع فرمایا ہے۔

خلاصہ یہ کہ زمین بٹائی پر دینا بلاشبہ جائز ہے اور اس میں زمیندار و کاشتکار برابر کے معاملہ دار ہیں اس میں حاکمیت و محکومیت کے تصور کو اسلام برداشت نہیں کرتا۔ نیز اگر زمیندار کاشتکار کو رہائشی جگہ اور مکان دیتا ہے۔ تو محض اس کی وجہ سے اسے کاشت کار کو اپنا غلام بنانا جائز نہیں۔ اگرچاہے تو وہ اس جگہ کا مناسب کرایہ لے سکتا ہے۔ ورنہ یہ کاشت کار کے ساتھ باہمی رواداری اور ہمدردی پر مبنی مراعات تصور ہوگی اس سے اس کو اپنا خدمت گار یا غلام نہیں بنا سکتا ہے

کہہ رہا ہے داستاں بے دردیٔ ایام کی
کوہ کے دامن میں وہ غم خانۂ دہقانِ پیر

آبپاشی

ملکی زراعت کی ترقی کے لیے وسائلِ آبپاشی میں ترقی و توسیع بھی ضروری ہے۔ اسلام کے اقتصادی و معاشی نظام میں اسے بھی اہمیت حاصل ہے، اس لیے اسلام نے اس کے حسبِ ذیل ضوابط و قواعد مقرر کیے ہیں:

Marfat.com

۱۔ تالاب، کنوئیں، جوہڑ اور چشمے اگر کسی خاص شخص کی ملکیت میں نہیں ہیں، تو ان میں سے پبلک کے تمام افراد حقدار و نفع اٹھانے کے مجاز ہیں۔ یہ حقیقت قرآن مجید میں مذکور حضرت صالح علیہ السّلام کی ناقہ کے پانی پینے کے واقعہ سے عیاں ہے۔ سورۂ شعراء کو ملاحظہ فرمائیں۔

مسلمان تین چیزوں میں برابر کے شریک ہیں

حدیث میں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

اَلْمُسْلِمُوْنَ شُرَکَاءُ فِیْ الْمَاءِ وَالْکَلَاءِ وَالنَّارِ (ابوداؤد ج ۴ ص ۴۹۲)

کہ تمام مسلمان تین چیزوں یعنی پانی گھاس اور آگ میں برابر کے شریک ہیں۔

امام شمس الائمہ المبسوط میں فرماتے ہیں (بکثرتِ حوالت صرف ترجمہ دیا جاتا ہے) کہ دوسری روایت میں ہے، آپ فرماتے ہیں:

"الناس شرکاء فی ثلاث" تمام لوگ ان تینوں چیزوں میں برابر کے حصہ دار ہیں اور یہ پہلی روایت ابوداؤد کی روایت سے عام ہے کہ اس میں تمام انسانوں کی شرکت کا اعلان ہے خواہ مسلمان ہو یا کافر اور پانی کے بارے میں یہ شرکت وادیوں، دریاؤں (یعنی خودرو پانی) سے متعلق ہے۔ جیسے دریائے سیحون، جیحون، دجلہ، فرات، نیل (اور پنجاب میں پانچوں دریا اور نہریں) اس لیے کہ ان سے فائدہ اٹھانا ایسا ہے جیسے سورج کی دھوپ اور ہوا سے فائدہ حاصل کرنا کہ اس میں تمام کائناتِ انسانی برابر کے شریک ہیں، کسی کو حق نہیں کہ دوسرے کو روک سکے، اس کی مثال شارع عام کی سی ہے کہ اس پر ہر مسلمان و کافر سب کو چلنے کا حق ہے اور لفظ شرکت

Marfat.com

(وارد در حدیث) سے اصل اباحت اور انتفاع میں تمام انسانوں کا مساوی ہونا مراد ہے۔ یہ مراد نہیں کہ وہ ان کی ملکیت ہے کہ وادیوں اور دریاؤں میں موجود پانی کسی کی ملکیت نہیں۔ (المبسوط ج صـ۱۶۴)

یہ آبپاشی کا حق تھا، البتہ شخصی کنوؤں، حوضوں اور تالابوں و چشموں میں پانی پینے اور جانوروں کو پلانے کا ہر ایک کو حق ہے۔ مالک اس پانی کو پینے کے لیے فروخت نہیں کر سکتا، البتہ برتنوں میں بھرا ہوا پانی فروخت کر سکتے ہیں۔ امام ابو یوسف فرماتے ہیں:

وَلَا بَأْسَ بِبَيْعِ الْمَاءِ إِذَا كَانَ فِي الْأَوْعِيَةِ (کتاب الخراج صـ۹۵)

کہ جب پانی برتنوں میں ہو تو اسے فروخت کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

اور اگر ایک شخص کے پاس پانی ہے اور دوسرے کو اس قدر پیاس ہے کہ خطرۂ جان تک نوبت پہنچ رہی ہے اور قوتِ خرید بھی نہیں اور پانی کا مالک معاوضہ کے بغیر پینے کی اجازت نہیں دیتا، تو اس کی اجازت کے بغیر ہی جیسے ہو سکے پانی لے کر پیاس بجھائے۔ کتاب الخراج میں ہے:

الّا ان يكون حال ضرورة يخاف على نفسه (صـ۹)

کہ خطرۂ جان کی حالت میں بلا اجازت پی لے۔

اسی سے واضح ہو گیا کہ معاشیاتِ نظامِ مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں انسانی زندگی کے تحفظ کا مسئلہ درپیش ہو، تو اس کے مقابلہ میں ذاتی ملکیت کو ترجیح نہیں دی جاتی۔ یہ پانی تک ہی محدود نہیں، اس حکم میں دیگر ضروریاتِ زندگی بھی شامل ہیں جن پر انسانی زندگی کے بقا کا دارومدار ہے۔ زبردستی لے کر جان بچانے کا علاج تو آخری علاج ہے اور یہ ان سے برتا جاتا ہے جو سرمایہ دولت کو ہی سب کچھ سمجھتے ہیں اور اس کے مقابلے میں انسانی زندگی کی قدروں کو کوئی اہمیت نہیں دیتے، لیکن اسلام و ایمان کے تقاضوں سے بہرہ ور مسلمان یہاں تک نوبت پہنچنے ہی نہیں دیتے، بلکہ وہ اس کے برعکس اپنے ایثار و خدمتِ خلق

Marfat.com

کے عملی جذبہ سے معاشرہ میں یک رنگی پیدا کیے بغیر نہیں رہتے ؎

باغباں ہو سبق آموز جو یک رنگی کا ہمزباں ہو کے رہیں کیوں نہ طیور و گلزار
دے وہی جام ہمیں کہ مناسب ہے یہی تو بھی سرشار ہو تیرے رفقا بھی سرشار

فالتو پانی بیچنے والا روزِ قیامت خدا کے فضل سے محروم ہوگا

اور بہتر یہ ہے کہ جس کے پاس

فالتو پانی ہو تو وہ آبپاشی کے لیے دوسروں کو مفت میں دے کر ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، کے غلام نے ان کو خط لکھا کہ میں نے آپ کی زمینوں کی سیرابی کے بعد باقی پانی کا تیس ہزار درہم میں فروخت کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ اب آپ کی اجازت مطلوب ہے آپ نے جواب دیا کہ میں نے تمہارا مطلب سمجھ لیا، لیکن میرے پیشِ نظر وہ حدیث ہے جس میں ضرورت سے زیادہ پانی اور گھاس کو روکنے اور دوسرے کو فائدہ نہ پہنچانے والے شخص کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ناراضگی کا ذکر ہے

مَنَعَهُ اللّٰهُ فَضْلَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَإِذَا جَاءَكَ كِتَابِي هٰذَا فَاسْقِ نَخْلَكَ وَزَرْعَكَ وَاَصْلَكَ وَمَا فَضَلَ فَاسْقِ جِيْرَانَكَ اَلْاَقْرَبَ فَالْاَقْرَبَ۔

(کتاب الخراج ص ۹۲)

کہ ایسا شخص روزِ قیامت خدا کے فضل سے محروم ہوگا، تو جب تیرے پاس میرا یہ خط پہنچے، تو اس پر عمل کرتے ہوئے پہلے اپنے باغوں کھیتوں اور زمینوں کو سیراب کرو اور جو فالتو پانی ہو اسے بیچنے کے بجائے اپنے اس پڑوسی کو دو جو تمہارے سب سے زیادہ قریب ہو پھر اسے جو اس کے بعد قریب ہو۔

البتہ اگر پانی والے کا کچھ خرچ ہوا ہو تو پانی لینے والے سے مناسب اور کم از کم جو خرچ ہوا ہو لے سکتا ہے، لیکن پیداوار کا نصف لینا دوسروں کی مجبوری سے فائدہ اٹھانے کے

Marfat.com

مترادف ہے، جو جذبۂ ایثار و اخلاقِ عالیہ وہمدردی کے منافی ہے۔

آبیانہ

آبپاشی کی نہریں اور سرکاری ذرائع آبپاشی صرف مصالح عامہ اور معاشی وسائل کی ترقی کے لیے ہیں، حکومت کو اجازت نہیں کہ وہ انہیں آمدنی میں اضافہ کا ذریعہ بنائے۔ اگر حکومت کا بیت المال (خزانہ) اس قدر متحمل ہے کہ ان نہروں اور ٹیوب ویلوں کی حفاظت اور بقا کے لیے عملہ وضروریات کا بوجھ اٹھا سکتا ہے، تو عوام سے آبیانہ یعنی پانی کی قیمت وصول کرنے کی اسلام کا نظامِ معیشت اجازت نہیں دیتا اور اگر بوجھ نہ اٹھا سکتا ہو تو اس قدر قلیل آبیانہ لیا جا سکتا ہے جس سے ان نہروں کی اور ٹیوب ویلوں کی حفاظت و بقا کے انتظامات ہو سکیں اور جہاں عوام کو نہروں کی ضرورت ہو، وہاں سربراہِ مسلمین کے لیے ضروری ہے کہ نہریں کھدوائے اور اس کا خرچہ عوام کے نہیں، بیت المال کے ذمہ ہوگا۔ ہاں اگر بیت المال میں اس قدر سرمایہ نہیں کہ نہر کی کھدوائی کو کافی ہو سکے، تو بقدرِ ضرورت دولت مندوں سے لے سکتا ہے، چنانچہ کتاب المبسوط میں ہے:

وَاِنْ لَمْ يَكُنْ فِيْ بَيْتِ الْمَالِ فَلَهٗ اَنْ يُجْبِرَ الْمُسْلِمِيْنَ عَلٰى ذَالِكَ وَيُخْرِجَهُمْ لِاَنَّ الْمَنْفَعَةَ فِيْهِ لِلْعَامَّةِ فَفِيْ تَرْكِهٖ ضَرَرٌ عَامٌّ (ج ۲۳ ص ۱۷۵)

اگر بیت المال میں کچھ نہ ہو تو حکومتِ اسلامیہ کا سربراہ دولت مند مسلمانوں کو مجبور کر کے ان سے مالی امداد لے سکتا ہے، کیونکہ اس میں سب کا فائدہ ہے اور اس کے ترک میں سب کا نقصان۔

اسلام کے نظامِ معیشت پر حرف گیری کرنے والے ذرا غور فرمائیں کہ اس میں عوام پر ٹیکس عائد کرنے کی اس وقت تک اجازت نہیں جب تک کہ ملکی خزانہ اخراجات کا متحمل ہے، اس میں ٹیکس عائد کرنے کو مشغلہ بنانے کی اجازت نہیں۔ اس کے باوجود بھی اگر اس نظام کی بہتری اور برتری کسی کو نظر نہ آئے، تو اس کے سوا کیا عرض کیا جا سکتا ہے ؎

Marfat.com

میں نے تو کیا پردۂ اسرار کو بھی چاک
دیرینہ ہے تیرا مرضِ کور نگاہی

سُود کا خاتمہ

خداوند قدوس اپنے کلام میں ارشاد فرماتا ہے:
(ترجمہ) جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ (اپنی قبروں سے)
ایسے اٹھیں گے جس طرح وہ شخص اٹھتا ہے جسے شیطان (آسیب) نے
چھو کر باؤلا کر دیا — یہ اس لیے ہے کہ انہوں (سود خوروں) نے کہا کہ
بیع سود کی طرح ہے، حالانکہ اللہ نے بیع کو حلال اور سود کو حرام ٹھہرایا ہے
تو جسے خدا کی طرف سے نصیحت پہنچی اور وہ (آئندہ کے لیے سود سے تائب ہو کر)
باز آگیا تو گزر چکا، اسے معاف ہے اور اس کا معاملہ خدا کے سپرد ہے
اور جو پھر ایسا کریں وہ دوزخی ہیں، وہ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے اور اللہ سود
(میں بے برکتی ڈال کر اس) کو مٹاتا اور صدقات (حلال کمائی) کو بڑھاتا
ہے اور ناشکرے گنہ گار کو خدا پسند نہیں کرتا۔ (القرآن) دوسرا ارشاد ہے:

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور جو کچھ تمہارا (کسی کے پاس) سود
رہ گیا ہے، اسے چھوڑ دو، اگر تم مسلمان ہو اور اگر تم نے ایسا نہ کیا، تو ہم تمہیں اپنا
اعلانِ جنگ سناتے ہیں! خدا اور رسول سے جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ اور
اگر توبہ کر لو تو تمہیں تمہارا اصل مال (مقروض سے) ملے گا نہ تم دوسروں پر ظلم
کرو اور نہ ہی کوئی دوسرا تم پر ظلم کرے (القرآن)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

(ترجمہ) سود لینے، دینے، سود کا کاغذ لکھنے اور اس پر گواہ ہونے والے پر
لعنت اور فرمایا کہ یہ سب کے سب گناہ میں برابر ہیں (رواہ مسلم)

ابن ماجہ اور بیہقی شریف میں مروی ہے:

Marfat.com

(ترجمہ، سود کے گناہ کے ستر درجے ہیں، ان میں سب سے کم درجہ اپنی ماں سے زنا کرنے کے برابر ہے۔

اسی طرح ابن ماجہ اور مسند امام احمد بن حنبل میں ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

(ترجمہ، معراج کی رات کو کچھ ایسے لوگوں پر سے میرا گزر ہوا جن کے پیٹ مکان کی طرح بڑے بڑے تھے، ان پیٹوں میں زہریلے سانپ اور بچھو تھے جو باہر سے نظر آرہے تھے، جبرائیل نے بتایا کہ یہ سود خوار ہیں۔

سود ابرابر برابر

حضرت عبادہ بن صامت فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

سونا سونے کے بدلے، چاندی چاندی کے، گیہوں، گیہوں کے، جو جو کے، کھجور کھجور کے اور نمک نمک کے بدلے میں برابر (بلاکم وبیش) اور دست بدست (ادھار کے بغیر) بیچ سکتے ہو اور جب جنس مختلف ہو تو جیسے چاہو، بیچو جبکہ دست بدست ہو۔ (صحیح مسلم شریف)

مجتہدینِ امت نے اس حدیث صحیح کو جس کی صحت وشہرت درجۂ تواتر تک ہے۔ تجارتی کاروبار میں ربا (سود) سے متعلق اساس وبنیاد قرار دیا ہے اور اپنے اجتہاد سے ان وجوہ کی تحقیق وتفتیش کی ہے جن کا وجود اس قسم کے معاملات میں حدیث میں بیان کردہ شرائط کی خلاف ورزی سے ربا (سود) کا باعث بنتا ہے۔ اس کی تفصیل عنقریب آتی ہے

ازالۂ شبہ

رہا یہ سوال کہ قرآنِ کریم نے تو سود کی اس شکل کو منع کیا ہے جو اضعاف مضاعف سود در سود ہو، تھوڑے سے سود کی حرمت کی کوئی دلیلِ شرعی نہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ لفظ اضعاف مضاعف قید واقعی ہے نہ کہ قید احترازی۔ جب

Marfat.com

سود کو منع کیا گیا، اس وقت چونکہ اضعاف مضاعفہ سود در سود کی صورت رائج اور وقوع پذیر تھی، اس لیے یہ قید شامل ہو گئی، ورنہ سود بہر صورت ممنوع ہے خواہ سود در سود ہو یا تھوڑا سا ہو، چنانچہ سنت کی روشنی میں واضح ہے، موطا شریف میں ہے:

لَا يَجُوزُ مِنْهُ قَلِيلٌ وَلَا كَثِيرٌ۔ (موطا امام مالک ج ۲، ص ۱۶۵) یعنی سود کسی طرح بھی جائز نہیں نہ تھوڑا اور نہ زیادہ۔

نفع کی شرط سے قرض حرام

نفع کی شرط سے قرض لینا دینا حرام ہے اور سود قرار پاتا ہے۔ حضرت فضالہ بن عبید اور حضرت علی رضی اللہ عنہما آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہیں، آپ نے ارشاد فرمایا:

كُلُّ قَرْضٍ جَرَّ مَنْفَعَةً فَهُوَ وَجْهٌ مِنْ وُجُوهِ الرِّبٰوا (بیہقی عن فضالہ ج ۵ ص ۳۵۰ بیوع و جامع صغیر عن علی ج ۲، ص ۹۳) یعنی جس قرض میں قرض دہندہ کے لیے نفع کی شرط ہو، وہ سود ہی کی ایک قسم ہے۔

قرض بلا سود کا ثواب

حاجت مندوں کو بلا قرض سود دینا اسلام کے نزدیک بہترین عبادت ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ قرض دینے والے کو اس وقت تک قرض دی گئی رقم کے برابر روزانہ راہ خدا میں خیرات کرنے کا ثواب ملتا رہتا ہے، جب تک کہ مقروض قرضہ واپس نہ کر دے۔

مجبوری کی صورت میں سود دینا (غیر ملکی قرضے اور سود)

اگر ایک شخص اس قدر مجبور ہے کہ کنبہ کے لیے سر چھپانے کو مکان میسر نہیں یا بھوکوں مرنے کا اندیشہ ہے، خرچ نہیں اور نہ ہی اسے قرض بلا سود ملتا ہے، تو اس صورت میں وہ قرض لے کر اپنی ضرورت شدیدہ پوری کر سکتا ہے، اسے سود دینے کا گناہ نہ ہوگا، ہاں سود لینے والا مبتلائے معصیت ہوگا۔ اسی طرح اگر کسی ملک کی معیشت اس قدر کمزور ہے یا کسی بلا و آفت سے تباہ و برباد ہو گئی ہے کہ وہاں

Marfat.com

معیشت کی نظر سے ہرگز لائق تحسین نہیں، بلکہ قطعاً غلط اور لائقِ نفرین ہیں. ظاہر ہے کہ دینِ اسلام جو دینِ فطرت ہے، اس غیر فطری کاروبار کی کیسے اجازت دے سکتا ہے۔ اسلام نے اس لیے سود کو حرام قرار دیا ہے کہ اس کی حرمت ایک فطری تقاضا ہے، اسی میں حیاتِ حقیقی کا راز مضمر ہے ؎

دیں مسلکِ زندگی کی تقویم
دیں سیرتِ محمدؐ و براہیم

مسئلۂ سُود میں ایک بنیادی قاعدہ

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی حدیث مذکور ہے۔ مجتہدینِ کرام نے مسئلہ سُود میں ایک بنیادی قاعدہ وضابطہ اخذ کیا ہے جسے پیشِ نظر رکھنے کے بعد عند الضرورت فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے، وہ یہ کہ دونوں طرف سے خرید و فروخت کی شئی اگر ہم جنس ہوں اور ماپ تول سے بکتی ہوں، مثلاً سونا سونے کے عوض، چاندی چاندی کے، گیہوں گیہوں کے، جو جو کے، نمک نمک کے اور کشمش کشمش کے عوض لی، دی جائے تو کھوٹے کھرے منقوش وغیر منقوش، کم قیمت و بیش قیمت اور عمدہ و ردی کے لحاظ کے بغیر دونوں طرف سے ماپ و تول میں برابری اور نقد خریداری ضروری ہے نہ کمی بیشی جائز ہے اور نہ ہی ادھار درست ہے۔ اگر ایک چیز زائد اور دوسری چیز کم ہو تو یہ سود ہوگا اور اسے ربا الفضل کہتے ہیں اور اگر ایک چیز اسی وقت دی جائے اور دوسری کے بعد میں دینے کا وعدہ کیا جائے، تو یہ بھی ناجائز ہے اور اسے ربا النسیئہ (ادھار کا سود) کہتے ہیں۔

ہم جنس کا مطلب

ہم جنس کا مطلب یہ ہے کہ دونوں چیزوں کا نام بھی ایک ہو اور کام و مقصد بھی ایک تو وہ ایک ہی جنس کہلائیں گی اور اختلاف جنس، اصل مقصد اور وصف کے اختلاف (مختلف ہونے) سے متحقق ہوتا ہے۔ (الدرّ المختار مع الشامی ج ۵ ص ۱۸۳)

Marfat.com

جیسے گیہوں اور جو، کپڑے کی قسمیں، لوہا، پیتل، تانبا، سیسہ، اون، ریشم، سوت، گائے، بکری، بھیڑ اور دنبہ کا گوشت اور روغنیات سب مختلف جنسیں ہیں، لیکن کھجور سب ایک جنس ہے (ملاحظہ ہو فتاویٰ شامی ج ۵ ص۱۷۴)

اگر دو چیزیں غیر جنس ہوں، مگر تولی، ماپی جاتی ہوں، تو اس صورت میں ایک طرف سے زیادہ اور دوسری طرف سے کم ہو تو جائز ہے، مگر ادھار حرام۔ اسی طرح ایک جنس کپڑے کے ایک تھان کو دوسری جنس کے دو تھان کے عوض بیچا یا گندم کا ایک من دو من جو کے عوض بیچا، تو دست بدست جائز ہے، ادھار پر جائز نہیں اور اگر دو چیزیں ہم جنس نہیں اور نہ ہی ماپی تولی جاتی ہیں (اگرچہ دو میں سے ایک ماپی یا تولی جاتی ہے) تو ایسی صورت میں زیادتی اور ادھار دونوں جائز ہیں مثلاً ایک طرف سے گندم یا کپڑا اور دوسری طرف سے قیمت کہ یہاں جنس بھی بدل گئی اور قدر بھی (ماپ تول دونوں میں نہیں، ایک میں ہے) تو یہاں زیادتی اور ادھار دونوں جائز ہیں کہ ایک طرف سے دو من اور دوسری طرف سے ساٹھ روپے یا ایک طرف سے ایک تھان اور دوسری طرف سے پچاس روپے نقد اور ادھار دونوں جائز ہیں۔ کما ہو مفصل و مدلل فی کتب الفقہ ؎

بگیر ایں ہمہ سرمایۂ بہار از من
کہ گل بدست تو از شاخ تازہ تر ماند

سود سے بچنے کی تدابیر

آج کل سود کی اس قدر کثرت ہے کہ قرض حسنہ (قرض بلا سود) کوئی شاذ و نادر ہی دیتا ہے، لوگ دولت کی ہوس اور دنیا پرستی میں اس قدر آگے بڑھ چکے ہیں کہ نفع کے بغیر قرض دینا ہی نہیں چاہتے اور ضرورت مند بھی اگرچہ اس قدر شرعی مجبوری میں مبتلا نہیں ہوتے کہ ان کے لیے اس حالت میں ایک حرام جائز ہو جائے، بلکہ لڑکے لڑکی کی شادی ختنہ اور دیگر تقریبات میں اپنی وسعت سے زیادہ خرچ کرنا چاہتے ہیں اور برادری و خاندان کے رسوم میں

Marfat.com

اس قدر جکڑے ہوئے ہیں کہ جس قدر نصیحت کی جائے، ایک نہیں سنتے، رسم ورواج میں کمی کرنے کو اپنی ذلّت محسوس کرتے ہیں۔ ایسے مسلمان بھائیوں سے پہلے تو یہ گذارش ہے کہ ان رسوم وتکلفات سے بچیں، چادر سے زیادہ پاؤں نہ پھیلائیں، دُنیا وآخرت کے تباہ کن نتائج وعذاب سے ڈریں، مصنوعی سی عزّت یا برادری میں نام ونمود کا خیال کرکے آخرت کی زندگی کو تلخ نہ بنائیں، لیکن اس کے باوجود اگر باز نہیں آتے، تو انہیں عذابِ الٰہی سے بچانے کی ہمدردی کے پیشِ نظر ہم کچھ طریقے عرض کرتے ہیں کہ مجبوری کی صورت میں سود لینے دینے کی بجائے اگر ان پر عمل کریں، تو فریقین خدا تعالیٰ کے قہر وغضب سے بچ سکیں گے اور مطلب بھی پورا ہوجائے گا۔ صرف لین دین کی صورت ونوعیّت میں ترمیم وتبدیلی کرنا پڑے گی کہ جواز وعدم جواز لین دین کی نوعیّت پر موقوف ہوتا ہے۔

نوعیّت کے بدل جانے سے عقد کا حکم بدل جاتا ہے

اس سلسلے میں صحیح مسلم کی دو حدیثیں دلیل کے طور پر کافی ہیں، چنانچہ حضرت ابوہریرہ وابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انصاری کو خیبر کا حاکم بنا کر بھیجا تھا، وہ خیبر سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اچھی سی کھجوریں لائے، آپ نے اس سے دریافت فرمایا کہ کیا خیبر کی سب کھجوریں ایسی ہوتی ہیں؟ انہوں نے عرض کی کہ نہیں یا رسول اللہ! ہم ہلکی کھجور کے دو صاع کے بدلے ان کھجوروں کا ایک صاع اور تین صاع کے بدلے دو صاع لیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ایسا نہ کرو۔ معمولی کھجوروں کو پیسوں سے بیچ کر اس قسم کی (اچھی کھجوریں) خریدا کرو اور تول کی چیزوں میں بھی ایسا ہی فرمایا۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۶ طبع کراچی)

اسی طرح حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، سے مروی ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ، حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں برنی کھجوریں لائے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہاں سے

Marfat.com

لائے ہو؟ عرض کی کہ ہمارے ہاں خراب کھجوریں تھیں، وہ دو صاع دے کر ان کا ایک صاع لیا تاکہ آپ تناول فرمائیں۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا افسوس یہ تو بالکل سود ہے، ایسا نہ کرنا، ہاں اگر ان کے خریدنے کا ارادہ ہو تو اپنی کھجوریں بیچ کر ان کے پیسوں سے یہ خرید اکرو۔ حضرت ابوسعید خدری کی ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا:

فَرُدُّوْهُ ثُمَّ بِيْعُوْا تَمْرَنَا وَاشْتَرُوْا لَنَا مِنْ هٰذَا۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص۲۷)

یعنی یہ کھجوریں انہیں واپس کر دو، پھر ہماری کھجوریں بیچو اور ہمارے لیے اس قسم کی کھجوریں خرید لاؤ۔

اس سے معلوم ہوا کھجوریں سب ایک جنس ہیں کہ ان میں کمی بیشی پر تبادلہ جائز نہیں۔ ان حدیثوں سے اور بھی کئی ایک معاشی مسائل نکل آئے۔ ایک تو یہ کہ سود کی بیع کا فسخ کرنا واجب ہے کہ رُدُّوْهُ امر ہے اور امر وجوب کو مفید۔ دوسرا یہ کہ خریدی ہوئی چیز واپس کرنے پر اس کے مقابلے میں دی ہوئی چیز (ثمن)، واپس کی جائے گی۔ تیسرا یہ کہ سود سے بچنے کو ایک ہی شخص سے دو بار لین دین کیا جا سکتا ہے، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشادِ گرامی میں اس کے خلاف کوئی شرط نہیں فرمائی کما افادہ الامام النووی رحمۃ اللہ علیہ چوتھا یہ کہ عقد کی نوعیت کے بدل جانے سے عقد کا حکم بدل جاتا ہے۔ ان حدیثوں سے واضح ہوتا ہے کہ بات وہی ہے کہ عمدہ اور بڑھیا کھجوریں خریدنا چاہتے ہیں، لیکن اپنی معمولی کھجوریں زیادہ دے کر لیتے ہیں، تو سود ہوتا ہے اور اپنی کھجوریں بیچ کر پیسوں سے اچھی کھجوریں خریدیں، تو جائز ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام قاضی خان علیہ الرحمۃ اپنے فتاویٰ شریفہ میں سود سے بچنے کی وہ صورتیں جو ہم نقل کرنے لگے ہیں، بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں

وَمِثْلُ هٰذَا مَرْوِيٌّ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (فتاویٰ امام قاضی خان هامش فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص۲۷۹)

Marfat.com

اور سود سے بچنے کی وہ صورتیں اور تدابیر مندرجہ ذیل ہیں :

سود سے بچنے کی تدبیر

اگر کوئی شخص کسی کو کچھ میعاد کے لیے مثلاً دو روپے نفع پر دس روپے قرض دینا چاہتا ہے، تو مقرض (قرض دینے والا) مستقرض (قرض لینے والے) سے دس روپے کی کوئی چیز خرید کر اسے دس روپے دے دے، پھر اس چیز کو اپنے قبضہ میں لے لے اور اس چیز کو مستقرض کے ہاتھ طے شدہ میعاد تک ادھار پر بارہ روپے میں بیچ دے، اس سے مقرض کے مستقرض کے ذمہ دس روپے کی جگہ بارہ روپے ہو جائیں گے، اس میں دو روپے نفع کے ہو گئے اور اس طرح سے سود سے بھی بچ گئے۔

دوسری تدبیر

مقرض اپنی کوئی چیز مثلاً ایک سو دس روپے میں مستقرض کے ہاتھ بیچ کر اس کے قبضہ میں دے دے، پھر مستقرض اس شیئ کو کسی اور کے ہاتھ ایک سو روپے میں بیچ کر اس کے قبضہ میں دے دے، پھر مقرض اس دوسرے شخص سے اسی چیز کو سو روپے میں خرید لے اور وہ دوسرا شخص مقرض سے سو روپے لے کر مستقرض کو دے دے۔ اس طرح سے مقرض کی چیز اس کے پاس واپس آگئی، مگر مستقرض کے ذمہ مقرض کے ایک سو دس روپے لازم اور واجب الادا رہے (قاضی خان مع عالمگیری ج ۲ ص ۲۷۹)

تیسری تدبیر

مقرض اپنی کوئی چیز مستقرض کے ہاتھ مثلاً تیرہ روپے چھ ماہ کی مدت کے ادھار پر بیچ دے، پھر اس کے قبضہ میں دے دے، پھر مستقرض اسی چیز کو کسی دوسرے آدمی کے ہاں بیچ دے، پھر اس دوسرے سے قبل قبضہ یا بعد قبضہ بیع کا اقالہ کر کے اس چیز کو مقرض کے ہاتھ دس روپے میں بیچ کر اس سے دس روپے لے لے، اس سے مقرض کی چیز بھی واپس آگئی اور اسے تین روپے نفع کے مل گئے اور مستقرض کا کام بھی ہو گیا، سود بھی نہ ہوا، لیکن افسوس کہ مسلمان دینِ فطرت کی ایسی تدابیر سے غافل رہ کر سود ایسی لعنت میں مبتلا ہیں ؎

Marfat.com

افسوس صد افسوس کہ شاہیں نہ بنا تو
دیکھے نہ تیری آنکھ نے فطرت کے اشارات

چوتھی تدبیر ایک اور تدبیر ہے جس کو اختیار کر کے حصولِ مقصد کے باوجود سود سے بچا جا سکتا ہے، وہ یہ کہ مقرض اپنی کوئی چیز مستقرض کے ہاتھ ایک مدت کے لیے ادھار پر بیچ دے اور اس کے قبضہ میں دے دے، پھر اسی چیز کو مستقرض خرید کردہ قیمت سے کم قیمت پر کسی دوسرے شخص کے ہاتھ بیچ دے اور وہ دوسرا اسی چیز کو خرید کردہ قیمت پر مقرض کے ہاتھ بیچ دے اور مقرض سے قیمت لے کر مستقرض کو دے دے، اس طرح سے مستقرض کو قرض مل جاتا ہے اور مقرض کی چیز مقرض کو واپس مل جاتی ہے اور سود کی معصیت میں پڑے بغیر مقرض کو نفع بھی حاصل ہو جاتا ہے۔ امام قاضی خان علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اس تدبیر کا امام محمد علیہ الرحمۃ نے ذکر کیا جسے بیع العینہ کہتے ہیں اور موصوف مشائخ بلخ سے ناقل ہیں۔ انہوں نے فرمایا یہ بیع العینہ ہمارے زمانے کے بازار میں مروّجہ بیوع سے بہتر ہے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

العینۃ جائزۃ ماجورۃ و قال اجرہ لمکان الفرار من الحرام (فتاوٰی قاضی خاں مع عالمگیری ج ۲ ص ۲۷۹/۲۸۰ مصری)	کہ بیع العینہ جائز ہے، اس کا ثواب ملے گا اور ثواب اس لیے ملے گا کہ سود ایسے حرام سے بچنے کے لیے اسے اختیار کیا گیا۔

پانچویں تدبیر مقرض اپنی چیز کو مستقرض کے ہاتھ بیچے۔ مثلاً مستقرض کو اگر سو روپے ضرورت ہیں تو اسے سو روپے کی چیز اتنی قیمت پر جتنا اسے سو روپے پر نفع درکار ہو، مثلاً سو روپے پر دس روپے نفع چاہتا ہو تو اسے مقررہ مدت تک ادھار پر سو روپے کی چیز ایک سو دس روپے میں بیچ دے، پھر

Marfat.com

مستقرض اسے بازار میں ایک سو روپے پر فروخت کرکے اپنے سو روپے کھرے کرے، پھر اختتامِ مدت پر مقرض کو ایک سو دس روپے ادا کردے (بہار شریعت ج ۱۱ ص ۱۵۱)

چھٹی تدبیر

یہ تدبیر فقہ شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی رو سے ہے جیسے امام نووی رحمۃ اللہ علیہ شرح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں:

وَاحْتَجَّ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اصْحَابُنَا وَمُوَافِقُوْهُمْ فِيْ اَنَّ مَسْئَلَةَ الْعِيْنَةِ لَيْسَتْ بِحَرَامٍ وَهِيَ الْحِيْلَةُ الَّتِيْ يَعْمَلُهَا بَعْضُ النَّاسِ تَوَصُّلًا اِلٰى مَقْصُوْدِ الرِّبَا بِاَنْ يُعْطِيَهُ مِائَةَ دِرْهَمٍ بِمِائَتَيْنِ فَيَبِيْعُهُ ثَوْبًا بِمِائَتَيْنِ ثُمَّ يَشْتَرِيْهِ مِنْهُ بِمِائَةٍ۔

(شرح الامام النووی علی الصحیح المسلم ج ۲ ص ۲۶)

کہ ہمارے حضرات شوافع اور ان کے ہمنوا علمائے نے اس حدیث سے اس میں استدلال کیا ہے کہ بیع العینہ حرام نہیں، اور بیع العینہ اس تدبیر کو کہتے ہیں جسے لوگ (سود سے بچنے کے لیے) سود کے مقصود (نفع) تک رسائی کے لیے اختیار کرتے ہیں۔ اس کی صورت یہ ہے کہ مثلاً ایک شخص کسی ضرورتمند کو دو سو روپے کے بدلے ایک سو روپے دینا چاہتا ہے، تو اس کے ہاتھ دو سو روپے میں ایک کپڑا بیچ کر پھر اسی کپڑے کو اس شخص سے ایک سو روپے میں خرید کرلے۔

بینک

اسلام نے حرمتِ سود سے متعلق جو اصول قائم کیے ہیں، عام سودی لین دین کے علاوہ دورِ جدید کے وہ ترقی یافتہ ادارے اور کمپنیاں بھی اس حرمت کے تحت آجاتی ہیں جن کا مدار سودی لین دین پر ہے، چنانچہ ان میں سے ایک ادارہ بینکنگ سسٹم ہے۔ کہا جاتا ہے کہ بڑی بڑی تجارتوں کی سہولت و نیز دولت کے ذخیرہ کی حفاظت اور ان سے مزید زرکشی و حصول نفع کے لیے اس ترقی یافتہ دور میں بینکوں کا وجود نہایت ضروری ہے، لیکن خوشنما تصویر میں جو خطرہ کارفرما ہے، وہ کسی سے پوشیدہ نہیں اور وہ یہ کہ ملکی

Marfat.com

معیشت کو تباہ و برباد کرنے اور دولت مندوں کو مزید دولت مند اور غریبوں کو مزید غریب بنانے میں ان بینکوں نے بنیادی کردار ادا کیا ہے، اور کر رہے ہیں۔ بینک خوبصورت طریقے سے دولت کو دولت مندوں میں محدود کرتے اور عوام کی غربت کو ہولناک اور تباہ کن حد تک پہنچاتے ہیں۔ تہذیبِ نو کے اس جال کو جو بینک کے نام سے بچھا ہوا ہے۔ دورِ قدیم کی مہاجنی ہنڈیوں کے بیوپار کی ایک نئی تصویر قرار دینا بہتر ہوگا۔ سرمایہ داروں کی تجوریاں بھرنے اور غریبوں کی تمنّا کے خون کرنے کا کردار یہی بنک ادا کر رہے ہیں ؎

قصاصِ خونِ تمنّا کا مانگیے کس سے؟
گنہ گار ہے کون اور خونِ بہا کیا ہے؟

کوآپریٹو سوسائٹیاں

بینک کے طریقے کی دوسری صورت ہے جسے کوآپریٹو سوسائٹی (مجلس امدادِ باہمی) کہا جاتا ہے، یہ اگرچہ غریب کاشتکاروں، مزدوروں اور متوسّط طبقے کے لوگوں کو قرض دینے کی بنیاد پر چلائی جاتی ہیں، لیکن یہاں بھی چونکہ سود کی لعنت موجود رہتی ہے، اس لیے سرکاری طور پر جس قدر سوسائٹیاں ہیں، غریب قرض خواہوں کے لیے وبالِ جان ہیں اور فائدہ کی بجائے ان کے لیے باعثِ نقصان ثابت ہوتی ہیں۔

نظامِ مصطفیٰ کا اقتصادی نقشہ

اس کے برعکس اسلام کا اپنا ایک اقتصادی نقشہ ہے جس میں وہ خرابیاں نام کو نہیں ہیں جو بینکوں اور کوآپریٹو سوسائٹیوں میں موجود ہیں۔ اگر ملک کے معاشی نظام کو اس نقشہ کے مطابق چلایا جائے۔ تو پھر بینکوں کے موجودہ سسٹم کی کوئی حاجت و ضرورت باقی نہیں رہ جاتی اور اگر بینک سسٹم کی ضرورت بھی تسلیم کر لی جائے، تو پھر ان کے قیام کی ایسی شکلیں ممکن ہیں جو سود کے بغیر اس مقصد کو پورا کر سکیں جس کے لیے اس اجتماعی ادارہ کی ضرورت پیش آئی، یعنی انفرادی اور اجتماعی ضرورت کے لیے حصولِ زر یا امانت کے طور پر زر کا تحفظ جیسا کہ عنقریب اس کی توضیح آ جائے گی۔

Marfat.com

اسلام باہمی امداد کے اجتماعی اداروں کو جو سود کے لین دین سے پاک ہوں جائز و مستحسن قرار دیتا، بلکہ ان کی حوصلہ افزائی کرتا ہے، بلکہ اسلام نے ان صحیح ذرائع کی طرف راہبری فرمائی ہے جس سے معاشرہ کے متوسط اور غریب لوگ نہ صرف سرمایہ داروں اور دولت مندوں کے استیصال سے بچ سکیں، بلکہ ان ذرائع کو اختیار کرنے کے بعد وہ خوشحالی اور فارغ بالی کی منزل بھی پاسکیں گے، بلکہ ان کی زندگی حقیقی مسرتوں کی شرح و عملی تفسیر بن جائے گی ؎

خوب و ناخوب عمل کی ہو گرہ وا کیوں کر
گر حیات آپ نہ ہو شارحِ اسرارِ حیات

امدادِ باہمی کے اجتماعی ادارے

بینکوں کے موجودہ ظالمانہ سسٹم کو ختم کر کے امدادِ باہمی کے ادارے قائم کیے جائیں اور دولت مندوں کو اس سودی نظام کے خاتمے کے بعد یا تو خود ہی اپنی دولت کو کسی صنعت، تجارت یا زراعت میں لگا کر نفع آور بنانا ہوگا یا وہ ان امدادِ باہمی کے اداروں سے وابستہ ہو کر نفع پاسکیں گے جن کے کاروبار کا مدار نفع و نقصان کی شراکت پر ہوگا۔ یہ ادارے بینکوں کی طرح شہر شہر، بلکہ قریہ قریہ قائم ہوں اور حکومت کی تحویل میں نہیں، بلکہ اس کی امداد و اعانت پر ہوں۔ البتہ حکومت ان امدادِ باہمی کے اداروں میں مالی حصہ شامل کرنا چاہے تو کر سکتی ہے، اسی طرح حکومت انفرادی تجارت کو فروغ دینے کے لیے بااعتماد تاجروں کو قرض بھی دے گی، یعنی حکومت کی رقم سے افراد یا ادارے پرائیویٹ اور نجی طور پر کاروبار کریں گے اور وہ رقم قرض کے طور پر بھی ہو سکتی ہے اور نفع نقصان میں شراکت پر بھی۔

Marfat.com

بلاسُود بینکاری

بلاسود بنکاری کا مطلب یہ ہے کہ سودی نظام کو یکسر ختم کرکے انہیں امداد باہمی کے تجارتی اور کاروباری اداروں کی جائز اغراض اور مقاصد کا حامل کر دیا جائے اور یہ قطعاً ممکن ہے، ہر نئے کام کا مرتب کرنا ابتدائی مراحل میں کچھ مشکل تو ہوتا ہے، لیکن صحیح جذبے سے نیک نیتی اور تسلسل کے ساتھ اسے جاری رکھا جائے، تو ساری رکاوٹیں خود بخود دور ہوتی چلی جاتی ہیں اور آخر کامیابی ہوتی ہے۔ جس جذبہ سے استیصالی قوتوں نے اس باطل نظام کو یہاں نافذ کیا تھا اور وہ اپنے مذموم مقصد میں کامیاب ہوگئیں۔ اسی طرح اگر اس سطح کے جذبۂ اسلامی سے حق و صداقتِ اسلامیہ کے علمبردار اس خدائی نظام کو نافذ کر دیں، تو وہ بطریقِ اولیٰ کامیاب ہوں گے۔ بینکوں کے کچھ امور اب بھی ایسے ہیں جو بعد میں بھی جاری رکھے جا سکتے ہیں جن میں سود کا عنصر موجود نہیں، مثلاً کمیشن پر خدمات انجام دینا، امانتوں کا رکھنا اور لاکرز مہیا کرنا، زیورات، دستاویزات، کاغذات، سندات اور دوسری چیزوں کی حفاظت کرنا، سفری چیک، بینک ڈرافٹ جاری کرنا، اسی طرح گاہکوں کی طرف سے خرید و فروخت، صنعتی کاروبار اور دیگر امور میں ماہرانہ مشورے دینا جو سود کے عنصر سے پاک ہیں، پھر بھی جاری رہیں گے۔ بہرحال بلاسود بینکاری کے کاروبار کی صورتیں بہت ہیں اور وہ صورتیں ہر ملک، ہر جگہ اور ہر کہیں کامیابی سے اپنائی جا سکتی ہیں ؎

مومن کے جہاں کی حد نہیں ہے
مومن کا مقام ہر کہیں ہے

غیر ملکوں سے لین دین

غیر ممالک سے قرضے لینے کی بجائے تمام ملکی وسائل کو بروئے کار لا کر اپنے ملک کو خود کفیل بنانے کی کوشش کی جائے۔ اشیاء تعیش کی درآمد مطلقاً بند کر دی جائے اور بیرونِ ملک سے کسی شدید ضرورت کے بغیر کوئی چیز درآمد نہ کی جائے اور مجبوری کی صورت میں مال کا مال

Marfat.com

سے تبادلہ کر لیا جائے، تو سود کی نوبت ہی نہ آئے گی، البتہ جب مال کو قیمت میں خریدیں گے، تب سود کا سوال ہو گا، تو اس صورت میں سود سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ ادائیگی کی میعاد تک جو سود بنتا ہو، اسے اشیاء صرف یعنی درآمد شدہ مال کی قیمت میں اضافہ قرار دے کر شروع ہی سے اس قرار یافتہ بھاؤ پر ہی ان کا لین دین کیا جائے، اس پر سود نہ دینا پڑے گا، مثلاً ایک چیز دس ڈالر میں آتی ہے اور دس ڈالر قسط کی صورت میں پانچ ماہ میں ادا کرنا ہیں اور ان دس ڈالروں پر تین ڈالر سود کے مل کر تیرہ ڈالر ہوں گے، تو شروع ہی سے پانچ ماہ کی مدت پر وہ تیرہ ڈالر میں خریدی جائے، تو اس سے سود کی ادائیگی سے بچ جائیں گے اور غیر ممالک اس معاملے میں تعاون کرنے سے گریز کریں، تو جواز بامرِ مجبوری کا قول ہم پہلے عرض کر چکے ہیں، اس پر عمل کیا جائے۔

بینکوں میں بنیادی تبدیلی

بینکوں کو امداد باہمی کے اجتماعی کاروباری اسلامی اداروں سے ہم آہنگ کرنے کے لیے بنیادی تبدیلی کرنی پڑے گی اور وہ یہ بینک حکومت کے کنٹرول سے آزاد پبلک اتھارٹی کے تحت ہوں گے۔ البتہ حکومت ہر متعلقہ امداد مہیا کرنے کے لیے سرپرستی کرے گی تاکہ کوئی فاسد اور غلط عنصر اس نظام میں رخنہ اندازی یا خرابی کرنے کی نہ سوچ سکے۔ دوسرے یہ کہ بینک اپنا کاروبار سود کی بجائے شرکت یا مضاربت کے طریقے پر انجام دیں گے۔ اس طرح سے نام کے بینک ہوں گے، مگر حقیقت میں امداد باہمی کے وہی اجتماعی کاروباری ادارے ہوں گے جو اسلام کے نظامِ معیشت میں ہوا کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں شرکت و مضاربت کے طریقے قابلِ ذکر ہیں جو ہماری کاروباری بیتابیوں کو قرار دے سکتے ہیں ؎

میرے باغِ سخن کے لیے تو بادِ بہار
میرے بیتاب تخیل کو دیا تو نے قرار

Marfat.com

شرکت و مضاربت

شرکت اس بات کا نام ہے کہ دو یا دو سے زیادہ فریق کاروبار کریں اور ایک طے شدہ نسبت کے مطابق ان میں نفع تقسیم ہوتا اور نقصان بھی سب کو اپنے اپنے سرمایہ کی مناسبت سے برداشت کرنا پڑتا ہے، شرکت میں ہر حصہ دار اپنے حصہ پر مالکانہ حقوق رکھتا ہے اور اسے اپنی مرضی کے مطابق فروخت یا ہبہ بھی کرسکتا ہے۔ کارکنوں میں کبھی کاروبار کے لیے ایک مدت طے پا جاتی ہے۔ اس مدت میں نفع و نقصان کی باہمی شرائط کے مطابق تقسیم ہوتی رہتی ہے اور کبھی بلا تعیینِ مدت تسلسل سے بھی چلتا رہتا ہے۔ اور مضاربت یہ ہے کہ ایک فرد یا پارٹی کا سرمایہ ہو اور اس سرمایہ سے کاروبار کوئی دوسرا فرد یا دوسری پارٹی کرتی ہے، اس میں سرمایہ لگانے والا فریق کاروبار میں عملی حصہ نہیں لیتا، بلکہ ایک طے شدہ نفع کا حقدار ہوتا ہے، لیکن اگر نقصان ہو جائے، تو اہلِ سرمایہ کو برداشت کرنا پڑتا ہے اور کاروبار کرنے والے کی محنت رائیگاں جاتی ہے اور کاروبار میں نفع و نقصان ہوتا ہی رہتا ہے ؎

کہیں سامانِ مسرت کہیں سازِ غم ہے
کہیں گوہر ہے کہیں اشک کہیں شبنم ہے

لیکن جب نفع ہوتا ہے، تو اس سے عام طور پر نقصان کی تلافی ہوتی رہتی ہے، اس لیے گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔

بینکوں کی حیثیت

بینکوں سے سودی نظام کو ختم کرنے کے بعد ان کی حیثیت ان تجارتی اداروں کی ہوگی جو تاجرین کے حصص و سرمایہ جات سے قائم ہوتے ہیں اور ان تجارتی اداروں میں اگر حکومت اپنا حصہ شامل کرے، تو کرسکتی ہے۔ اسے اس کے حصہ کے مطابق نفع و نقصان برداشت کرنا ہوگا۔ یہ بینک یا دوسرے لفظوں میں امداد باہمی کے اجتماعی ادارے مضاربت و مشارکت پر کام کریں گے۔ علاوہ ازیں با اعتماد عوام کو اپنے اعتماد یا شخصی ضمانت [illegible] رکھ کر قرضے بھی دیں گے اور اپنی انفرادی تجارت

Marfat.com

یا زرعی یا صنعتی کاروبار میں ان قرضوں سے استفادہ کریں گے۔ نیز یہ ادارے عوام کو مشارکت ومضاربت پر بھی رقم دے سکتے ہیں۔ نیز عوام کاروبار کیلئے مندرجہ بالا صورتوں میں بھی بیت المال سے قرضے اور مضاربت پر رقم لے سکتے ہیں۔ حکومت کو عوام سے تعاون کرنا ضروری ہے، کیونکہ ملکی نظام کی کامیابی کا دارومدار حکومت وعوام کے باہمی جذب وتعاون پر ہی ہے

ہیں جذب باہمی سے قائم نظام سارے
پوشیدہ ہے یہ نکتہ تاروں کی زندگی میں

حضرت ابوموسیٰ اشعری (بصرہ کے گورنر) کا دو تاجروں کو بیت المال سے قرض دینا

امام مالک موطا میں فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دو صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عمرو عبیداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم ایک لشکر میں عراق گئے۔ واپسی پر یہ جب بصرہ کے گورنر حضرت ابوموسیٰ اشعری سے ہوتے ہوئے گزرے، تو انہوں نے خوش آمدید کہا اور فرمایا کہ اگر آپ کو مالی فائدہ پہنچانے کی کوئی صورت ہوتی، تو میں اسے ضرور اختیار کرتا پھر فرمایا کہ ضرور ایک صورت نکل آئی ہے، وہ یہ کہ میں اللہ کے مال سے کچھ مال امیر المومنین کی خدمت میں بھیجنا چاہتا ہوں، میں اسے آپ حضرات کو قرض پر دیتا ہوں، اس سے تم عراق کی اشیائے تجارت میں سے کچھ چیزیں خرید لو اور مدینہ منورہ میں جاکر انہیں فروخت کر دینا اصل سرمایہ امیر المومنین کے حوالے کر دینا (کہ وہ بیت المال میں جمع فرمادیں گے) اور نفع تمہیں مل جائے گا فقالا وددنا ذالك انہوں نے کہا کہ ہمیں آپ کی یہ تجویز پسند ہے، چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ جب مدینہ منورہ پہنچے اور ان چیزوں کو بیچا، تو انہیں نفع ہوا، تو انہوں نے (ماجرا بیان کرتے ہوئے) راس المال (اصل سرمایہ) امیر المومنین کے حوالے کر دیا۔ امیر المومنین نے سوال کیا کہ ابوموسیٰ اشعری نے سب لشکر کے ساتھ اسی طرح نوازش فرمائی ہے جس طرح تم دونوں سے؟ انہوں نے عرض کی نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ صرف اس لیے کہ تم امیر المومنین کے صاحبزادے ہو (میں یہ خصوصی نوازش پسند نہیں

Marfat.com

کرتا، جو کچھ تمہیں نفع ہوا وہ بھی لاؤ اور بیت المال میں اصل سرمائے کے ساتھ اسے بھی جمع کراؤ۔ حضرت عبداللہ تو خاموش رہے، لیکن حضرت عبیداللہ نے امیر المومنین سے نظرِ ثانی کی گذارش کی اور عرض کی کہ اگر ہمیں نقصان ہوتا یا اصل سرمایہ ہم سے ضائع ہو جاتا، تو چونکہ یہ قرض تھا اس لیے ہم اصل سرمایہ جمع کرانے کے پابند تھے آپ مانے اور اصل سرمایہ کے ساتھ سب نفع بھی جمع کرانے کا حکم دیا۔ حضرت عبداللہ اب بھی خاموش رہے اور حضرت عبیداللہ نے دوبارہ نظرِ ثانی کی درخواست کی، تو حضرت عمر کے ایک ہم نشین نے حضرت عمر اور حضرت عبیداللہ کے درمیان بطورِ ثالث مشورہ دیا یا امیر المومنین لو جعلتہ قراضاً۔ امیر المومنین! میرا مشورہ ہے کہ آپ اس معاملے کو نہ تو قرض محض قرار دیں کہ سارا نفع صاحبزادوں کا ہو اور نہ ہی امانت کہ امانت کے منافع کی طرح سارا نفع صاحبِ امانت یعنی بیت المال کو جائے بلکہ آپ اسے مضاربت قرار دیں۔ اس پر آپ نے فرمایا ہاں یہ مجھے منظور ہے) لہٰذا انہیں نے اسے مضاربت قرار دیا (صاحبزادے بھی اس پر راضی ہو گئے) تو آپ نے کل نفع کا نصف صاحبزادوں سے لے کر بیت المال میں جمع کرا دیا اور بقیہ نصف کو صاحبزادوں نے آپس میں تقسیم کر لیا۔ (ملاحظہ ہو موطا امام مالک ج ۲ ص ۱۷۲ طبع مصر) ؎

ترجمانِ نبی، ہمزبانِ نبی!
جانِ شانِ عدالت پہ لاکھوں سلام

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حضرت ہند زوجہ حضرت ابوسفیان کو قرض دینا اور حضرت ابوسفیان کا ضامن بننا

جیسا کہ ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں۔

حکومت بیت المال سے کبھی قرضے بھی فراہم کر سکتی ہے۔ اس سلسلے میں اعتماد یا ضمانت کا خیال رکھنا ضروری ہوگا، چنانچہ امام طبری اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ حضرت ہند بن عتبہ زوجہ حضرت سفیان رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے چار ہزار درہم بطور

Marfat.com

قرض مانگے تاکہ ان سے تجارت کی جائے۔ آپ نے قرض کی واپسی کے لیے حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی ضمانت لے لی اور انہیں قرض دے دیا۔ انہوں نے تجارت کی اور نفع کی بجائے نقصان اٹھایا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نقصان کا شکوہ کیا۔ آپ نے فرمایا کہ قرض کی رقم مسلمانوں کا مال ہے۔ اگر میرا ذاتی معاملہ ہوتا، تو میں آپ سے مطالبہ نہ کرتا۔ آپ نے حضرت ابوسفیان کو بلوا کر انہیں اس وقت تک اپنے ہاں روکے رکھا۔ جب تک کہ حضرت ہند نے پورا قرض واپس نہ کر دیا (ملاحظہ ہو تاریخ طبری حوادث ۲۳ھ ج ۵ ص ۳۰/۲۹ اور کتب فقہ میں بھی اس طرح ہے۔ نیز حدیث میں ہے الزعیم غارم کہ کفیل ضامن ہے ؎

اے عمرؓ! عدل تیرا فطرت کی آبرو ہے
حق کا ہو بول بالا تیری قدیم خُو ہے

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مضاربت پر ایک شخص کو سرمایہ دینا

مندرجہ بالا روایت قرضے سے متعلق تھی اور یہ روایت مضاربت سے متعلق ہے جسے امام مالک اپنی موطا میں حضرت مالک بن عبدالرحمٰن سے اور وہ اپنے والد عبدالرحمٰن سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے انہیں (اپنے دورِ خلافت میں) مضاربت پر سرمایہ دیا تاکہ وہ اس سے کاروبار کریں اور نفع دونوں کا ہو (ملاحظہ ہو موطا امام مالک ج ۲ ص ۱۷۳ طبع مصر)

الغرض حکومت بینکوں (امدادِ باہمی کے اجتماعی کاروباری اداروں)
اور بیت المال سے عوام کو، قرض اور مضاربت پر سرمایہ دے تاکہ عوام کی معاشی حالت بہتر ہو اور حکومت کو بھی نفع پہنچے۔

Marfat.com

عوام کی معاشی حالت بہتر بنانے کیلئے حکومت اور تاجروں کو ہدایت

مروّجہ محصول چونگی

حکومت ناجائز طور پر اور جبراً عوام سے جو مصارف وصول کرتی ہے، ان میں سے ایک محصول چونگی بھی ہے، ملکی معیشت کو خراب کرنے میں اس کا بھی بڑا دخل ہے کہ تاجر اشیائے صرف کی قیمتوں کے بڑھانے کے جواز میں جو اسباب وعلل ملحوظ رکھتے ہیں، ان میں ایک محصول چونگی بھی ہے، چونکہ اسلام کے اقتصادی ومعاشی نظام میں عشور کی مد ذرائع آمد میں موجود ہے جس کی تشریح گزر چکی ہے۔ لہٰذا محصول چونگی کا کوئی جواز نہیں، چنانچہ فاضل علم معیشت حکیم الامت مولانا امجد علی اعظمی رضوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں (ملاحظہ ہو، بہار شریعت ج ۱۱ ص ۱۲۱)

حضرت عمر بن عبدالعزیز کا محصول چونگی ختم کر دینا

حضرت عمر بن عبدالعزیز سے پہلے بنو امیہ کے حکمرانوں نے کچھ عرصہ قبل محصول چونگی عائد کر دیا تھا، مگر حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے تخت خلافت پر متمکن ہوتے ہی چونگی ساری مملکت سے معاف کر دی اور گورنروں اور اہلکاروں کو لکھا کہ یہ نجس ہے۔ اس کے متعلق قرآن مجید میں ہے:

وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَاءَهُمْ (الآیۃ) کہ لوگوں کو ان کی چیزیں کم مت دو۔

فرمایا کہ لوگوں نے اس کا نام بدل کر (یعنی محصول کے نام سے اسے) جائز بنا لیا ہے۔ (حالانکہ یہ جائز نہیں) چند شرعی محاصل کے علاوہ ہر طرح کے ناجائز محاصل اور بیسیوں ٹیکس جو سابق حکمرانوں نے عائد کر رکھے تھے، یکسر معاف کر دیے اور خشکی اور سمندر کے راستے کھول دیے، کاروبار پر ہر طرح کی پابندیاں اٹھا لیں تاکہ لوگوں کی معاشی حالت بہتر ہو (تاریخ دعوت وعزیمت ج ۱ ص ۵۰ بہ تغییر یسیر)

Marfat.com

عام حالات میں قیمتوں پر کنٹرول کی ممانعت

اسلام کے اقتصادی نظام میں حکومت کو اشیائے صرف کی قیمتوں پر کنٹرول کرنے کی اجازت نہیں ہے، کیونکہ اس پر الٹا اثر پڑتا ہے کہ جس چیز کی قیمت پر کنٹرول ہوتا ہے، وہ بازار سے غائب کر دی جاتی ہے اور اس کا دستیاب ہونا ایک مسئلہ بن جاتا ہے۔ اس کی بلیک میلنگ شروع ہو جاتی ہے۔ نتیجۃً عوام بیچارے اس کی صورت دیکھنے کو بھی ترستے رہ جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب غلّہ کی گرانی کے زمانے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگوں نے نرخ مقرر کرنے کی درخواست کی، تو آپ نے اس تجویز پر عمل کرنے سے انکار کرتے ہوئے فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الْمُسَعِّرُ الْقَابِضُ الْبَاسِطُ الرَّازِقُ وَاِنِّی لَاَرْجُوْ اَنْ اَلْقَی اللّٰہَ وَلَیْسَ اَحَدٌ مِّنْکُمْ یُطَالِبُنِیْ بِمَظْلِمَۃٍ فِیْ دَمٍ وَّلَا مَالٍ (ابوداؤد عن انس ج ۲ ص ۴۷۹ و ترمذی عنہ ج ۲ ص ۱۵۷)

کہ نرخ مقرر کرنے والا، تنگی کرنے والا کشادگی کرنے والا، رزق دینے والا اللہ ہی ہے اور میں امید کرتا ہوں کہ خدا سے اس حال میں ملوں کہ کوئی مجھ سے کسی حق کا مطالبہ نہ کرے، خون کے متعلق اور نہ مال کے متعلق۔

صدر الشریعہ حکیم الامت مولانا امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

امام یعنی پادشاہ کو غلہ وغیرہ کا نرخ مقرر کر دینا کہ جو نرخ مقرر کر دیا ہے، اس سے کم و بیش کر کے بیع نہ ہو، یہ درست نہیں (بہار شریعت ج ۱۱ ص ۱۰۵)

خاص حالات میں کنٹرول کی اجازت

خاص حالات میں کنٹرول کرنے کی اجازت ہے۔ ہدایہ میں ہے کہ تاجروں نے اگر چیزوں کی قیمتوں میں بہت زیادہ اضافہ کر دیا اور نرخ مقرر کیے بغیر کوئی چارہ نظر نہیں آتا، تو حاکم علماء کرام اور سوجھ بوجھ والے اہل علم و دانش سے مشورہ

Marfat.com

لے کر نرخ مقرر کر سکتا ہے، ملاحظہ ہو:

فَاِنْ کَانَ اَرْبَابُ الطَّعَامِ یَتَحَکَّمُوْنَ وَ یَتَعَدُّوْنَ عَنِ الْقِیْمَۃِ تَعَدِّیًا فَاحِشًا وَعَجَزَ الْقَاضِیْ عَنْ صِیَانَۃِ حقوق المسلمین الا بِالتَّسْعِیْرِ فَحِیْنَئِذٍ لَا بَأْسَ بِہٖ بِمَشْوَرَۃِ اَھْلِ الرَّایِ وَالْبَصِیْرَۃِ

(ھدایہ ج ۴ ص ۱۷۰ و در مختار ص ۲۰۳)

یعنی اگر تاجر حضرات ڈھٹائی پر اتر آئیں اور قیمتوں میں کھلی زیادتی کرنے لگیں، اور حاکمِ وقت مسلمان صارفین کے حقوق کا تحفظ قیمتوں میں کنٹرول کرنے میں ہی سمجھے، تو اہل رائے اور اہل علم و دانش حضرات کے مشورہ سے قیمتوں پر کنٹرول کر سکتا ہے۔

نیز حاکمِ وقت کو اس بات کا بھی خیال رکھنا ہوگا، کوئی تاجر، دکاندار مقرر کردہ قیمت سے زیادہ وصول نہ کرے، چنانچہ احادیث سے بھی اسی طرح واضح ہوتا ہے۔

ایک گراں فروش دکاندار کو فاروقِ اعظم کی تنبیہ
(گراں فروشی کا سدِ باب)

اسلام کا معاشی نظام جہاں ایک طرف ایک خاص حکمت کے تحت عام حالات میں قیمتوں پر کنٹرول کے حق میں نہیں ہے، وہاں دوسری طرف تاجروں اور مارکیٹ کے دکاندار پر بھی کڑی نظر رکھتا ہے کہ وہ کہیں غبنِ فاحش اور گراں فروشی کے مرتکب تو نہیں ہو رہے۔ دکانداروں کو نفع کمانے کی اجازت ہے اور بلاشبہ وہ نفع کمائیں مگر غبنِ فاحش اور بے تحاشہ گراں فروشی کی اجازت بھی نہیں دیتا۔ بلکہ اسلام اس سلسلے میں ایسے دکانداروں اور تاجروں کو بازار سے اٹھا دینے کی بھی سفارش کرتا ہے جو بے تحاشہ نفع اندوزی اور گراں فروشی پر اترے ہوئے ہوں۔ اس سلسلے میں خلیفۂ وقت اور اس کے نائبین حکام شہروں میں صورتِ حال کا وقتاً فوقتاً جائزہ لیتے رہیں گے اور وہ ایسے شخص کے خلاف تادیبی کارروائی کرنے کے مجاز ہیں جو بازار میں گراں فروشی کا مرتکب ہو رہا ہو، چنانچہ حدیث میں ہے:

Marfat.com

اِنَّ عُمَرَ بنَ الخطابِ رضی اللہُ عنہُ مَرَّ علیٰ حاطِبِ بنِ اَبی بَلْتَعَۃَ وَھُوَیَبِیعُ زَبِیبالہٗ بِالسوق فقَالَ لہٗ عُمرُ اِمَّا اِنْ تَزِیْدَ فی السِّعرِ وَ اِمَّا ان ترفَعَ مِنْ سُوْقِنَا (موطا امام محمد ص ۳۴۱)

کہ سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا گزر ایک دکاندار حاطب بن ابی بلتعہ سے ہوا، وہ بازار میں منقیٰ بیچ رہا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا کہ منقیٰ کا نرخ زیادہ سستا کرو، ورنہ ہمارے بازار سے دکان اٹھالو۔

ملا علی قاری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ حدیث کی عبارت اُن تزید میں لا محذوف ہے۔ تقدیر عبارت اما ان لا تزید ہے اور ترجمہ میں اس کا لحاظ رکھا جاتا ہے۔ راقم اس کی مثال میں آیت والذین یطیقونہ، پیش کرتا ہے کہ یہاں بھی حرف لا محذوف ہے اور تقدیر عبارت ہے والذین لا یطیقونہ اور اگر ہمزہ سلب کا ہو تو پھر لا کے حذف کی ضرورت نہیں۔" امام محمد علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

وَبِھٰذَا نَاْخُذُ لَایَنْبَغِیْ اَنْ یُسَعِّرَ علی المُسْلِمِیْنَ فَیُقَالُ لھم بیعوا کذا بکذا ویُجْبَرُوْا علیٰ ذَالِکَ وَھُوَ قَوْلُ اَبِی حَنِیْفَۃَ وَالْعَامَۃِ مِنْ فقھائنا (موطا امام محمد ص ۳۴۱)

یعنی ہماری یہی رائے ہے کہ عام حالات میں مسلمانوں پر قیمتوں کا کنٹرول نہ کیا جائے، البتہ خاص حالات میں گراں فروشوں سے کہا جائے گا کہ فلاں فلاں قیمت پر بیچو اور انہیں مجبور کیا جائے گا۔ امام ابوحنیفہ اور ہمارے فقہا کی یہی رائے ہے۔

لہٰذا اگر گراں فروشی کے سدباب کے لیے دوسرا کوئی چارہ کار باقی نہ رہے، تو ایسے خاص حالات میں قیمتوں پر کنٹرول کی بلاشبہ اجازت ہے اور اس کی خلاف ورزی پر مناسب تادیبی کارروائی بھی عمل میں لائی جاسکتی ہے جو خلاف ورزی کے مرتکب کو مارکیٹ سے نکال دینے، جرمانے یا جسمانی سزا کی صورت میں ہوسکتی ہے اور تعزیری کارروائی ضروری ہے کہ دین و

Marfat.com

آخرت سے بے خبر تاجروں کا اس کے سوا کوئی علاج نہیں ؎

ہاتھوں سے ان کے دامنِ دیں ہے نکل گیا
رخصت ہوا دلوں سے خیالِ معاد بھی

افراطِ زر | نیز افراطِ زر نے ملکی معیشت کو خراب کر رکھا ہے، اس کا خاتمہ ہو تو معیشت پر اچھا اثر پڑے گا۔ سونا، چاندی خلقت و پیدائش کے اعتبار سے نقد ہیں، اس لیے یہ نقد اصلی اور نقد حقیقی ہیں اور روپیہ نقد اصطلاحی یا نقد عرفی ہے یہ نقدِ اصلی کی جگہ نقد عارضی ہے۔ نقد اصلی کی نقدیت کو کوئی طاقت منسوخ نہیں کر سکتی، مگر روپیہ اور نوٹ کی نقدیت کو جب چاہیں منسوخ کر دیں۔ منسوخ ہونے کے بعد یہ سو کا نوٹ چار آنے کا بھی نہیں رہے گا، تو جب نوٹ اور روپیہ نقد عارضی اور نقد اصلی (سونے چاندی) کی جگہ ہے، تو نوٹ اور روپے اتنا ہی چھاپنے چاہیئے جتنا ہمارے ملک کے پاس سونا اور چاندی ہو، کیونکہ یہ روپیہ تو سونے اور چاندی کی نسبت سے ثمن اصطلاحی ہے، تو سونا اور چاندی منسوب الیہ ہوتے اور روپیہ منسوب تو جو روپیہ مقابلۃً بڑھ جائے گا، وہ بلا نسبت رہ جائے گا اور وہی معیشت کی بدحالی کا باعث بنے گا اور بن رہا ہے، لہٰذا ملک کی معاشی حالت کو سدھارنے کے لیے ضروری ہے کہ فراطِ زر (بلا نسبت کا روپیہ اور نوٹ) ختم کیا جائے، کیونکہ اس سے ملک کی معاشی حالت سدھرتی نہیں، بلکہ بدستور خراب، بلکہ زیادہ خراب ہوتی ہے ؎

تیرا جلوہ کچھ بھی تسلیٔ دلِ ناصبور نہ کر سکا
وہی گریۂ سحری رہا، وہی آہِ نیم شبی رہی

بیعانہ واپس نہ کرنے کی ممانعت | تاجروں میں رواج ہے کہ جب کوئی شخص کسی چیز کا سودا پکا کرتا ہے، تو بیعانہ دے کر بائع (بیچنے والے) کو اس بیع کا پابند بنا لیتا ہے۔ پھر

Marfat.com

اگر وہ کسی وجہ سے اس چیز کو خریدنے سے رہ جائے، تو تاجر اس بیعانہ کو بحقِ خویش ضبط کر لیتے ہیں، یہ جائز نہیں ہے؛ چنانچہ امام مالک وابوداؤد، ابن ماجہ حضرت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ اور امام احمد بن حنبل اپنی مسند میں اور امام ابوداؤد و ابن ماجہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعانہ ضبط کر لینے سے منع فرمایا۔ امام مالک علیہ الرحمۃ اپنی موطا میں فرماتے ہیں:

فَاِنْ نَدِمَ الْمُشْتَرِیْ فَقَالَ لِلْبَائِعِ اَقِلْنِیْ وَاُنْظِرْکَ بِالثَّمَنِ الَّذِیْ دَفَعْتُ اِلَیْکَ فَاِنَّ ذَالِکَ لَا یَصْلُحُ وَاَهْلُ الْعِلْمِ یَنْهَوْنَ عَنْہُ، الخ۔

(موطا امام مالک ج ۲ ص ۱۴۳ مصری)

کہ اگر مشتری نادم ہو اور بائع سے کہے کہ بیع کا اقالہ کیجیے اور جو بیعانہ میں تمہیں دے چکا ہوں، وہ میں نے چھوڑ دیا تو بائع کو ایسا کرنا جائز نہیں اور اہل العلم یعنی علماء اس سے منع فرماتے ہیں۔

لہٰذا تاجروں کو بیعانہ کا رکھ لینا جائز نہیں، بلکہ مشتری کو واپس کر دیا جائے۔ مجبور انسان کی درخواست پر بیع کو توڑ دینا ثواب ہے۔ حدیث میں ہے کہ اس سے بائع و مشتری میں سے مجبور کے ساتھ تعاون کرنے والے کے گناہ خدا تعالیٰ روزِ قیامت معاف فرمائے گا۔

معدوم کی بیع سے ممانعت تاجر لوگ اپنے تجارتی کاروبار میں جہاں کئی ایک اور غیر اسلامی کاروباری طریقِ کار میں ملوث ہو کر معاشی بحران کا سبب بنتے ہیں، وہاں معدوم (عدیم الوجود) اشیاء کی خیالی تجارت کر کے بھی معاشی بدحالی کا موجب بنے ہوئے ہیں، حالانکہ اسلام نے عدیم الوجود شئی کی خرید و فروخت سے ممانعت فرمائی ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایسی

چیز کے بیچنے سے منع فرمایا جو میرے پاس نہ ہو (ترمذی ج ۲ ص۱۴۸ مجتبائی)

اور ترمذی کی دوسری روایت، اور ابوداؤد و نسائی کی روایت میں یوں ہے کہ حضرت حکیم بن حزام کہتے ہیں یا رسول اللہ! میرے پاس کوئی شخص آتا ہے اور مجھ سے کوئی چیز خریدنا چاہتا ہے، وہ چیز میرے پاس نہیں ہوتی (میں بیع کر دیتا ہوں) پھر بازار سے خرید کر اسے دیتا ہوں، آپ نے فرمایا لا تبع ما لیس عندک جو تیرے پاس نہ ہو اسے نہ بیچو (ترمذی ج ۱ ص۱۴۸ و نسائی ج ۲ ص۲۲۵ و ابوداؤد ج ص۴۲۸) اس حدیث کے بعد امام ترمذی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

وَالعملُ علیٰ ھٰذا عِند اکثرِ اھلِ العلمِ کرِہُوا ان یَبِیعَ الرجلُ مَالیسَ عندہٗ (ج ۱ ص۱۲۸)

اور امت کے اکثر علماء کا اس پر عمل ہے وہ بیع معدوم کو مکروہ و ممنوع قرار دیتے ہیں۔

اگر تاجر حضرات اس حدیث کے مطابق عمل کریں اور معدوم کی بیع کرنا چھوڑ دیں، تو ہماری معاشی حالت روبہ اصلاح ہو سکتی ہے۔ اگر تاجروں کو ملک و ملت سے ہمدردی ہو گی، تو وہ اس لعنت سے کنارہ کیے بغیر نہیں رہیں گے ؎

دیکھ تو اپنا عمل تجھ کو نظر آتی ہے کیا!!
تیرے آباء کی نگہ بجلی تھی جس کے واسطے
؎ وہ صداقت جس کی بیباکی تھی حیرت آفریں
ہے وہی باطل تیرے کاشانۂ دل میں مکیں

معدوم کی بیع حلال نہیں

ترمذی، ابوداؤد و نسائی نے عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے جو روایت کی ہے اس میں لا یحل کا لفظ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

لا یَحِلُّ سلفٌ و بیعٌ وَلَا کہ قرض میں بیع کی شرط حلال نہیں (یعنی

Marfat.com

شرطان فی بیع ولا بیع ما لیس عندک۔ (ترمذی ج ۱ ص ۱۴۸ نسائی ج ۲ ص ۲۲۳ وابوداؤد ج ۲ ص ۹۵)

اس طرح کہ میں نے یہ چیز آپ کے ہاتھ اس شرط پر بیچی کہ آپ مجھے قرض دیں اور نہ ہی بیع (ایک یا) دو شرطوں سے مثلاً کپڑا لیتا ہوں، مگر تمہیں سلوا اور رنگ کرا کر دینا ہوگا) اور نہ اس چیز کی بیع حلال ہے جو تمہارے پاس نہیں۔

جس پر قبضہ نہیں کیا اس کا نفع بھی ممنوع

ابو داؤد اور ترمذی کی روایت میں ولا رِبحُ ما لَم یُضمَن کے لفظ ہیں، یعنی جب تک خرید کردہ تمہارے قبضہ وضمان میں نہ آجائے، اسے بیچ کر نفع کمانا بھی تمہارے لیے ناجائز ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کسی شے (خرید کردہ) پر جب تک خریدار قبضہ نہ کرے، اس وقت تک اس کی بیع آگے جائز نہیں۔ امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کا بھی یہی حکم ہے کہ (اشیاء منقولہ پر) مشتری کا قبضہ ضروری ہے، بیع تو محض ایجاب وقبول اور شے کی دیکھ بھال کے بعد قطعاً ہوگئی، لیکن اگر مشتری بیع (خرید کردہ چیز) کو آگے بیچ کر نفع کمانا چاہتا ہے، تو پہلے بیع پر قبضہ کرے، پھر اس کی بیع کرے، ہاں اشیاء غیر منقولہ میں رعایت ہے کہ قبل القبض ان کی بیع جائز اور نفع بھی حلال ہے۔ (ملاحظہ ہو مؤطا امام محمد ص ۳۳۱)

بولی سے بیع کا جواز

یہ جو بولی سے بیع کی جاتی ہے، یہ بلاشبہ جائز ہے۔ ترمذی میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کا ٹاٹ اور پیالہ بیچا اور ارشاد فرمایا کہ ان دونوں کو کون خرید کرتا ہے۔ ایک صاحب بولے میں ایک درہم میں خریدتا ہوں۔ آپ نے فرمایا:

مَنْ یَزِیْدُ عَلٰی دِرْھَمٍ مَنْ یَزِیْدُ عَلٰی دِرْھَمٍ۔

کہ ایک درہم سے زیادہ کون دیتا ہے، ایک درہم سے زیادہ کون دیتا ہے۔

Marfat.com

ایک شخص نے عرض کی کہ میں دو درہم دیتا ہوں، تو اس نے دو درہم حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کر دیے اور آپ نے دونوں چیزیں اس کو دے دیں (ترمذی ج ۱ ص ۱۴۶)

ابوداؤد اور ابن ماجہ میں بھی اسی طرح ہے، لہٰذا بولی جائز ہوئی، مگر جھوٹ کی بولی جائز نہیں کہ ایک آدمی بائع کی طرف سے اس کی سازش سے خریدار بن کر آجائے اور صرف قیمت بڑھانے کے بہانے بولی میں حصہ لے، اس سے حدیث میں ممانعت آتی ہے، ایسے ناجائز حربوں اور حیلوں سے باز آکر وہ اسلامی طریقے اختیار کرنے چاہئیں جن میں مسلمان کی دنیاوی بھلائی بھی ہو اور آخرت کا فائدہ بھی ؎

جن کی تابانی میں اندازِ کہن بھی، نو بھی ہے
اور تیرے کوکبِ تقدیر کا پرتو بھی ہے

بولی میں قیمت کا توازن قائم رہنا چاہیے

بولی میں قیمت کا تناسب و توازن قائم رہنا چاہیئے۔ حدیث مذکور سے واضح ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری بولی پر فوراً مبیع کو بولی دینے والے کے حوالے کر دیا، حالانکہ اس (مبیع) کی قیمت اور بڑھانے کے لیے مزید بولی دی جا سکتی تھی، مگر آپ نے تعلیماً مزید بولی ترک فرما دی تاکہ خریدار کو بازار میں اس چیز کے دام زیادہ نہ بڑھانے پڑیں اور مارکیٹ میں اس چیز کی قیمت تناسب و توازن سے گراں واقع نہ ہو۔ بولی دینے اور نیلام کرنے والے اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کو مشعلِ راہ بنا کر چلیں تو مہنگائی کا خاتمہ ہی ہو جائے۔

ملک میں گرانی اور مہنگائی کے بنیادی اسباب

غیر اسلامی طریقے ہیں جو تاجروں اور

اور کاروباری حضرات میں رائج ہو چکے ہیں یا انہوں نے امیر سے امیر تر بننے کی ہوس میں ان غیر اسلامی طریقوں کو اپنا لیا ہے۔ یہ بات مسلّم اور ناقابلِ تردید ہے کہ جب تاجروں میں

Marfat.com

اسلامی اور شرعی طریقوں کے مطابق کاروبار کرنے کا جذبہ وعمل تھا، مہنگائی نام کو نہ تھی اور جب سے غیر اسلامی اور غیر شرعی طریقے جزوِ تجارت بن گئے۔ جب سے مہنگائی بڑھتی چلی گئی اور کوئی تدبیرِ انسداد کارگر ثابت نہ ہوئی ع

مرض بڑھتا گیا جُوں جُوں دوا کی

مہنگائی کے دُور کرنے اور معاشرہ کے خوشحال ہونے کی صورت اور واحد صورت

یہی ہے کہ کاروباری حضرات رضاکارانہ طور پر (یا حکومت کے حکم سے) اپنے کاروبار کی بنیاد اسلامی اور شرعی طریقوں پر استوار کریں۔ اس سلسلے میں کچھ طریقے تو ہم ذکر کر چکے ہیں، جن میں جائز اور ناجائز کی تفصیل بھی حدِ ضرورت تک گزر چکی ہے۔ اب ہم اس سلسلے میں مزید کچھ عرض کرتے ہیں تاکہ حضرات ان پر عمل کر کے نظامِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے معاشی شعبوں میں بہتر کردار ادا کر کے مہنگائی کے کم کرنے میں مدد دے سکیں۔ اس سلسلے میں تاجروں کو

بیع باطل اور فاسد سے احتراز کرنا چاہیئے۔

بیع باطل اور فاسد کی وضاحت یہ ہے کہ جس صورت میں بیع کا کوئی رُکن (جس کے بغیر دو فریقوں میں بیع عمل میں نہیں آسکتی) مفقود ہو یا وہ چیز بیع کے قابل ہی نہ ہو، وہ بیع باطل کہلاتی ہے (یعنی بیع حرام وناجائز) مثلاً پاگل یا بے عقل بچہ کو بیع میں فریق بنانا بیع باطل ہے کہ ایجاب وقبول بیع کا رُکن ہے اور بچہ غیر عاقل ایجاب وقبول کرنے کا اہل نہیں، لہذا اس صورت میں بیع کا رُکن مفقود ہوگا۔ اسی طرح مردار، خون اور شراب ایسی حرام چیز یا کسی آزاد انسان کی بیع بھی باطل وحرام وناجائز ہے کہ یہ چیزیں بیع کے قابل ہی نہیں ہیں اور اگر رُکنِ بیع یا بیع کے قابل ومحل میں کوئی خرابی نہ ہو، بلکہ اس کے علاوہ کوئی اور خرابی لازم آتی ہو تو اسے بیع فاسد کہتے ہیں، مثلاً شراب ایسی حرام چیز کے معاوضہ کو لے کر آگے اس کے ساتھ کوئی سودا سلف لینا دینا یا ایسی چیز کا سودا کرنا جسے خریدار کے حوالہ کرنا بس میں نہیں یا عقد و

Marfat.com

بیع کے تقاضوں کے خلاف کوئی شرط عائد کر دینا بیع کو فاسد و خراب کر دیتا ہے۔ فتاویٰ درّ مختار میں ہے:

وَکُلُّ مَا اَوْرَثَ خَلَلًا فِیْ رُکْنِ الْبَیْعِ فَهُوَ مُبْطِلٌ وَمَا اَوْرَثَهٗ فِیْ غَیْرِهٖ فَیُفْسِدُ۔

کہ جس سے رُکنِ بیع میں خلل آئے، اس سے بیع باطل ہوتی ہے اور جس چیز سے رُکن و محل کے علاوہ کسی میں خلل آئے، وہ بیع کو فاسد کرتی ہے۔

(ص ۴۳۴ مطبع احمدی دھلی)

بیع مکروہ

بیعِ مکروہ سے بھی بچنا چاہیے، مثلاً بولی کے وقت قیمت بڑھانے کے لیے اس قسم کے آدمی کو بولی میں شامل کر دینا جو خریدنے کا ارادہ نہیں رکھتے، مگر دکھلاوے کے لیے بولی میں حصّہ لیتے ہیں اور دام بڑھ چڑھ کر بتاتے ہیں تاکہ دوسرے تاجران سے بڑھیں اور وہ چیز مہنگے داموں فروخت ہو۔ حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع نجش سے منع فرمایا اور بیع نجشی اسی طریقے کی بیع کو کہتے ہیں۔

بیع سلم

بیع سلم جائز ہے اور وہ یہ کہ ایک شخص نقد پیسے دے کر جنس غلّہ وغیرہ ایک مدّت معیّن تک لینے کا عہد لیتا ہے اور دونوں طرف سے ایجاب و قبول سے سودا طے ہو جاتا ہے، اسے بیع سلم کہتے ہیں۔ رقم دینے والے کو رَبُّ السلم یا مسلم اور جنس دینے والے کو مسلم الیہ اور جنس کو مسلم فیہ اور رقم کو رأس المال اور اس طریقۂ بیع کو بیع سلم کہتے ہیں۔ اس کے جواز میں سات شرطیں ہیں:

(۱) جنس کا معلوم ہونا مثلاً گندم یا جو وغیرہ (۲) نوع کا معلوم و طے ہونا کہ کون سی قسم ہوگی (۳) وصف یعنی اعلیٰ ادنیٰ کا معلوم ہونا (۴) مقدار کا معلوم و طے ہونا (۵) مدّت و مہلت کا معلوم و طے ہونا (۶) رقم کا معیّن و معلوم ہونا یعنی راس المال کا معلوم ہونا (۷) جنس مذکور کہاں پہنچانا ہوگی، جبکہ پہنچانے میں خرچہ ہوتا ہو۔

(ہدایہ ج ۳ ص ۹۶ طبع یوسفی لکھنؤ)

Marfat.com

عیّاشی اور تکلّفات سے روک تھام

اسلام کے اقتصادی و معاشی نظام میں کوئی گنجائش نہیں کہ یہ اسراف و تبذیر ہے اور تبذیر و اسراف قرآن و سنّت کی رُو سے حرام ہے۔ عیّاشی سے مراد دولت کا بے جا ضیاع ہے۔ اچھا پہننا اور اچھا کھانا اور اچھا سلیقہ اختیار کرنا اسلام میں ممنوع نہیں، بلکہ کسی حد تک درست ہے۔ اسلام اس قدر تنگ دین و مذہب نہیں کہ خوش پوشی اور خوش خوری کو منع کرے، بلکہ مناسب حد تک یہ محمود و مطلوب ہے۔ صحیح ترمذی میں ہے کہ حضرت مالک بن عوف رضی اللہ عنہ، کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے پھٹے، پرانے کپڑوں میں ملبوس دیکھا، تو فرمایا کہ "کیا تیرے پاس مال ہے؟" فرماتے ہیں میں نے عرض کی حضور میرے پاس خدا کے فضل سے ہر قسم کا مال ہے۔

قُلْتُ مِنْ كُلِّ الْمَالِ قَدْ اَعْطَانِيَ اللّٰهُ مِنَ الْاِبِلِ وَالْغَنَمِ قَالَ فَلْيُرَ عَلَيْكَ۔

(ترمذی ج ۲ ص ۲۱)

میں نے عرض کی کہ خدا نے مجھے ہر قسم کا مال دیا ہے، اونٹ اور بھیڑ بکری (بہت ہے) فرمایا کہ اس کا تجھ سے ظہور ہونا چاہیئے (یعنی خدا کی اس نعمت کا استعمال کر کے اظہار کرو، فقیرانہ لباس ترک کر دو)

لیکن آج جس طرح عیّاشی کی بے لگام دوڑ جاری ہے۔ یہ ملکی و قومی اور انفرادی معیشت کے لیے خطرناک ہے۔ اس قسم کی عیّاشی کی روک تھام ضروری ہے۔ اس سلسلے میں اسلام کے اقتصادی و معاشی نظام کی ہدایات موجود ہیں۔ صرف عمل کی ضرورت ہے، پھر یہ معاشی ویرانی معاشی خوشحالی میں بدل سکتی ہے ؎

نہیں ہے نا اُمید اقبال اپنی کشتِ ویراں سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹّی بہت زرخیز ہے ساقی

Marfat.com

عیّاشی کرنے والے دو قسم کے لوگ ہیں

عیاشی کرنے والے دو قسم کے لوگ ہیں، ایک تو سرمایہ دار، اس میں زمیندار و تاجر اور صنعت کار تینوں گروہ شامل ہیں، ملکی معیشت کی بدتری اور خرابی کے یہی تین گروہ ذمہ دار ہیں، کیونکہ ملکی معیشت کا انحصار انہیں تین چیزوں پر ہے: تجارت و صنعت و حرفت اور زمینداری۔ لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ تاجر و صنعت کار اور زمیندار عیاشی کی دوڑ میں ان تینوں اداروں کے تقدس کا مذاق اڑانے میں پیش پیش ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ ان میں بعض افراد اچھے بھی ہیں اور قابلِ تعریف بھی، مگر ان کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر ہے اور دوسرے وہ لوگ ہیں جو حکومت کے اعلیٰ عہدوں اور مناصب عالیہ پر فائز ہیں جو ہزاروں روپے ماہانہ تنخواہیں اور دیگر ہر قسم کی مراعات مفت میں حاصل کرتے ہیں، یہ لوگ بھی عیاشی کی دوڑ میں برابر کے شریک ہیں۔ ان کی دیکھا دیکھی اور ریس میں نچلے طبقے کے لوگ بھی عیاشی کی طرف لپکنے کی کوشش میں مصروف ہیں جس کی وجہ سے رشوت ستانی وغیرہ ایسی خرابیاں ہمارے معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے چکی ہیں اور یہ خرابیاں ملک کے کم آمدنی والے سفید پوش شرفاء کے لیے وبالِ جان بن کر رہ گئی ہیں اور وہ نہ تو ناجائز ذرائع سے کمائی کرنا گوارا کرتے ہیں اور نہ ہی معاشرہ کی ایسی ہمہ گیر خرابی کا اخلاقی مقابلہ کرنے کی اپنے میں ہمت پاتے ہیں؛ اس لیے وہ ملک چھوڑنے کی فکر میں پڑ جاتے ہیں اور یہ خرابی اس حد تک بڑھ گئی ہے کہ ہر شخص کی خواہش اور کوشش ہوتی ہے کہ اس کے پاس کوٹھی، کار اور ٹیلی ویژن ہو، کیونکہ موجودہ عیاشی کی دوڑ میں شرافت و انسانیت کا معیار صرف یہی تین چیزیں سمجھی جا رہی ہیں۔ اس دوڑ کا تدارک اور روک تھام بہت ضروری ہے۔ اس سلسلے میں اسلام کے اقتصادی نظام کے تقاضوں کو بروئے کار لانے اور انہیں عملی جامہ پہنانے کی اشد سے اشد ضرورت ہے ؎

نظر آئیں مجھے تقدیر کی گہرائیاں اس میں
نہ پوچھ اے ہمنشیں مجھ سے وہ چشمِ سرمہ سا کیا ہے

Marfat.com

عیاشی سے ممانعت کا ایک قانونِ فقہ

اس قانون کو قانون حجر (عیاشی ایسی بیہودگی کی روک تھام کا قانون) کہا جاتا ہے۔ فقہ اسلامی کا قانونِ حجر عیاشی کی روک تھام کے لیے ایک مؤثر قانون ہے۔ لغت میں حجر کے معنی روکنا ہیں اور شریعت کی اصطلاح میں مال میں تصرف کرنے سے روکنا ہے۔ اگرچہ امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمتہ قانونِ حجر کو صرف نابالغ بچے اور مجنون کے ساتھ مختص رکھتے ہیں؛ تاہم آپ کے صاحبین امام ابویوسف و امام محمد علیہما الرحمتہ قانونِ حجر کو ان کے علاوہ ایسے لوگوں پر بھی عائد فرماتے ہیں جو اپنے مال کو عیاشی، بیہودگی اور لہو ولعب وغیرہ میں صرف کر کے معاشی خرابی کا باعث بنتے ہیں اور فقہا احناف نے امام اعظم علیہ الرحمتہ کی بجائے صاحبین کے قول کو اختیار کیا اور اسی پر فتویٰ دیا؛ چنانچہ درمختار میں ہے:

وَعِنْدَ هُمَا يُحْجَرُ عَلَى الْحُرِّ بِالسَّفَهِ وَالْغَفْلَةِ وَبِهِ اَیْ بِقَوْلِهِمَا يُفْتٰی۔

(صفحہ ۶۴۶ مطبع احمدی دہلی)

یعنی صاحبین کے نزدیک بیہودہ اور عیاش لوگوں کو بھی قانونِ حجر میں شامل کیا جائے گا اور صاحبین کے قول ہی پر احناف کا فتویٰ ہے۔

اسی طرح فتاوی قہستانیہ ج ۴ صفحہ ۵۸۶ پر فرماتے ہیں والمختار قولهما کہ صاحبین کے ہی قول کو اختیار کیا گیا ہے، یعنی عاقل و بالغ عیاش انسان پر اس کی بیہودگی و کج فہمی کی بنا پر اس بات کی پابندی عائد کر دی جائے کہ وہ اپنے مال میں شریعت و عقل مندی کے خلاف کوئی تصرف نہ کرے۔ اس سلسلے میں مزید تفاصیل فقہ اسلامی کی کتابوں BOOKS OF SSLAMiK LOW میں دیکھی جاسکتی ہے جن کا خلاصہ یہ ہے کہ جب کوئی ایسا شخص اپنے مال میں فضول خرچی و عیاشی کرنے اور اسے عقل و شریعت کے مقتضا کے برعکس صرف کرنے لگے، تو سرپرست یا سماج و با اختیار ادارہ سرکاری یا غیر سرکاری جسے سرکاری سرپرستی حاصل ہو، اس کا حق تصرف اس وقت تک موقوف کر دے، جب تک کہ انہیں اس بات کا یقین یا ضمانت میسر نہ ہو کہ آئندہ کے لیے اپنے

Marfat.com

مال کو شریعت و عقل کے مطابق ہی خرچ کرنے گا اور یہ قانون انہیں کے لیے ہے جو اخلاق کی زبان نہیں سمجھتے ہیں اور جو اخلاق سے سمجھتے ہیں انہیں اخلاق سے اور دوسروں کو قانونِ جبر کے قاہرانہ طریقے سے عیاشی سے باز رکھا جائے اور اسلام کا یہ بہترین قانون ہے۔ جب سے اس سے حکمرانوں نے صرفِ نظر کی تب سے معاشرہ برباد ہوتا چلا گیا ہے

اے لاالہ کے وارث باقی نہیں ہے تجھ میں!
گفتار دلبرانہ، کردار قاہرانہ

حکومت کے اعلیٰ افسران و عہدیداران کے لیے فاروقِ اعظم کی ہدایات

جیسا کہ ہم نے پہلے عرض کیا ہے کہ عیاشی کی دوڑ میں حکومت کے اعلیٰ عہدیدار اور اعلیٰ افسران بھی برابر کے شریک ہیں جس کی وجہ سے نچلے ملازم بھی مبتلائے رشک ہو کر ہر جائز و ناجائز طریقے سے اپنا معیارِ زندگی اعلیٰ افسران کے مطابق بنانے میں مصروفِ عمل ہیں، لہٰذا اسلام کا اقتصادی نظام اس بات کا مقتضی ہے کہ سب سے پہلے سربراہِ مملکت سادگی اختیار کرے۔ عیاشی کی نئی سے نئی روایت قائم کرنے کی بجائے سابقہ روایات کو ہی ختم کر کے بے تکلف زندگی کا آغاز کرے اور سیرتِ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کو مدِ نظر رکھیں۔ سادگی کے باوجود جن کے تقویٰ و للّٰہیت کی ہیبت سے بڑوں کے دل کانپتے تھے ؎

تیری نگاہ سے دل کانپتے تھے سینوں میں
کھو یا گیا ہے تیرا جذبِ قلندرانہ

اور قومی خزانے سے ضرورت سے زیادہ وظیفہ نہ لے اس سلسلے میں بھی سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی سیرت کی اقتدا کرے۔

گاندھی کی اپنے وزیروں کو ایک اہم نصیحت

اس سلسلے میں آگے نہیں، تو کم از کم گاندھی سے سیکھے

Marfat.com

تو نہ رہیں جو غیر مسلم ہونے کے باوجود سیدنا ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما کا سیرت کا اس قدر دلدادہ تھا کہ ۱۹۳۵ء میں اس نے کانگریسی وزیروں کے نام ایک ہدایہ نامہ جاری کیا کہ "میں اپنے وزراء کو ہدایت و نصیحت کرتا ہوں کہ وہ ابوبکر و عمر کے طریقہ پر چلیں"

(دستور الاسلام صفحہ ۲۰۹)

معلوم ہوا کہ گاندھی جیسے متعصب اور کٹر ہندو کی نظر میں ابوبکر و عمر کی حکمرانی اور عدل عمرانی کا ایسا پاک اور ستھرا دستور اور قانون صفحۂ ہستی پر ابھی موجود ہے کہ امریکہ اور برطانیہ کا دستور اور قانون اس کی گردِ راہ کو بھی نہیں پہنچ سکتا اور یہ وہی قانون و دستور ہے جو خلفائے راشدین نے کتابِ الٰہی اور سنتِ مصطفوی سے سمجھا۔ گاندھی نے اپنے ہدایت نامہ میں ابوبکر و عمر کے طریقے پر چلنے کی ہدایت کی اور امریکہ و برطانیہ کا حوالہ نہیں دیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے مطابق خلفائے راشدین کا دورِ انسانیت کے ارتقاء و عروج کا بہترین دور تھا جبکہ امریکہ و برطانیہ اور روس کی حکومتوں کا دور انسانیت کے انحطاط و زوال کا دور ہے ؎

تہذیبِ فرنگی ہے اگر مرگِ امومت
ہے حضرتِ انساں کے لیے اس کا ثمر موت

سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے معاشی حالت کو سدھارنے کے لیے تین قیمتی اصول

ملکی معیشت کو ترقی دینے کے لیے سب سے پہلے اپنے آپ پر سادگی کا قانون نافذ کیا اور اس قانون کے نفاذ کا آغاز اپنی ذات سے فرمایا، چنانچہ امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ م ۱۸۲ھ اپنی کتاب الخراج میں لکھتے ہیں کہ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے مسندِ خلافت پر متمکن ہوتے ہی اپنی پوزیشن عوام پر واضح کرتے ہوئے فرمایا:

يَا اَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ لَا اَجِدُ هٰذَا الْمَالَ يُصْلِحُهُ اِلَّا خِلَالٌ	لوگو! میرے نزدیک ہماری معاشی و مالی حالت اس وقت تک نہیں سنور سکتی،

Marfat.com

ثَلاثٌ اَن یُؤخَذَ بِالحقِ وَیعطیٰ فِی الحقِ وَ یُمنَعَ مِنَ البَاطِلِ۔ (ص ۱۱۷)

جب تک کہ ہم تین باتوں کا خیال نہ کریں، حق سے لینا، جائز کاموں میں خرچ کرنا اور ناجائز کاموں میں نہ کرنا۔

سیرتِ فاروقی کی یہ ہدایت ملکی معیشت کو سنوارنے کے لیے ایک عظیم ضابطہ اور بہترین راہنمائی ہے کہ مال اور دولت جائز اور حق پر مبنی طریقوں سے حاصل کی جائے خیر اور نیک کاموں میں خرچ کی جائے اور عقل و شریعت کے مقتضا کے خلاف کسی بات میں اسے خرچ کرنے سے قطعی گریز کی جائے۔ پھر آپ نے اپنے اس وظیفے کی مقدار کا اعلان فرمایا جو آپ نے سرکاری خزانے (بیت المال) سے لینا منظور فرمایا جسے امام ابویوسف علیہ الرحمۃ کتاب الخراج میں نقل فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: میرے لیے تمہارا بیت المال

اِنَّمَا اَنَا وَمَا لَکُمْ کَوَلِیِّ الْیَتِیْمِ اِنِ اسْتَغْنَیْتُ اِسْتَعْفَفْتُ وَاِنِ افْتَقَرْتُ اَکَلْتُ بِالْمَعْرُوْفِ (کتاب الخراج ص ۱۱۷)

ایسے ہے جیسے یتیم کے سرپرست کے لیے یتیم کا مال، اگر مجھے ضرورت نہ پڑی، تو میں اس میں سے کچھ نہ لوں گا اور ضرورت ہوئی تو حاجت کی حد تک لوں گا۔

عزت اسلام سے ہے

امام غزالی علیہ الرحمۃ احیاء العلوم میں فرماتے ہیں کہ سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ، شام میں داخل ہوئے یہ آپ کی خلافت کا زمانہ تھا۔ آپ کا لباس بالکل سادہ تھا۔ آپ کے رفقاء نے عرض کی کہ آپ اسلامی سلطنت کے سربراہ ہیں اور آپ کے لباس اور وضع قطع میں انتہائی سادگی ہے۔ بہتر تھا کہ آپ اس کی نسبت کچھ بہتر لباس زیب تن فرماتے، پھر شام میں داخل ہوتے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے کسی کی ملامت کا کوئی اندیشہ نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم نے سادگی کی تعلیم پائی ہے:

اِنَّا قَوْمٌ اَعَزَّنَا اللّٰہُ بِالْاِسْلَامِ

کہ خدا تعالیٰ نے ہمیں اسلام پر عمل کرنے سے

Marfat.com

فَلَنْ نَطْلُبَ الْعِزَّ فِی غَیْرِہٖ۔ (احیاء العلوم ج ۳ ص ۳۴۷)

عزت بخشی ہے ہم غیر اسلامی رسم و رواج کے ذریعے سے عزت کے طلبگار ہرگز نہیں ہوں گے۔

جب کسی قوم کے سربراہِ مملکت میں اس قدر ملک و ملت سے ہمدردی کے جذبات موجزن ہوں تو اس قوم کی معاشی حالت کیونکر نہیں سدھر سکتی۔

حکومت کے اعلیٰ عہدہ کی چار شرطیں

امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ کتاب الخراج میں لکھتے ہیں کہ جب سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کسی کو کوئی عہدہ سپرد فرماتے اور گورنری وغیرہ کے منصب پر فائز کرتے تو ان سے چار چیزوں کا عہد لیتے اور اس عہد و پیمان پر مہاجرین و انصار کے اکابر صحابہ کو گواہ بناتے اور فرماتے:

اَنْ لَّا یَرْکَبُ بَرْذُوْنًا وَلَا یَلْبَسَ ثَوْبًا رَقِیْقًا وَلَا یَاْکُلُ نَقِیًّا وَلَا یُغْلِقُ بَابًا دُوْنَ حَوَائِجِ النَّاسِ وَلَا یَتَّخِذُ حَاجِبًا۔ (کتاب الخراج ص ۱۱۶، تاریخ الطبری ج ۵ ص ۲۱)

ترکی[1] گھوڑے کی سواری نہ کرنا، باریک[2] (شاہانہ) لباس نہ پہننا، میدہ[3] کی روٹی نہ کھانا، دروازے پہرہ دار کھڑا کر کے ضرورتمند لوگوں کو اپنے تک پہنچنے میں رکاوٹ نہ کرنا۔

یہ ہدایت کسی شوبازی یا ریاکاری پر مبنی نہ ہوتی تھیں، بلکہ انہیں عملی جامہ پہناتے اور صورتِ حال پر کڑی نظر رکھتے تھے۔ اس سلسلے میں حضرت محمد بن مسلمہ کی تقرری خصوصی طور پر عمل میں لائی گئی تھی، وہ دورے کرتے رہتے اور حکومت کے اعلیٰ عہدیداروں کو جا کر دیکھتے تھے کہ وہ ان شرائط پر باقاعدگی سے عمل کر رہے ہیں یا غفلت کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ ایک مرتبہ مصر کے گورنر عیاض بن غنم کے بارے میں آپ کو مصدقہ اطلاع ملی کہ وہ ان شرائط پر عمل کرنے میں سستی کر رہے ہیں، تو آپ نے اسے بلا کر ڈانٹا اور انہیں گورنری کے عہدہ سے

Marfat.com

معزول کر دیا اور فرمایا تمہیں وہ زمانہ بھول گیا جب تمہارا باپ بکریاں چرایا کرتا تھا۔ آج تم گورنری کے غرور میں اپنی اصلیت کو بھول گئے، یہ لاٹھی پکڑو اور اپنے باپ کی طرح بکریاں چراؤ۔

نظر نہیں تو میرے حلقۂ سخن میں نہ بیٹھ
کہ نکتہ ہائے خودی ہیں مثالِ تیغِ اصیل

امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ کتاب الخراج میں مزید لکھتے ہیں کہ پانچویں شرط یہ بھی ہوتی تھی کہ گورنر اپنی رعیت کے امیر و غریب کے ساتھ برابر سلوک کرے گا اور اسے بیماروں کی عیادت کے لیے بھی جانا ہوگا جس کے بارے میں آپ کو معلوم ہوتا کہ :

اِنَّ عَامِلَه لَا یَعُوْدُ الْمَرِیْضَ وَلَا یَدْخُلُ عَلَیْهِ الضَّعِیْفُ نَزَعَهٗ (ص ۱۱۷)

آپ کا فلاں گورنر بیماروں کی عیادت کے لیے نہیں جاتا اور کمزور و ضعیف و بے وسیلہ لوگ اس تک نہیں پہنچ پاتے تو آپ اسے معزول کر دیتے۔

بہرحال اسلام کے معاشی و اقتصادی نظام کی بنیاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھی اور خلفاء راشدین مہدیین نے اسے وہ عروج بخشا کہ اس کی مثال چشمِ فلک نے نہ پہلے کبھی دیکھی تھی اور نہ بعد میں دیکھنے میں آئی۔

اتمامِ حجت

تہذیبِ مغرب کے دلدادہ اور اسلامی تہذیب سے نابلد اپنی کوتاہ نظری پر رونے اور آنسو بہانے کی بجائے اسلام کو مطعون کرتے ہیں کہ اس کا اپنا کوئی معاشی و اقتصادی نظام نہیں ہے۔ ان سے گزارش ہے کہ وہ تہذیبِ مغرب کی بجائے اسلام کی تہذیب و تمدن کا مطالعہ کریں۔ عربی زبان سیکھیں، اسلام کی تہذیب و تمدن اور اس کے اقتصادی و معاشی نظام کی دولتِ لازوال اور عظیم سرمایہ عربی زبان میں ہے جسے بتدریج مختلف زبانوں میں ڈھالا جا رہا ہے۔ قرآن کریم، تفاسیر، احادیثِ نبویہ صحاح ستہ وغیرہ، ان کی شروح، کتب فقہ اور اسلامی آئین کے

Marfat.com

مجموعہ ہائے عظمیٰ، درمختار، شامی، فتح القدیر، عالمگیری وغیرہا اسلام کے پاس ایسے عظیم الشان ذخائر جواہر ہیں کہ ان کے مقابلے میں پوری دنیا کی تہذیب تہی دامن نظر آتی ہے۔ راقم نے ان بے بہا ذخائر سے اسلام کے اقتصادی و معاشی نظام کے جواہر چُن چُن کر اس کتاب میں یک جا جمع کر دیے ہیں۔ اس کے مطالعہ سے ان لوگوں کی ذہنی اور قلبی اصلاح متوقع ہے جو عربی زبان سے ناواقف ہونے کی بناء پر اسلام کے نظامِ معیشت کے مطالعہ سے بہرہ یاب نہیں ہو سکے اور ان حضرات کے معلومات میں اضافہ کی امید بھی ہے جو عربی زبان سے واقف ہونے کے باوجود گوناگوں اور طرح طرح کی مصروفیات کی وجہ سے اسلام کے اقتصادی نظام کا کما حقہٗ، مطالعہ کرنے کا موقع نہیں پا سکے۔ انشاء اللہ العزیز عام مطالعہ کے شائقین سے لے کر مدارس، سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں کے طالب علموں اور اساتذہ تک کے لیے راقم کی یہ کوشش مفید ثابت ہوگی ؎

نہ از ساقی نہ از پیمانہ گفتم — حدیثِ عشق بے باکانہ گفتم
شنیدم آنچہ از پاکانِ اُمت — ترا با شاخِ رندانہ گفتم
اندازِ بیاں گرچہ بہت شوق نہیں ہے
شاید کہ اُتر جائے تیرے دل میں میری بات

والسلام ——— محتاجِ دعائے اہل اللہ

محمد ابو سعید غلام سرور، عرف محمد سرور قادری
(ایم۔اے اسلامک لا)
(استاذ الحدیث والادب العربی جامعہ نظامیہ رضویہ)
خطیب پیکو جامع مسجد۔ بادامی باغ۔ لاہور۔
۱۳-۱-۷۸

Marfat.com

ضمیمہ

کتاب مرتب ہوچکی تھی، تو استاذ العلماء قبلہ مفتی محمد حسین صاحب نعیمی بانی جامعہ نعیمیہ لاہور و ممبر مشاورتی کونسل نے ہمیں مندرجہ ذیل سوالات (جو اسلامی مشاورتی کونسل نے مرتب کر کے علماء کرام کے پاس بھیجے) عنایت فرما کر ان کا جواب طلب کیا، تو ان کی صدارت میں مجلس منعقد کر کے ہم نے ان سوالات کے جوابات تیار کیے، وہی سوالات مع جوابات قارئین کرام کے فائدے کے لیے بطور ضمیمہ حاضر ہیں۔

سوال: کیا حکومت کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ یہ ضمانت دے کہ غیر سودی بنک کو اگر نقصان اٹھانا پڑا، تب بھی عند الطلب کھاتے دار کا پورا سرمایہ محفوظ رہے گا، چاہے حکومت کو اپنے پاس سے ادا کرنا پڑے؟

الجواب: اس صورت میں حکومت کو ادا کرنا لازم نہیں ہوگا، اسے ضمان الخسران کہتے ہیں اور یہ صحیح نہیں، لہٰذا لازم بھی نہیں۔ چنانچہ عنایہ شرح ہدایہ میں ہے:

کرجلٍ قَالَ لِاٰخَرَ بِعْ مَتَاعَكَ فِیْ هٰذَا السُّوقِ عَلٰی اَنَّ كُلَّ وَضِيْعَةٍ وَخُسْرَانٍ يُصِيْبُكَ فَاَنَا ضَامِنٌ لَكَ فَاِنَّهٗ غَيْرُ صَحِيْحٍ۔

جیسا کہ کوئی کسی سے کہے کہ تم اپنا سامان بازار میں فروخت کرو، میں نقصان کا ضامن ہوں، تو یہ صحیح نہیں ہے۔

(عنایہ شرح ھدایہ ج ۷، ص۱۱۲)

نقد اور ادھار کی قیمتوں میں فرق

سوال (۱): زید علانیہ کہتا ہے کہ اس کے سامان کی نقد قیمت سو روپے ہے اور

Marfat.com

اودھار ایک سو بیس روپے ہے۔

(۲) زید سامان قسطوں پر فروخت کرتا ہے اور ایسے سامان کو جس کی نقد قیمت عام طور پر سو روپے ہے دس روپے ماہانہ کی بارہ قسطوں میں بیچتا ہے۔ قسطوں کی ادائیگی میں تاخیر کی صورت میں بھی قسطوں میں اضافہ نہیں کیا جاتا۔

(۳) زید قسطوں پر فروخت کرتا ہے اور اعلان کرتا ہے کہ اگر کوئی فرد پوری رقم یکمشت ادا کرے، تو اسے بیس فیصد رعایت دی جا سکتی ہے۔

(۴) زید خود تاجر نہیں، لیکن کسی شخص سے جو مال کی یکمشت رقم نہیں ادا کر سکتا، معاہدہ کرتا ہے کہ وہ سامان خرید کر دس فیصد سے زیادہ قیمت پر وصول کرے گا۔

الجواب: ۱۔ جائز ہے۔

۲۔ یہ بھی جائز ہے۔

۳۔ یہ بھی جائز ہے کہ ہدایہ میں ہے: ویجوز ان یحط عن الثمن (ج ۲ ص۶۸) کہ بائع کو جائز ہے کہ واجب الادا قیمت میں سے کچھ معاف کر دے۔

۴۔ جائز ہے۔

قرض میں کٹوتی، ہنڈی

ایک قرض خواہ اپنے قرضے کی رقم طے شدہ مدت گزرنے سے قبل وصول کرنا چاہتا ہے۔ مقروض یا اس کے وکیل کی یقین دہانی پر قرض خواہ کو یہ رقم کٹوتی کر کے وقت سے پہلے ادا کی جاتی ہے جیسے تین ماہ بعد ایک ہزار روپے کے بدلے حاضر میں نو سو پچاس روپے کی ادائیگی، اس طرح قرض چکانے کی شرعی حیثیت کیا ہے، اس کا فیصلہ کرتے وقت مندرجہ ذیل نکات پیش نظر رہیں۔

آج کل یہ طریقہ ہنڈیوں BILLS OF EXCHANGE کی ادائیگی کے

سلسلے میں کیا جاتا ہے جس کی تکنیک مندرجہ ذیل ہے :

زید نے عمرو سے مال خریدا اور تین ماہ بعد رقم ادا کرنے کا وعدہ کیا، اس کے لیے زید نے عمرو کو ایک دستاویز ہنڈی کی شکل میں پیش کردی۔ عمرو نے بنک الف میں یہ ہنڈی پیش کردی تاکہ اس کی بناء پر بنک سے رقم قرض لے اور بنک الف عمرو کو وہ رقم ادا کرتا ہے لیکن پوری رقم نہیں، بلکہ اصل میں سے کچھ حصہ اپنے حق کے بطور وضع کرلیتا ہے، گویا عمرو کو وقت سے پہلے رقم وصول کرنے کے لیے کٹوتی منظور کرنا پڑتی ہے۔ اس سلسلے میں مندرجہ ذیل حدیث پر نظر رکھیں :

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم نھی عن الکالی بالکالی

اوالدین بالدین اوکما قال علیہ السلام۔

الجواب : اس کے جواز کے خلاف کوئی دلیل نہیں، لہٰذا یہ جائز ہے اور یہ ہنڈی گویا زید نے عمرو سے مطلوبہ رقم کے عوض بشرطِ کفالت ادا کی۔ گویا زید کی دی ہوئی ہنڈی عمرو کے لیے وثیقہ اور ضمانت ہے کہ اس نے تین ماہ بعد اس پر رقم ادا کرنا ہے اور عمرو اس پر بنک سے کچھ حصہ کم کرکے مطلوبہ رقم وصول کرتا ہے اور جو کم کیا اسے اپنی رضا و رغبت سے کم کیا اور عرف میں اس صورت میں متروکہ رقم اس سے ساقط سمجھی جاتی ہے جس نے ہنڈی دی؛ لہٰذا جس پر راضی ہوا، وہ وصول کیا، باقی معاف کرتا ہے، تو یہ جائز ہے، چنانچہ حوالہ گذرا کہ صاحبِ دین جس قدر چاہے صدیوں سے دین ساقط کردے۔ فتح القدیر میں نقد کی بیع نقد کے ساتھ کی چار صورتیں لکھی ہیں جس کی ایک صورت جو جواز سے متعلق ہے، ہدایہ میں لکھی ہے: ویجوز بیع الفلس بالفلسین باعیانھما عند ابی حنیفۃ وابی یوسف (ج ۲ ص۸۳) کہ ایک معین پیسے کی بیع دو معین پیسوں سے جائز ہے کہ یہ خلقت کے اعتبار سے تو ثمن ہیں نہیں، بلکہ عارضی طور پر ثمن ہیں۔ خلقت کی رُو سے عروض ہیں، لہٰذا عاقدین جب چاہیں، ان کی عارضی ثمنیت کی نفی کرکے تفاضل سے دست

Marfat.com

بدست بیع کر سکتے ہیں، لہٰذا ایک طرف سے بانڈا اور دوسری طرف سے نوٹ ہوں، تو دست بدست تفاضل سے ان کی بیع جائز ہے، یعنی دس روپے والا بانڈ مالک پانچ روپے میں اور چاہے تو سو روپے میں فروخت کر سکتا ہے اور بیع الکالی بالکالی کا معنی یہ ہے کہ دست بدست نہ ہوں، بلکہ ادھار سے ہوں، چنانچہ ہدایہ میں ہے :

بخلاف اذا کان بغیر اعیانہما لانہ کالی بالکالی ونھی عنہ (ج ۲ ص۸۳)

اور امام حاکم مستدرک شریف میں فرماتے ہیں :

الکالی بالکالی ھوالنسیئۃ بالنسیئۃ - کہ الکالی بالکالی کا مطلب ادھار کی بیع۔

(ج ۲ ص۵۷) ادھار کے ساتھ ہے۔

اسی طرح ہنڈی کی صورت میں بھی گویا ہنڈی خریدی اور بیچی گئی جیسے بانڈ خریدے اور بیچے جاتے ہیں، تو اس میں کمی بیشی بہ رضائے عاقدین جائز ہے بیع الجنس بخلاف الجنس یا حط عن الثمن کے طور پر اور یہ دونوں جائز ہیں

قوّت خرید میں کمی بیشی اور حکومت کا فرض

افراط زر کی وجہ سے گرانی واقع ہوئی ہے۔ یہ افراطِ زر بعض قومی مفاد کے حق میں پالیسی کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ بعض اوقات بیرونی اثرات کی وجہ سے اور بعض اوقات غلط پالیسی کی وجہ سے افراطِ زر میں لوگوں کی قوّتِ خرید گھٹ جاتی ہے۔

مندرجہ بالا صورتوں میں سے کیا کسی صورت میں حکومت کے لیے یہ شرعی فرض ہے کہ وہ قوّتِ خرید میں کمی واقع ہونے پر لوگوں کے نقصان کی تلافی کرے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ زید نے آج سو روپے دیے جس سے چار من غلّہ خریدا جا سکتا ہے۔ اگر تین سال بعد زید اپنی رقم واپس طلب کرے اور اس وقت چار من غلّہ کی قیمت ایک سو بیس روپے ہو تو اس کو بجائے ایک سو روپے کے ایک سو بیس روپے دیئے جائیں، لیکن اگر یہ قیمت اسی روپے رہ جائے تو

Marfat.com

اس کو اسّی (۸۰) روپے دیے جائیں۔

الجواب: اس طرح سے جائز نہیں، ہاں حکومت اس رقم کے بانڈ دیدے، پھر بانڈ کا معاوضہ بانڈ والے صاحب کی مرضی سے کمی بیشی سے دے سکتی ہے کہ بانڈ اور نوٹ دو مختلف جنسیں ہیں اور جنس بدل جائے، تو دست بدست کمی بیشی سے لین دین جائز ہے جیسا کہ پہلے مذکور ہوا اور جیسا کہ امام اہل سنّت اس صدی کے مجدد امام احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ نے اپنی معرکۃ الآرا کتاب کفل الفقیہ شریف میں ارقام فرمایا۔

قرض اور شرح مبادلہ میں تبدیلی

ہمارے کاروباری اور صنعت کار افراد بھی قرضے لیتے ہیں جن کا کام غیر ملکی مشینیں وغیرہ کی درآمد ہوتا ہے۔ یہ قرضے ان حضرات کو پاکستانی سکّے کی شکل میں دیے جاتے ہیں اور اسی شکل میں ان کی ادائیگی کی جاتی ہے، لیکن قرض کی اصل مقدار کا معیار پاکستانی سکّہ نہیں، بلکہ غیر ملکی سکّہ (ڈالر) ہوتا ہے جس سے پاکستان منسلک ہے۔ اس معیار پر فریقین پہلے سے متفق ہوتے ہیں، لیکن اس طرح واجب الادا مقدار غیر یقینی ہو جاتی ہے، کیونکہ سکّے کی اضافی قیمت غیر یقینی ہے۔ مثال کے طور پر زید نے پانچ سال قبل دس لاکھ روپے قرض لے کر سامان منگوایا تھا جس کی قیمت اس وقت دو لاکھ ڈالر تھی، کیونکہ ایک ڈالر پانچ روپے کے مساوی تھا، لیکن بعد میں پاکستانی سکّے کی قیمت گرا دی گئی، نتیجتاً دو لاکھ ڈالر کی قیمت بیس لاکھ روپے ہو گئی۔ اس طرح دس لاکھ روپے کا مقروض خود بخود بیس لاکھ روپے کا مقروض بن گیا۔ اسی طرح آگے چل کر اگر ایک ڈالر تین روپے کے مساوی ہو جائے۔ اس صورت میں دس لاکھ روپے کا مقروض صرف چھ لاکھ کا دیندار رہ جاتا ہے۔ شرح میں تبدیلی اور اس کے لحاظ سے واجب الادا رقم کا فریقین کو پہلے سے علم نہیں ہوتا، البتہ دونوں اس نوعیت کے سودے پر متفق ہوتے ہیں جو بظاہر غرر ہے لیکن

Marfat.com

جس کے بغیر پاکستان جیسے ملکوں کو گزارا کرنا انتہائی دشوار ہے اس معاملہ کی شرعی حیثیت پر روشنی ڈالی جائے گی۔

الجواب : اس صورتِ حال سے نمٹنے کی کوئی صورت نہیں۔ پاکستانی سکے کی قیمت ڈالر کے مقابلے میں گر جائے، تو تاجروں کو حکومت کا ضمان الخسران دینا صحیح نہیں کہ پہلے گزر چکا ہے لایصح ضمان الخسران کہ ضمانِ خسران صحیح اور لازم نہیں، ہاں اس کی بہتر صورت یہ ہے کہ حکومت سونے اور چاندی کا سکہ رائج کرے، تو اس میں آئے دن کی مصیبت سے کہ پاکستانی سکہ ڈالر کے مقابلے میں گر جاتا ہے اور حکومت و عوام کو خسارہ اٹھانا پڑتا ہے۔ خلاصی ہو جائے گی اور جیسا کہ پہلے سکے ہوا کرتے تھے۔ اس طرح غیر ملکی ڈالر کا تسلط ختم ہو جائے گا اور آئے دن کی پریشانی سے بھی نجات حاصل ہو گی۔

قرضوں کی جدید نوعیت

بعض ماہرین کا خیال ہے کہ بنک لمبے عرصے کے لیے پیداواری قرضوں پر مقررہ شرح سے سود لینے کی بجائے اپنے قرضوں کا نیلام کیا کریں۔ اس کی فرضی مثال یہ ہو گی کہ بنک الف کے پاس دس کروڑ روپیہ لمبی مدت کے لیے قرض دینے کو دستیاب ہے۔ بنک مدت اور رقم کے لحاظ سے اس رقم کو مختلف اجزاء میں تقسیم کر دیتا ہے، جیسے:

پچاس لاکھ روپیہ تین سال کے لیے۔
پچاس لاکھ روپیہ سات سال کے لیے۔
ایک کروڑ روپیہ پانچ سال کے لیے۔
پچیس پچیس لاکھ کے آٹھ اجزاء دس دس سال کے لیے۔
دو کروڑ روپیہ چار سال کے لیے، وغیرہ وغیرہ۔

بنک ٹنڈر طلب کرتا ہے کہ جو شخص مقررہ رقم پر مقررہ مدت گزرنے کے بعد سرمایہ

Marfat.com

اور سرمائے کا زیادہ سے زیادہ فیصد نفع دینے کی پیش کش کرے گا، تو اسے یہ رقم دے دی جائے گی۔ اس قسم کے معاملے کی شرعی حیثیت کیا ہے۔؟

الجواب: فیصد سے مراد نفع کی شرح کی تعیین و شرط ہے، تو یہ خالص سود اور حرام ہے۔ کل قرض جر منفعۃ فہو ربا (الحدیث) جس قرض میں نفع مشروط ہو وہ ربا و سود ہے۔ ہاں اگر نفع و نقصان میں شرکت مراد ہے کہ عقد مضاربت ہو، یعنی ایک کا سرمایہ اور دوسرے کی محنت لیکن اگر ٹنڈر طلب کرنے کا مقصد یہ ہو کہ نفع کا تناسب رب المال کے حق میں زیادہ سے زیادہ طے پائے، مثلاً عام طور پر نفع اگر $\frac{1}{2}$ ہے تو ٹنڈر میں کوئی $\frac{2}{3}$ یا $\frac{3}{4}$ وقس علی ھذا دینے کی پیش کش کرے، تو اسے سرمایہ دیا جائے اس میں کوئی حرج نہیں کہ یہ خالص عقد مضاربت ہو گا۔

قرضہ میں شرط

بنک قرض مانگنے والے کو دس ہزار روپے کی بجائے بارہ ہزار روپے کا قرض منظور کرے جس میں دس ہزار روپے مقروض اپنے کام میں لائے اور باقی دو ہزار اپنے نام سے امانتاً جمع کرا دے۔ ایک سال بعد مقروض بارہ ہزار روپے واپس کرے جبکہ دو ہزار روپے جو اس کی طرف سے امانت کے طور پر رکھے ہوئے ہیں، وہ پانچ سال بعد نکلوا لے۔

الجواب: فقہاء فرماتے ہیں قرض صالح شرط نہیں ہے، خواہ شرط جائز ہی ہو تو شرط فاسد کا صالح بھی بطریق اولیٰ نہ ہو گا، البتہ قرض نافذ ہو گا اور شرط باطل۔ درمختار میں ہے:

القرض لا یتعلق بالجائز من الشروط فالفاسد منہا لا یبطل ولکنہ یلغو شرط (رد شیمی آخر صـ۴۵۴) لہٰذا صورتِ مسئولہ میں قرض کا اجرا صحیح مگر بارہ ہزار پر قبضہ کرنے کے بعد دو ہزار کو واپس امانت کے طور پر جمع کرنا مستقرض کیلئے لازم نہیں، ہاں اگر جمع کرا دے تو اسکی خوشی پر منحصر ہے۔

Marfat.com

مسئلۂ انشورنس (بیمہ)

"بعض احباب کی خواہش پر انشورنس (بیمہ) کا مسئلہ بھی آخر میں درج کیا جاتا ہے۔ یہ سوال امام اہلِ سنت مجددِ اعظم مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ سے دریافت کیا گیا تھا۔ ہم نے وہی سوال اور حضرت مجدد اعظم کا جواب نقل کر دیا ہے۔ یہ اس زمانہ کی بیمہ پالیسی سے متعلق ہے۔ اگر آج کی بیمہ پالیسی میں کچھ تبدیلی واقع ہوئی ہو تو جواب بھی اس کے مطابق ہوگا۔"

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام کہ زندگی کا بیمہ کرنا شرعاً جائز ہے یا حرام صورت اس کی یہ ہے جو شخص زندگی کا بیمہ کرانا چاہتا ہے، اس سے یہ قرار پاتا ہے کہ ۵۵ سال یا ۶۰ سال یا ۵۰ سال کی عمر تک مبلغ دو ہزار روپیہ چار یا چھ روپیہ ماہوار کے حساب سے تنخواہ میں سے وضع ہوتے رہیں گے۔ اگر وہ شخص ۵۵ سال تک زندہ رہا تو خود اس کو اور اگر میعاد مقررہ کے اندر مر گیا، تو اس کے ورثاء کو دو ہزار روپیہ یکمشت ملے گا، خواہ وہ بیمہ کرانے کے بعد اور اس کی منظوری آنے کے بعد فوراً ہی مر جائے اور اگر میعاد مقرر تک زندہ رہا، تو بھی وہی دو ہزار ملے گا۔ بیمہ گورنمنٹ کی جانب سے ہو رہا ہے، کسی کمپنی وغیرہ کو اس سے تعلق نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

جبکہ یہ بیمہ صرف گورنمنٹ کرتی ہے اور اس میں اپنے نقصان کی کوئی صورت نہیں، تو جائز ہے کوئی حرج نہیں، مگر شرط یہ ہے کہ اس کے سبب اس کے ذمہ کسی خلافِ شرع احتیاط کی پابندی عائد ہوتی ہو جیسے روزوں یا حج کی ممانعت۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(احکامِ شریعت، حصہ دوم ص ۱۸۱)

Marfat.com

نوٹ

آخر میں ہم" فاضل بریلوی کے معاشی نکات جدید معاشیات کے آئینے میں" مصنفہ پروفیسر محمد رفیع اللہ صدیقی مطبوعہ مرکزی مجلس رضا لاہور کے اقتباسات قدرے ترمیم و اضافہ کے ساتھ پیش کرتے ہیں تاکہ قارئین فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کی علمی وسعت اور نورِ فراست کا اندازہ فرمائیں اور استفادہ بھی۔

محمد ابو سعید قادری

Marfat.com

تمہید

اعلیٰ حضرت، امام اہل سنّت، مجدّد دین وملّت مولانا شاہ **احمد رضا خاں** بریلوی قدس سرّہٗ موجودہ صدی کی وہ عبقری شخصیت ہیں جن کا مکمل تعارف وہی کرا سکتا ہے جو اُن جیسا جامع العلوم ہو۔ کسی فن کا ماہر جب انہیں اس فن میں گفتگو کرتے ہوئے دیکھتا ہے، تو انگشت بدنداں رہ جاتا ہے۔ موجودہ یعنی چودھویں صدی کا رُبع اوّل وہ بلاخیز دَور تھا کہ بڑے بڑے علماء اور لیڈر ثابت قدم نہ رہ سکے، ایسے وقت میں اعلیٰ حضرت بریلوی نے "تدبیر فلاح و نجات واصلاح" کے نام سے امّتِ مسلمہ کی معاشی بہبود کی خاطر چار تجاویز پیش کی تھیں، جو آج بھی اپنے اندر وزن رکھتی ہیں اور احمد رضا خاں بریلوی کی ژرف نگاہی کی شاہد ہیں۔

امام احمد رضا بریلوی قدس سرّہٗ کا معاشی نظریہ ایک سچے مسلمان کی طرح وہی تھا جسے نظامِ مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ارشاداتِ الٰہیہ ہماری راہنمائی کرتے ہیں کہ چوپایوں کی طرح ہمارا مقصدِ زندگی محض کھانا پینا نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ کی اطاعت ہے۔ عقائد ہوں یا اعمال، معاشیات ہوں یا سیاسیات، ہر اعتبار سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت ناگزیر ہے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت، حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ کی تعلیمات کا حاصل یہی یہ تھا کہ دامنِ مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے وابستہ ہو کر طاعتِ الٰہی اختیار کر لو، فکرِ معاش سے آزاد ہو جاؤ گے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (الزخرف رکوع ۳) ہم نے ان میں ان کی زیست کا سامان دنیا کی زندگی میں بانٹا۔ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا (ھود رکوع ۱) اور زمین پر چلنے والا کوئی ایسا نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمّہ کرم پر نہ ہو۔ (کنز الایمان)

Marfat.com

موجودہ صدی کے آغاز میں یہ مسئلہ موضوعِ بحث بنا رہا کہ ہندوستان دارالاسلام ہے یا دارالحرب ؛ علمائے کے ایک گروہ نے ہندوستان کو دارالحرب قرار دیا اور اس بنا پر (۱) مسلمانوں کے لیے ہندوستان سے ہجرت لازم قرار دی (۲) ہندوستان میں کفار سے سودی کاروبار جائز قرار دیا۔

تحریک ہجرت بڑے زور شور سے چلی، ہزاروں افراد اپنی جائدادیں برائے نام قیمت پر فروخت کر کے افغانستان چلے گئے، وہاں اتنی گنجائش کہاں تھی۔ واپس آئے، تو پاس پھوٹی کوڑی بھی نہ تھی۔

سود ایک ایسی لعنت ہے جو افلاس اور بدحالی کی راہ دکھاتا ہے، سود احترام انسانیت ختم کر دیتا ہے اور جب سود در سود کا چکر چلتا ہے، تو آدمی کی زندگی اجیرن ہو جاتی ہے مسلمان پہلے ہی ہندوؤں کے سُودی شکنجے میں جکڑے ہوئے تھے، اس فتوے نے رہی سہی کسر پوری کر دی۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ نے فتویٰ دیا کہ ہندوستان دارالاسلام ہے۔ اگر اس فتوے کو پیشِ نظر رکھا جاتا، تو ہجرت کے سبب پیش آنے والی معاشی تباہی نہ آتی اور نہ ہی قوم سود کے چکر میں مبتلا ہو کر معاشی ابتری کا شکار ہوتی۔

محسنِ ملّت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ نے "کفل الفقیہ الفاھم فی احکام قرطاس الدراھم" میں ایسی تدبیریں بیان فرمائی ہیں جن سے سودی کاروبار کیے بغیر فائدہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔

گداگری ایسی آفت ہے جو قومی جسم میں ایک ناسور کی حیثیت رکھتی ہے یہ نہ صرف ذہنی انحطاط کی انتہا ہے، بلکہ پوری قوم کے لیے ایک عظیم المیہ ہے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے رسالہ مبارکہ "خیر الآمال فی حکم الکسب والسوال" میں مانگنے کی بھرپور مذمت بیان فرما کر محنت مزدوری اور کسبِ معاش کے دیگر ذرائع کی اہمیت بیان فرمائی جس سے انفرادی اور اجتماعی خوش حالی کے دروازے کھل جاتے ہیں۔

Marfat.com

فاضل بریلوی کے مَعاشی نکات

جدید معاشیات کے آئینہ میں

مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ نے چار نکات مسلمانوں کی اقتصادی زبوں حالی ومعاشی بدحالی کو دور کرنے کے لیے اپنے رسالے "تدبیر فلاح ونجات واصلاح" میں میں تحریر فرمائے اور جو سنہ ۱۹۱۲ء / سنہ ۱۳۳۱ھ کلکتہ سے شائع ہوئے۔ ان نکات کی تفصیل یہ ہے :

۱- ان امور کے علاوہ جن میں حکومت دخل انداز ہے۔ مسلمان اپنے معاملات باہم فیصل کریں تاکہ مقدمہ بازی میں جو کروڑوں روپے خرچ ہورہے ہیں، پس انداز ہوسکیں۔

۲- بمبئی، کلکتہ، رنگون، مدراس، حیدرآباد دکن کے تونگر مسلمان اپنے بھائیوں کے لیے بینک کھولیں۔

۳- مسلمان اپنی قوم کے سوا کسی سے کچھ نہ خریدیں۔

۴- علم دین کی ترویج واشاعت کریں۔

یہ چار نکات بظاہر بے حد مختصر ہیں، لیکن ان میں معانی کا جو ذخیرہ پوشیدہ ہے، وہ اہل فہم حضرات پر روزِ روشن کی طرح واضح ہے۔ وہ چار نکات اس مومن کامل کی فراست کاملہ کی عکاسی کرتے ہیں جس کے بارے میں علامہ اقبال نے فرمایا ہے ؎

تقدیر امم کیا ہے کوئی کہہ نہیں سکتا
مومن کی فراست ہو تو کافی ہے اشارہ

Marfat.com

یہ بلاشبہ ایک مردِ مومن کے اشارے ہیں اور مومن بھی کیسا مومن کہ جس کی ہر سانس عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے معطّر تھی۔ ان اشاروں میں جہانِ معنی پوشیدہ ہے۔ اس سے پہلے کہ ان نکات پر بحث کروں، بطورِ تمہید کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔

سنہ ۱۹۱۲ء میں جبکہ یہ نکات شائع ہوئے، برِّ صغیر میں علمِ اقتصادیات کا مطالعہ عام نہیں تھا۔ دنیا کے دیگر ترقی یافتہ ممالک مثلاً انگلینڈ، امریکہ، فرانس اور جرمنی وغیرہ میں دانشوروں کا ایک مخصوص حلقہ اس علم کے اکتساب کی طرف مائل تھا۔ معاشیات پر باقاعدہ کتابیں لکھی جا چکی تھیں اور لکھی جا رہی ہیں، لیکن عوام کی توجہ اور دلچسپی اس مضمون کے متعلق بہت کم تھی۔ طلباء اس مضمون کو خشک سمجھ کر اس سے گریز کرتے تھے۔

پہلی جنگ عظیم کے بعد اور خاص طور پر سنہ ۳۰-۱۹۲۹ء کی عظیم عالمی سرد بازاری کے بعد معاشیات کی اہمیت میں جس تیزی سے اضافہ ہوا ہے، وہ اپنی مثال آپ ہے۔

اس تمہید سے میری غرض صرف اتنی ہی ہے کہ ناظرین یہ ذہن نشین کر لیں کہ جدید اقتصادی نظریات کی ابتدا سنہ ۱۹۳۰ء کے بعد سے ہی ہوئی اور یہ بات کس قدر حیرت انگیز ہے کہ نگاہِ مردِ مومن نے ان جدید اقتصادی تقاضوں کی جھلک سنہ ۱۹۱۲ء ہی میں دکھا دی تھی۔ اگر سنہ ۱۹۱۲ء سے مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے نکات پر غور و فکر کیا جاتا اور صاحب حیثیت مسلمانانِ ہند اس پر عمل کرتے تو ہندوستانی مسلمانوں کی حیثیت معاشی اعتبار سے مستحکم ہوتی۔

آیئے اب ان نکات پر الگ الگ بحث کی جائے جیسا کہ عرض کیا گیا، مولانا بریلوی کے ان نکات کی تعداد چار ہے جس میں سے تین کا تعلق میرے نزدیک جدید اقتصادیات کی رُوح سے ہے اور چوتھا علمِ دین کی ترویج و اشاعت سے متعلق ہے۔

۱۔ پہلا نکتہ :

Marfat.com

"ان امور کے علاوہ جن میں حکومت دخل انداز ہے، مسلمان اپنے معاملات باہم فیصل کریں تاکہ مقدمہ بازی میں جو کروڑوں روپے خرچ ہو رہے ہیں، پس انداز ہو سکیں۔"

اس نقطے میں اہم بات "پس اندازی" ہے۔ فضول خرچی کی مذمت ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آج سے تیرہ سو سال قبل ہی کر دی تھی۔ جدید ماہرین اقتصادیات فضول خرچی کی بے حد مذمت کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک غیر پیداواری کاموں پر کیے جانے والے اخراجات قطعاً غیر پیداواری حیثیت رکھتے ہیں۔ اگر برِ صغیر کے بیسویں صدی عیسوی میں پاکستان بننے سے پہلے تک کی اقتصادی زندگی کا مطالعہ کیا جائے، تو ہمیں معلوم ہوگا کہ مسلمانوں نے باہمی مقدمہ بازیوں پر کروڑوں روپے ضائع کیے۔ یو۔پی میں تقسیمِ ہند سے پہلے مسلمانوں کی تعداد ہندوؤں کے مقابلے میں ۱۴ فیصد تھی، لیکن اقلیت ہونے کے باوجود وہ ایک باعزت اور پُروقار زندگی گزار رہے تھے۔ مسلمانوں کی اقتصادیات اور ان کی خوشحالی کا انحصار زمینداری پر تھا۔ یو۔پی میں مسلم نوابین، راجاؤں اور زمینداروں کی کمی نہ تھی۔ زمیندار اس صوبے میں وہ افراد ہوتے تھے جو کم از کم ایک گاؤں کے مالک ہوتے تھے، لیکن میں اپنے ذاتی مشاہدہ کی بنا پر یہ کہہ سکتا ہوں کہ یہ حضرات مقدمہ بازیوں میں پھنسے رہتے تھے۔ ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے مقدمہ بازی ان صاحبان کا دلچسپ ترین مشغلہ ہے۔ میرے ایک قریبی عزیز جو زمیندار تھے بارہ برس سے مسلسل ہمارے گھر آتے رہتے تھے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ اپنے ہم زلف سے مقدمہ بازی کے سلسلہ میں آتے جاتے رہتے ہیں۔ یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہا جب تک کہ تقسیم ہند کے بعد ہندوستان کے وزیرِ داخلہ ولبھ بھائی پٹیل نے یو۔پی کے مسلمانوں کی معیشت پر زمینداری کا خاتمہ کر کے بھرپور وار کیا اور مسلمانوں کی اقتصادیات کی ریڑھ کی ہڈی توڑ دی۔

فاضل بریلوی کے پہلے نکتے سے اس بات کی وضاحت ہو جاتی ہے کہ وہ

Marfat.com

مقدمہ بازی پر کیے جانے والے اخراجات کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھتے تھے۔ پہلی بات تو یہ کہ اس طرح مسلمان آپس میں مخالفت پر تلے رہتے تھے۔ دوسری اور اہم بات یہ تھی کہ یہ کروڑوں روپیہ جو مقدمہ بازی کی نذر ہو رہا تھا کاش کہ اگر بچایا جا سکتا، تو مسلمانوں کے کس قدر کام آتا۔ یہ اخراجات قطعاً غیر ضروری بلکہ ناجائز تھے۔ اگر مفاہمت اور سمجھ بوجھ سے کام لیا جاتا، تو اکثر و بیشتر مقدمات کی ضرورت باقی ہی نہ رہتی، اور معاملات باہمی صلاح و مشورے سے طے ہو جاتے اور مسلمانوں کا سرمایہ غیروں کی تقویت کا باعث نہ بنتا۔

فاضل بریلوی نے ۱۹۱۲ء میں پس اندازی کی ہدایت فرمائی تھی، کیونکہ انہیں یہ معلوم تھا کہ مسلمانوں کی اقتصادی بدحالی دُور کرنے کا یہی بہترین علاج ہے کہ وہ غیر ضروری اور ناجائز اخراجات یکسر ختم کر دیں اور اس طرح جو کچھ پس انداز ہو وہ اپنی فلاح و بہبود پر صرف کریں۔ ۱۹۳۶ء میں کینز نے اپنا نظریہ روزگار و آمدنی" پیش کر کے جدید اقتصادیات کی بنیاد مضبوط کی۔

موجودہ دور، اقتصادی منصوبہ بندی کا دور ہے۔ دنیا کے بیشتر ممالک ملک کی خوشحالی میں اضافہ کے باقاعدہ منصوبے بناتے ہیں۔ ان منصوبوں کی میعاد عموماً ۵ سال ہوتی ہے۔

جہاں اقتصادی منصوبہ بندی میں دیگر اور باتوں کا خیال رکھا جاتا ہے، وہاں ماہرین اس بات کی طرف خصوصی توجہ دیتے ہیں کہ منصوبوں کی تکمیل کے لیے کن ذرائع سے رقم حاصل کی جا سکتی ہے۔ منصوبوں کے لیے رقم دو ذرائع سے حاصل ہوتی ہے۔

(۱) ملکی بچت اور (۲) قرضے۔

ملک میں اگر بچت کی شرح اونچی ہے، تو ملکی ذرائع ہی سے منصوبوں پر عمل شروع ہو جاتا ہے، لیکن بچت کی شرح کم ہونے کی صورت میں حکومت کو غیر ملکی قرضوں کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ منصوبہ بندی کی تکمیل کے لیے ایک تیسرا طریقہ بھی ہوتا ہے اور وہ یہ کہ حسب

Marfat.com

ضرورت ملک کا مرکزی بینک نوٹ چھاپ چھاپ کر حکومت کے حوالے کرتا رہے، لیکن یہ طریقہ ارزاں ہونے کے ساتھ ساتھ بے حد خطرناک بھی ہے۔ اس سے ملک میں افراطِ زر آجاتا ہے اور اگر افراطِ زر پر حکومت جلد قابو نہ پا سکے، تو پھر اس کے نتائج انتہائی سنگین ہوتے ہیں اور معیشت تباہ ہو جاتی ہے۔ لہٰذا سب سے آسان طریقہ یہ ہے کہ ملک میں بچتوں کی ہمت افزائی کی جائے اور لوگوں کو بچت کرنے پر مجبور کیا جائے

ماہرین نے اندازہ لگایا ہے کہ بیشتر ترقی پذیر ممالک میں سرمایہ کاری کی شرح ۵ فیصد سے ۸ فیصد ہے جبکہ ترقی یافتہ ممالک میں یہ شرح ۱۵ فیصد سے ۱۸ فیصد ہے۔ یعنی ترقی پذیر ممالک اپنی قومی آمدنی کا صرف ۵ سے ۸ فیصد حصہ سرمایہ کاری کے لیے خرچ کرتے ہیں، جبکہ اقتصادی ترقی کا تقاضا ہے کہ قومی آمدنی کا کم از کم ۱۵ فیصد سرمایہ کاری کے لیے وقف کر دیا جائے۔

اگر بچتیں زیادہ ہیں، تو سرمایہ کاری زیادہ ہو گی۔ لیکن بچتیں اگر کم ہیں، تو اقتصادی ترقی کی رفتار بے حد سست ہو گی۔ ۱۹۵۰ء میں ایک امریکی ماہر اقتصادیات کولن کلارک نے بھارت، چین اور پاکستان کے لیے یہ اندازہ لگایا تھا کہ ان ممالک کی اقتصادی ترقی کے لیے یہ ضروری ہے کہ یہاں کے افراد کم از کم قومی آمدنی کا ۱۲ فیصد پس انداز کریں اور اسے سرمایہ کاری میں لگائیں۔ لہٰذا آج کل ہر ملک میں خواہ وہ پسماندہ ہو یا ترقی یافتہ، بچت میں اضافے کے لیے مختلف اسکیموں پر عمل کیا جاتا ہے۔ خود پاکستان میں ہماری حکومت نے ایسی بہت سی اسکیمیں رائج کر رکھی ہیں، جن سے چھوٹی چھوٹی بچتوں کی ہمت افزائی ہوتی ہے۔ یہ سب کچھ اس لیے ہے کہ ملک کے ترقیاتی منصوبوں کے لیے ہمیں رقم کی ضرورت ہے اور اس رقم کو حاصل کرنے کا بہترین طریقہ ملکی بچت کے ذریعہ ہے۔

اب اہلِ دل اور اہلِ نظر ذرا اس ماحول کو ذہن میں رکھیں جب کہ ۱۹۱۲ء میں

Marfat.com

مولانا احمد رضا خان نے مسلمانوں کو اس بات پر عمل کرنے کی تلقین کی تھی کہ وہ غیر ضروری اخراجات سے پرہیز کریں اور زیادہ سے زیادہ پس انداز کریں اور آج کے ماحول پر نظر ڈالیں، جبکہ حکومتیں اس بات کے لیے کوشاں ہیں کہ عوام زیادہ سے زیادہ بچت کریں کیا آپ اب بھی قائل نہ ہوں گے۔ مولانا کی دُور اندیشی کے۔ کیا اب بھی آپ کو یقین نہ آئے گا کہ مولانا کی دُور رس نگاہیں مستقبل کو کتنا صاف دیکھ رہی تھیں۔

دوسرا نکتہ:

۲۔ اب آیئے دوسرے نکتے کی طرف مولانا نے فرمایا:

"بمبئی، کلکتہ، رنگون، مدراس، حیدر آباد دکن کے تونگر مسلمان بھائیوں کے لیے بینک کھولیں۔"

یہ نکتہ معاشی نقطۂ نظر سے اس قدر اہم ہے کہ ہمیں مولانا احمد رضا خان کی اقتصادی سُوجھ بوجھ کا قائل ہونا پڑتا ہے۔ ۱۹۱۲ء میں ہندوستان کے صرف چند بڑے شہروں میں بینک قائم تھے جن کی ملکیت انگریزوں یا ہندوؤں کے ہاتھوں میں تھی۔ برِصغیر میں ۱۹۴۰ء تک کوئی مسلم بینک موجود نہ تھا۔ ۱۹۱۲ء میں بنک اور بنکوں کی اہمیت کا اندازہ لگا لینا کوئی آسان بات نہ تھی، لیکن مولانا کی نگاہوں سے معاشیات کے مستقبل کے اس اہم ادارے کی اہمیت پوشیدہ نہ رہ سکی اور انہوں نے مال دار مسلمانوں سے اپیل کی کہ وہ اپنے بھائیوں کے لیے بینک قائم کریں۔

سود کی بے پناہ مضرت رسانیوں کے متعلق مولانا احمد رضا خاں نے اپنی دیگر کتابوں میں تفصیل سے ذکر کیا ہے؛ لہٰذا یہ امر یہاں واضح ہے کہ مولانا احمد رضا خاں کی مراد ایسا بینک کاری نظام تھا جو غیر سودی بنیادوں پر استوار ہو۔ ایسا بینکنگ نظام نظامِ ملکی معیشت کو تازہ و صحت مند خون فراہم کر سکتا ہے۔ بینک وہ ادارے ہیں جو لوگوں کی بچتوں کو پیداواری کاموں میں لگانے کا ذریعہ ہیں۔ آج کا معاشی نظام اس قسم کے

Marfat.com

بینکنگ کے بغیر عضوِ معطل ہو کر رہ جائے گا۔ تو گویا ایسے بنکوں کی اہمیّت موجودہ معاشرہ میں مسلّم ہے۔

جدید ماہرینِ اقتصادیات نے پس اندازی کی دو قسمیں بتائی ہیں :

(۱) بچت اور (۲) زر کی ذخیرہ اندوزی

اگر ایک فرد کی ماہانہ آمدنی ۱۰۰ روپے ہے جس میں وہ اسّی روپے اپنی ضروریاتِ زندگی پر خرچ کرتا ہے، تو اس کی ماہانہ بچت بیس روپے ہوگی۔ یہی حال قوموں کا ہے۔ اگر قومی آمدنی قومی اخراجات کے مقابلے میں زیادہ ہے، تو نتیجہ قومی بچت کی صورت میں ظاہر ہوگا۔

اس بچائی ہوئی رقم کو افراد بنکوں میں جمع کرا سکتے ہیں یا بچت کی کسی اسکیم میں لگا سکتے ہیں۔ یہ صورتِ حال بچت کہلاتی ہے، لیکن اگر لوگ بچائی ہوئی رقم کو اپنے ہی پاس رکھیں، تو یہ صورت (Hoarding) کہلائے گی۔ بچت کا تصور ذخیرہ اندوزی کے تصور سے اس لیے مختلف ہے کہ موخرالذکر تصور خالص نفسیاتی ہے جس میں فرد کی نفسیات یہ ہوتی ہے کہ وہ دولتِ زر کی شکل میں جمع کرے اور اسے اپنے پاس ہی محفوظ رکھے۔

جب تک لوگ اپنی بچت غیر سودی کاروباری بنکوں میں جمع کرائیں گے یا کسی بچت کی اسلامی کاروباری اسکیم میں لگائیں گے۔ اس وقت معیشت میں توازن برقرار رہے گا، لیکن جس وقت لوگوں میں زر کو ذخیرہ کرنے کی خواہش بڑھ جائے گی، تو معیشت عدم توازن کا شکار ہو جائے گی۔ ایسی صورت میں جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا ہے معیشت میں یا تو افراطِ زر پیدا ہو جائے گا یا کساد بازاری پھیل جائے گی اور ہزاروں افراد و ملکی وسائل بے روزگار و بے اثر ہو جائیں گے جس سے معاشرہ میں بے شمار سماجی برائیاں پیدا ہو جائیں گی۔

سنہ ۱۹۱۲ء میں جبکہ اقتصادی تعلیم محدود تھی کسے معلوم تھا کہ تیس چالیس سال کے بعد بچت اور بینک کی کس قدر اہمیت اختیار کر جائیں گے، لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ مولانا احمد رضا خان بریلوی نے مستقبل میں جھانک لیا تھا۔ انہوں نے مسلمانوں کو نہ صرف پس اندازی

Marfat.com

کی ہدایت کی، بلکہ صاحب حیثیت اور دولت مند مسلمانانِ ہند سے اپیل کی کہ وہ اپنے بھائیوں کی مدد کے لیے بینک قائم کریں۔ وہ بینک جہاں کم حیثیت کے مسلمان اپنی چھوٹی چھوٹی بچائی ہوئی رقم محفوظ رکھ سکیں اور جہاں سے باصلاحیت مسلمان تاجروں کو سرمایہ فراہم ہو سکے اور وہ صنعت کاری کے میدان ہندوؤں کا مقابلہ ڈٹ کر کر سکیں۔

میں سوچتا ہوں کہ کاش ۱۹۱۲ء میں چند ایک ہی ایسے اہل دل مسلمان ہوتے جو مولانا احمد رضا خاں کے ارشادات پر عمل کر لیتے تو مسلمانوں کی اقتصادی تاریخ برصغیر میں یقیناً مختلف ہوتی اور پاکستان کو انتہائی نامساعد معاشی مسائل کا سامنا نہ کرنا پڑتا۔ ایسی گہری سوچ اور ایسے نکات جن کے نتائج اس قدر دور رس ہوں کسی عام انسان کے بس کی بات نہیں۔ یہ تو صرف مرد مومن کا کمال ہے۔ اس مرد مومن نے تونگر مسلمانوں کو دعوت دی کہ مسلمانوں کے لیے مسلمانوں کا بنک قائم کرو تاکہ مسلمانوں کی اقتصادی حالت سنبھلے۔ یہی بات ۱۹۴۰ء میں قائداعظم نے دوہرائی۔ اگر ۱۹۱۲ء میں سر آدم جی اور مرزا اصفہانی، جیسے دو چار سرمایہ دار فاضل بریلوی کی ہدایت پر عمل کر لیتے اور اسلامی اصولوں پر مبنی کاروبار کرنے کے لیے غیر سودی کاروباری بنک قائم کر دیتے۔ تو مسلمانوں کا معاشی مستقبل بہت کچھ سنور جاتا اور اس کے اقتصادی نتائج نہ صرف برصغیر کے مسلمانوں کے لیے بلکہ مسلمانانِ عالم کے لیے بے حد خوشگوار ثابت ہوتے۔

تیسرا نکتہ:-

اب ہم مولانا احمد رضا خاں کے تیسرے نکتے کی طرف آتے ہیں۔ آپ نے فرمایا تھا:-

(۳) "مسلمان اپنی قوم کے سوا کسی سے کچھ نہ خریدیں۔"

ذرا اس نکتہ پر غور فرمائیے۔ موجودہ عالمی اقتصادی ماحول کا جائزہ لیجیے اور پھر یہ دیکھیے کہ مسلمانوں نے اس عالم دین کے اس زریں اصول کو نہ تو سمجھا اور

Marfat.com

نہ ہی اس پر عمل کیا۔ لیکن دوسری عالمی جنگ کے بعد مغربی یورپ کے جنگ سے متاثر ہونے والے ممالک نے اس پر پورا پورا عمل کیا۔

اور آج یہ ممالک اقتصادی طور پہ دنیا کے مستحکم ترین ممالک سمجھے جاتے ہیں۔

لکھنؤ میں میں نے اپنے بچپن میں جب کہ دوسری جنگ عظیم زور شور سے جاری تھی اکثر مسلمانوں کی دوکانوں پر یہ شعر چسپاں دیکھا تھا ؎

زندگی عزت کی مسلم ہند میں چاہیے اگر
تو یہ لازم ہے کہ سودا جب بھی لے مسلم سے لے

یہ غالباً فاضل بریلوی کے اس نکتے کی صدائے بازگشت تھی۔ اس شعر نے مجھے بے حد متاثر کیا تھا۔ لیکن صاحب حیثیت مسلمانوں کو میں نے ہندوؤں کی دوکانوں سے خرید و فروخت کرتے دیکھا۔ مسلمانوں میں اس وقت بھی ماہرین اقتصادیات موجود تھے۔ لیکن بدقسمتی سے ان کی نگاہیں مغربی مُفکّرین کی جانب لگی ہوئی تھیں۔ وہ اس بات سے قطعاً بے خبر تھے کہ خود ان کا ایک عالم، اقتصادیات کے بارے میں کیسے کیسے موتی ان کے سامنے بکھیر گیا ہے۔ وہ اپنے خزانے سے بے خبر رہے لیکن مغربی خزانوں کی طرف حسرت و یاس سے دیکھتے رہے اور کسی نے بھی مولانا کے اس نکتہ پر غور نہیں کیا۔ اور نہ ہی اسے سمجھا اور نہ ہی وضاحت کی ضرورت محسوس کی۔ اگر اس وقت کوئی بھی مسلم ماہر اقتصادیات اس نکتے کے دور رس اثرات کی وضاحت کر دیتا اور مسلمان صرف مسلمانوں ہی سے خرید و فروخت کرنے لگتے تو کوئی وجہ نہ تھی کہ مسلمان ہندوستان میں معاشی اعتبار سے دوسری قوموں کے مقابلے میں پست ہوتے۔

معاشیات میں اس بات پر گرما گرم بحث ہوتی رہی ہے اور جس کا سلسلہ اب تک جاری ہے کہ بین الاقوامی تجارت آزاد ہونی چاہیئے یا اس پر پابندیاں

Marfat.com

ضروری ہیں اور اس پابندی کو تامین کہتے ہیں۔

آزاد عالمی تجارت کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ مملکتوں کے مابین اشیاء کی آمد و رفت پر پابندیاں نہیں ہیں یا اگر ہیں بھی تو برائے نام۔ اس کے برخلاف تامین وہ تحفّظ ہے جو حکومت ملکی صنعتوں کو غیر ملکی مقابلے سے بچانے کے لیے دیتی ہے)

سب سے پرزور دلیل جو تامین کے حق میں دی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ ملک کی نوزائیدہ صنعتیں بیرونی مقابلے سے اس وجہ سے تحفّظ کی مستحق ہیں کہ وہ مضبوط بیرونی صنعتوں کا اپنی زندگی کے ابتدائی دور میں قطعاً مقابلہ نہیں کر سکتیں۔ ان کی حفاظت حکومت کا فرض ہے ایسا نہ ہو کہ وہ اپنے پیروں پر کھڑا ہونے سے قبل ہی بیرونی مقابلے کے سامنے دم توڑ دیں۔

ایک دلیل یہ بھی ہے کہ تامین اس لیے ضروری ہے کہ ملک کی دولت ملک ہی میں رہتی ہے اور روزگار میں اضافہ ہوتا ہے نیز یہ جذبۂ حب الوطنی کے فروغ کا باعث ہے۔

اور بھی بہت سے دلائل ہیں۔ جو تامین کے حق میں دیئے گئے ہیں مگر میں صرف مندرجہ بالا دو دلائل کے متعلق مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے تیسرے نکتے کی روشنی میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔

سنہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کی ناکامی نے برصغیر میں اسلامی حکومت کا خاتمہ کر دیا تھا اور انگریزوں نے یہاں اپنی حکومت قائم کر لی تھی۔ سنہ ۱۹۱۲ء میں انگریزی حکومت ہندوستان میں مستحکم ہو چکی تھی۔ اس وقت کوئی یہ تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ صرف ۳۵ سال بعد فرنگی اس سرزمین کو چھوڑ کر بھاگ جائے گا۔

Marfat.com

مسلمانوں کا اب اپنا کوئی ملک نہ تھا لیکن مسلم قوم اب بھی موجود تھی۔ جسے اس بات کا پورا پورا احساس تھا کہ انہوں نے کیا گم کر دیا ہے۔ حکومت ختم ہو چکی تھی مگر قوم اب بھی موجود تھی۔ اس قوم کی سماجی، مذہبی اور معاشی بقا کے لیے مضبوط بنیادوں پر اہل نظر اور اہل علم مسلمانوں کو پالیسیاں وضع کرنی تھیں۔ تعلیمی، سیاسی اور معاشرتی میدان میں مسلم لیڈران سرگرم عمل تھے۔ مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ کے لیے جدوجہد تیز تر ہوتی جا رہی تھی لیکن، ہم دیکھتے ہیں کہ اس موقع پر کسی نے بھی مسلمانوں کی اقتصادی بدحالی اور اس سے نمٹنے کے لیے کوئی پالیسی وضع نہ کی۔ اس موقعہ پر مولانا احمد رضا خاں بریلوی نے اپنے معاشی نکات پیش کیے، جن پر افسوس ہے کہ مسلمانوں نے کوئی غور و فکر نہیں کیا۔ تعلیم یافتہ مسلمان اپنی راہبری کے لیے مغربی علما ر کا سہارا لے رہے تھے۔ اور اس بات سے قطعاً بے خبر تھے کہ اللہ تعالیٰ نے خود ان کے درمیان ایک ایسے باوصف انسان کو بھیج دیا ہے کہ جس کے ارشادات پر اگر مسلمان عمل کرتے تو کب کی اپنی غربت و افلاس سے چھٹکارا حاصل کر کے با عزت زندگی بسر کرنے لگتے۔

مولانا احمد رضا خاں کا تیسرا نکتہ میرے نزدیک معاشی اعتبار سے انتہائی اہم ہے۔ وہ مسلمانوں کو معاشی تحفظ دینا چاہتے تھے۔ روزگار اور تجارت کے میدان میں ہندو مسلمانوں سے بہت آگے تھے۔ بنیوں کی ذہنیت اور فطرت ہی یہ تھی کہ کس طرح زیادہ سے زیادہ روپیہ کمایا جائے۔ مسلمانوں کو اس میدان میں کوئی تجربہ نہ تھا اور اگر مسلمان تجارت کرنا بھی چاہتے تو اوّل تو ہندو اپنے مقابلے میں انہیں میدان سے بھگا دیتے تھے اور دوسرے اپنوں کی بے اعتنائی ان کا دل توڑ دیتی تھی۔ فاضل بریلوی پر یہ باتیں روز روشن

Marfat.com

کی طرح عیاں تھیں۔ اس کا صرف ایک ہی علاج تھا اور وہ یہ کہ مسلمان مسلم، تجارت پیشہ افراد کو تحفظ دیں اور خرید و فروخت صرف مسلمانوں ہی سے کریں۔ یعنی فاضل بریلوی نے جدید اقتصادی زبان میں مسلمان دوکانداروں کے لیے مسلمان بھائیوں سے تامین کی اپیل کی مسلمان دوکانداروں کی مثال بالکل اس نوزائیدہ صنعت کی سی تھی جسے سخت ترین بیرونی مقابلے کا سامنا تھا اور ان کی بقا اسی صورت میں تھی کہ مسلمان ان کی سرپرستی کریں۔ یہاں کسی ملکی صنعت کو تحفظ نہیں دینا تھا بلکہ اپنی قوم کی اس جماعت کی حفاظت مقصود تھی جو معاشی میدان میں آگے بڑھنے کے لیے کوشاں تھی۔

اب اگر مسلمانانِ ہند فاضل بریلوی کے ارشاد پر عمل کرتے تو اس کے اقتصادی نتائج کیا ہوتے؟ مسلمانوں کا پیسہ مسلمان دوکانداروں کے پاس جاتا اپنے طور پر یہ مسلمان تاجر مسلمان تھوک فروشوں سے زیادہ سامان حاصل کرتے۔ مسلم تھوک فروش مسلم صنعت کاروں سے زائد اشیاء خریدتے اور جب موثر طلب میں اس طرح اضافہ ہوتا تو مسلمان صنعت کار زیادہ اشیاء پیدا کرتے کیونکہ ان کی اشیاء کی طلب میں اضافہ ہوتا۔ اشیاء کو پیدا کرنے کے لیے وسائل پیدائش کی ضرورت ہوتی ہے یعنی زمین، محنت اور سرمائے کی۔ مسلمان صنعت کار جب اشیاء کی پیداوار میں اضافہ کرتے تو یقیناً وہ بے روزگار مسلمان جو تلاش روزگار میں سرگرداں تھے ملازمتیں حاصل کر لیتے اور جب ان افراد کی آمدنیوں میں اضافہ ہوتا تو ان کی موثر طلب بڑھ جاتی اور معاشیات کا وہ چکر شروع ہو جاتا جو کسی بھی معیشت کو خوش حال کر دیتا ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مسلمان صنعت کار سرمایہ کہاں سے لاتے تو اس کا جواب مولانا احمد رضا خاں کے پہلے دو نکات میں پوشیدہ ہے کہ مسلمان بچت

Marfat.com

کریں اور صاحبِ حیثیت مسلمان بلاسود کاروبار پر مبنی بینک قائم کریں۔ بینک جن کا اولیں مقصد پیداواری کاموں کے لیے سرمایہ فراہم کرنا ہوتا ہے)

اب ذرا یہ بھی دیکھ لیا جائے کہ فاضل بریلوی کے اس نکتے پر مغربی دُنیا نے دوسری جنگ عظیم کے بعد کتنا عمل کیا ہے۔ مغربی یورپ کے ممالک مثلاً جرمنی، فرانس اور اٹلی وغیرہ اس جنگ میں تباہ و برباد ہو گئے تھے۔ خصوصاً جرمنی اور اٹلی کی اینٹ سے اینٹ بجادی گئی تھی۔ جنگ ختم ہونے کے بعد جرمنی کی "بندر بانٹ" ہوئی۔ ایک حصّہ روسیوں کے ہاتھ اور دوسرا اتحادیوں کے قبضے میں آیا۔ جرمنی دو حصّوں میں تقسیم ہو کر مغربی جرمنی اور مشرقی جرمنی بن گیا۔ جرمنی کی اقتصادی و معاشی حالت بالکل تباہ ہو چکی تھی۔ یہی حالت فرانس اور اٹلی کی تھی۔ لیکن جرمنی نے جلد ہی اپنی حالت کی اصلاح کی طرف توجہ دی۔ وہاں کے دانشمندوں نے یہ بات بخوبی سمجھ لی تھی کہ جرمنی کو اگر زندہ رکھنا ہے تو اقتصادی بحالی فوقیت کے لحاظ سے اوّل نمبر پر ہے۔ جنگ کی تباہی کے بعد مغربی جرمنی تنہا اپنی معیشت کو بحال نہیں کر سکتا تھا۔ لہٰذا روم میں ایک کانفرنس ہوئی جس میں ایک معاہدہ پر دستخط ہوئے اور یورپین مشترکہ منڈی کا قیام عمل میں آیا جو چھ مغربی یورپی ممالک پر مشتمل تھی۔ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ عالمی سیاست میں امریکہ کا طوطی بول رہا تھا اور عالمی معیشت میں امریکی ڈالر کا مقابلہ کرنے والا کوئی نہ تھا۔

اس منڈی کے قیام کے پس پشت جو نظریہ کارفرما تھا وہ بعینہٖ وہی تھا۔ جس کی ہدایت مولانا احمد رضا خاں بریلوی نے اپنے تیسرے نکتے میں فرمائی تھی۔ یعنی مسلمان اپنی قوم کے سوا کسی سے کچھ نہ خریدیں۔ معاہدہ روم جس کے تحت اس

Marfat.com

منڈی کا قیام عمل میں آیا تھا۔ ان شرائط و ضوابط پر مشتمل تھا کہ منڈی کے اراکین ان اشیاء کو پیدا کریں گے جن کی پیدائش پر انہیں دوسرے ممالک پر فوقیت حاصل ہے۔ منڈی کے اراکین ممالک خود کو ایک وحدت خیال کریں گے۔ آپس میں تجارت آزادانہ ہو گی یعنی تجارت پر کوئی پابندی نہ ہو گی۔ وسائل، پیدائش کی منتقلی پر پابندیاں نہ ہوں گی۔ درآمدات پر بھاری ٹیکس لگائے جائیں گے اور برآمدات رعایتوں کی مستحق ہوں گی۔ جو اشیاء منڈی کے اراکین پیدا کر سکتے ہیں۔ انہیں باہر سے نہیں منگوایا جائے گا۔ زیادہ سے زیادہ خرید و فروخت آپس ہی میں ہو گی۔

منڈی کے قیام کے وقت غالباً اراکین کو بھی اس کی کامیابی کا یقین نہ تھا لیکن وقت گزرنے کے ساتھ دنیا نے حیرت سے دیکھا کہ یہ ادارہ انتہائی مستحکم اقتصادی ادارہ بن گیا۔ منڈی کے اراکین کی معیشت انتہائی مضبوط خطوط پر قائم ہوئی۔ مالی اعتبار سے اراکین کی حیثیت بے حد مضبوط ہو گئی اور ہم نے دیکھا کہ عالمی اقتصادیات میں امریکن ڈالر کی حیثیت ثانوی رہ گئی اور جرمن مارک دنیا کی مضبوط ترین کرنسی بن گیا)

(پاکستان، ایران اور ترکی کے مابین جو معاہدہ ہوا تھا اور جسے ہم آر۔ سی ڈی کے نام سے جانتے ہیں۔ وہ بھی انہیں خطوط پر تھا۔ لیکن اس ادارہ کو وہ کامیابی نصیب نہ ہو سکی۔ جس کی توقع کی جا سکتی ہے۔ آر۔ سی۔ ڈی کو کامیاب، بنانے کے لیے تینوں ممالک کے سربراہوں کی ایک کانفرنس ۲۶ اپریل ۱۹۷۶ء کو ازمیر (ترکی) میں منعقد ہوئی تھی۔ لیکن ابھی تک کوئی مثبت نتائج برآمد نہیں ہوئے ہیں۔ لیکن کوئی وجہ نہیں کہ اگر تینوں ممالک صدق دل اور نیک نیتی سے اس ادارے کی کامیابی کے لیے کوشش کریں۔ تو کامیابی نصیب نہ ہو۔

Marfat.com

بہرحال اس تمام بحث سے غرض یہ تھی کہ مولانا احمد رضا خاں بریلوی نے جو نکتہ بیان فرمایا تھا اگر مسلمان صدق دل سے اس پر عمل کرتے تو انہیں بھی یقیناً کامیابی ملتی جو یورپین مشنری کے حصے میں آئی۔ ہمارے ایک عظیم عالم دین نے ہمارے لیے چراغ جلا کر رکھ دیا تھا جس کی روشنی میں ہمیں صحیح راستے کا تعین کرنا تھا لیکن افسوس راستے کا تعین تو درکنار ہم نے اس سمع ہدایت کو بھی نظر انداز کر دیا۔ اسے ہم صرف اپنی بدنصیبی اور کوتاہ بینی سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ یا پھر یہ کہ معاشرتی، سیاسی اور تعلیمی اصطلاحات میں راہبرانِ ملت ایسے الجھے کہ انہوں نے مسلمانوں کی اقتصادی اصلاح کی طرف توجہ نہ دی جو یقیناً حیرت انگیز اور قابلِ افسوس امر ہے جب کہ ان کی ہدایت کے لیے اتنے واضح نکات مولانا احمد رضا خاں نے ۱۹۱۲ء میں وضع فرما دیئے تھے۔

چوتھا نکتہ :-

مولانا احمد رضا خاں بریلوی کا چوتھا نکتہ گو کہ اقتصادیات کے متعلق[1] نہیں لیکن اس کی اہمیت اپنی جگہ مسلم ہے۔ آپ نے فرمایا کہ :-

(۴) "علم دین کی ترویج و اشاعت کریں۔"

یہ وہ زمانہ تھا کہ سرسید کی تعلیمی اصلاحات کی کوششیں رنگ لا رہی تھیں مسلمان مغربی تعلیم حاصل کرنے کے لیے آگے بڑھ رہے تھے۔ انگریزی تعلیم کا، حصول بذات خود ایک اچھی بات تھی۔ مسلمانوں کو تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

---

[1] یہ نقطہ بھی اس لحاظ سے اقتصادیات سے متعلق ہے کہ پہلے تین نکات پر عمل کا جذبہ قومی اور ملی تعصب سے پیدا ہوتا اور قومی تصلب و عصبیت کے لیے دینی تعلیم ضروری ہے تو بالواسطہ یہ آخری نکتہ بھی اقتصادیات اسلامی سے تعلق ہے۔ (ادارہ)

Marfat.com

کی یہ ہدایت ہے کہ طلب علم ہر مسلمان پر فرض ہے لیکن جو بات تشویشناک تھی اور جسے مولانا کی ذاتِ گرامی نے اسی وقت محسوس کر لیا تھا وہ یہ تھی کہ انگریزی تعلیم کے ساتھ ساتھ نوجوان نسل مغربی تہذیب کی بھی دلدادہ ہوتی جا رہی تھی یعنی کوا، ہنس کی چال اختیار کر رہا تھا جو کہ ایک غیر فطری بات تھی۔ فاضل بریلوی نے سمجھ لیا تھا کہ اگر مسلمان علم دین سے بے بہرہ ہو گئے تو وہ اپنی حیثیت وانفرادیت کو گم کر بیٹھیں گے۔ نئی تہذیب ان کی وحدت کو ختم کر دے گی اور ان کا وہی حال ہو گا کہ ع

نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم
نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

اکبر الہ آبادی نے بھی یہ بات بخوبی محسوس کر لی تھی اپنی شاعری کے تیز و تند نشتروں سے انہوں نے مسلمانوں کو اس خطرے کا احساس دلایا۔ انہیں سمجھایا کہ اپنی اصلیت مت بھولو تمہارا سب سے بڑا خزانہ تمہارا مذہب اور تمہاری تہذیب ہے۔ لیکن "رفارم" کا چکر اتنا تیز تھا کہ مسلمان اس طرف متوجہ نہ ہوئے اور اکبر الہ آبادی نے فرمایا کہ ؎

سیّد اٹھے جو گزٹ لیکے تو لاکھوں لائے
شیخ قرآن دکھاتے رہے پیسہ نہ ملا

اور یہ کہ ؎

رقیبوں نے رپٹ لکھوائی ہے جا جا کے تھانے میں
کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں

مغربی تہذیب نے ایسا رنگ جمایا اور نوجوانوں کو اپنی رنگینیوں کا ایسا متوالا بنایا کہ وہ اپنے معاشرے، تہذیب اور مذہب سے دور ہوتے چلے گئے

Marfat.com

اور فرنگی اپنے مقاصد میں کامیاب ہوتے گئے۔

مذہب سے بیگانگی برصغیر کے مسلمانوں کی جداگانہ حیثیت کو بے حد نقصان پہنچایا۔ لیکن جب قائداعظم محمد علی جناح نے اسلام کے نام پر مسلمانوں کو، ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنا چاہا تو مسلمان پروانہ وار ان کے گرد جمع ہو گئے۔ اسلامی غیرت و حمیت اس وقت بھی مسلمانان ہند میں موجود تھی جس کا نتیجہ تقسیم ہند کی صورت میں ظاہر ہوا۔

مسلمانوں کو ایک نیا ملک نصیب ہوا جو اس بنیاد پر وجود میں آیا تھا کہ مسلمان ایک علیحدہ قوم ہیں۔ ان کی ثقافت و تہذیب ہندوؤں اور انگریزوں سے مختلف ہے۔ مگر بدنصیبی تو ملاحظہ فرمائیں کہ اسلام کے نام پر علیحدہ مملکت تو وجود میں آگئی مگر ترویج دین کی طرف اہل اقتدار نے کوئی توجہ نہ دی۔ ضرورت اس بات کی تھی کہ مملکت اسلامیہ پاکستان کو صحیح طور پر ایک اسلامی ملک بنایا جاتا۔ اسلامی تعلیمات کی اشاعت ہوتی۔ نوجوانوں کو مذہبی تعلیم سے روشناس کرایا جاتا۔ انہیں بتایا جاتا کہ پاکستان کے لیے برصغیر کے مسلمانوں نے کس لیے جدوجہد کی تھی اور بے شمار قربانیاں کیوں دی گئیں تھیں۔ لیکن افسوس کہ اس طرف سے توجہ ہٹا لی گئی۔ اقتدار کے لیے رسہ کشی شروع ہو گئی۔ ابھی ملک کی جڑیں مضبوط بھی نہ ہوئی تھیں کہ طوفان حوادث نے اسے آگھیرا۔ مذہب سے بیگانگی نے اور بھی غضب ڈھایا۔ ہم نے خود کو صوبوں سے خصوصیت دے لی اور یہ بھول گئے کہ ہم اوّل و آخر صرف مسلمان ہیں۔

ہمارے ملک پر جو آفات نازل ہوئیں ان کا بنیادی سبب ہماری، مذہب سے بیگانگی تھا۔ اگر ابتداء ہی سے علم دین کی ترویج و اشاعت پر زور دیا جاتا تو ہمیں یہ برُے دن ہرگز نہ دیکھنا پڑتے۔

آج ہمیں اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ ہماری نئی نسل کو، جو مغرب کی

Marfat.com

تقلید میں دیوانی ہوتی جارہی ہے۔ اسلامی تعلیم، اسلامی تہذیب اور اسلامی تاریخ سے روشناس کرایا جائے۔ اگر اس سلسلہ میں نیک نیتی سے کوششیں شروع کردی جائیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ہماری نسل اپنی منزل کو نہ پالے۔ بقول شاعرِ مشرق علامہ اقبال ؏

ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی

(بہ شکریہ مرکزی مجلس رضا لاہور)

قرآن وسنت اور فقہ کی تعلیم پر کماحقہ توجہ دی جائے جیسے زمانۂ فاروقی میں کماحقہ توجہ دی گئی تھی جس کی تفصیل ہم پہلے عرض کرچکے ہیں تو اسلامی معیشت کے ماہرین پیدا ہوسکتے ہیں۔ اس کے بغیر ملک کی معیشت کی بقاء کا نہیں خود ملک وقوم مسلم کی بقاء کا سوال پیدا ہوسکتا ہے ؎

گر مجی خواہی مسلمان زیستن
نیست ممکن جز بہ قرآن زیستن

محمد ابو سعید قادری ایم۔ اے اسلامک لاء

Marfat.com

افضلیّتِ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

افضل البشر بعد الانبیاء صدیق اکبر رضی اللہ عنہ - اس موضوع پر لاجواب تحقیق مفتی محمد ابو سعید غلام سرور قادری کی معرکتہ الآراء تصنیف - عقائد اہل سنت پر بصیرت افروز کتاب - عقیدہ سے باخبر ہونا ہر مسلمان کا فرض ہے۔

حضرت امیر معاویہ اور اہل بیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مناقب - آخر میں یزید کے بارے میں اہل سنت کا محقق و مدلل موقف - خوبصورت کتابت و طباعت -

تحفۂ مومن

موت کیا ہے اور مسلمانوں کو موت کیسے آتی ہے - مرنے کے بعد مسلمان کو خدا کے ہاں کیا مقام میسر آتا ہے ؟ رُوح کیا ہے ؟ روح کہاں رہتی ہے ؟ رُوح کے کمالات کیا ہیں ؟ اسے پڑھ کر موت کی وحشت دُور ہو کر وصال کا شوق پیدا ہو جاتا ہے - لاجواب اور بے مثل کتاب - تصنیف مفتی محمد ابو سعید غلام سرور قادری -

خوبصورت کتابت و طباعت -

مکتبہ فریدیہ جناح روڈ - ساہیوال

Marfat.com

Marfat.com

ملنے کے پتے

۱۸۱ شاد باغ لاہور

مکتبہ ضیاء القرآن ، المعارف، مکتبہ نبویہ

مکتبہ حامدیہ ، رضوان

گنج بخش روڈ لاہور

مکتبہ فریدیہ، جناح روڈ ساہیوال

فاروقی کتب خانہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان

ہدیہ -/۱۲

Marfat.com

ملنے کے پتے

۱۸۱ شاد باغ لاہور

مکتبہ ضیاء القرآن ، المعارف، مکتبہ نبویہ

مکتبہ حامدیہ ، رضوان

گنج بخش روڈ لاہور

مکتبہ فریدیہ، جناح روڈ ساہیوال

فاروقی کتب خانہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان

ہدیہ -/۱۲

Marfat.com

ف-123

معاشیاتِ نظامِ مصطفیٰ ﷺ

تصنیف:

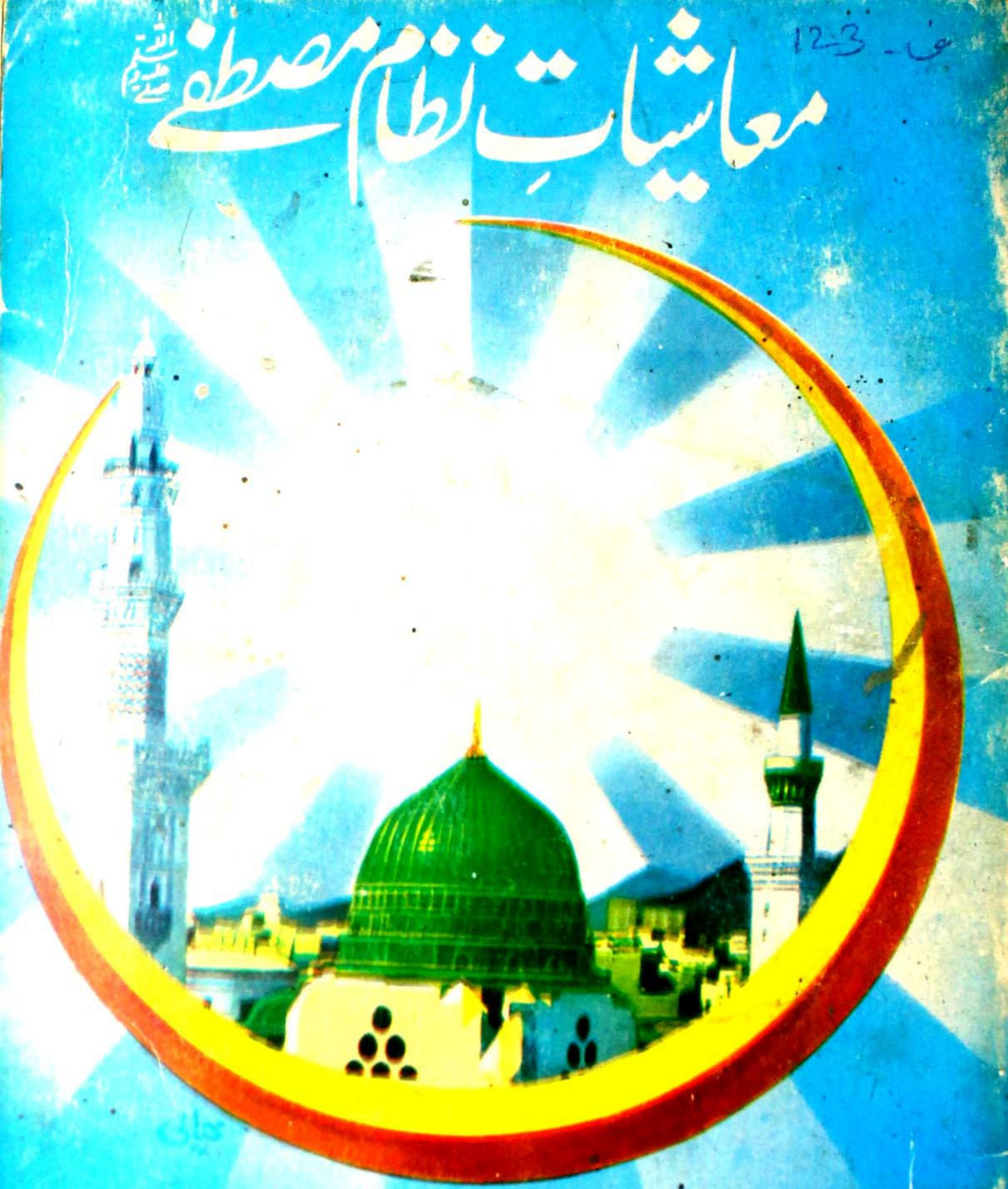

سرور قادری (ایم اے اسلامک لاء)

327

مصطفیٰ اکیڈمی پیکو جامع مسجد بادامی باغ لاہور

Marfat.com